مُفیدُ الوارِثین

اسلامی قانونِ وراثت و وصیّت

اردو زبان میں سب سے زیادہ مفصّل، عام فہم اور مُستند کتاب، جس میں میراث سے متعلق پیش آنے والی تمام صورتوں کو نقشوں کے ذریعے آسان بنا دیا گیا ہے
وُکلاء، عُلماء، مُفتیانِ کرام اور عوام الناس سب کیلئے یکساں مفید ہے

تألیف

حضرت مولانا سیّد میاں صاحب اصغر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ
مُحدِّث دار العُلوم دیوبند

اِدارۂ اِسلامیات
۱۹۰ - انارکلی
لاہور، پاکستان

مُفِیدُ الوارِثِین

اِسلامی قانونِ وراثت و وصیّت

اردو زبان میں سب سے زیادہ مفصّل، عام فہم اور مُستند کتاب جس میں میراث سے
متعلق پیش آنے والی تمام صورتوں کو نقشوں کے ذریعے آسان بنا دیا گیا ہے
وُکلاء، عُلماء، مُفتیانِ کرام اور عوام الناس سب کیلئے یکساں مفید ہے

تالیف

حضرت مولانا سیّد میاں صاحب اصغر حُسین رحمہ اللہ تعالٰی
مُحدِّث دارالعُلوم دیوبند

اِدارہ اِسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۲۴۳۴۱۲، ۷۲۳۲۳۶۲، فیکس ۷۳۲۴۷۸۵-۹۲-۴۲

★ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ۷۲۳۲۹۹۱ - ۷۳۵۲۲۵۵

★ موہن روڈ
چوک اُردو بازار، کراچی فون ۷۲۲۴۰۱

باہتمام ——— اشرف برادرز ——— لاہور
عکسی ایڈیشن ——— جولائی ۱۹۸۰ء
طباعت ——— وفاق پرنٹنگ پریس لاہور
قیمت ———
ناشر ——— ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۳۲۴۳۱۲، ۷۳۲۳۸۸۵، فیکس ۹۲-۴۲-

★ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ——— ۷۲۳۳۴۹۱ - ۷۳۵۲۲۵۵

★ ——— موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۴۳۰۱

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
ادارۃ المعارف ۔ دارالعلوم ۔ کراچی ۱۴
مکتبہ دارالعلوم ۔ دارالعلوم کراچی ۱۴
دارالاشاعت ۔ متصل اردو بازار کراچی ۱

حقوق طبع باضابطہ محفوظ ہیں

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم

للہ الحمد کہ مورثِ برکاتِ دنیا و دین مفسرِ احکامِ قرآن مبین و احادیث سید المرسلین رسالہ

مفید الوارثین مکمل

ازافاضات لطیفہ

حضرت سراج العلماء تاج الفضلاء عالم ربانی عارف باللہ حضرت مولانا
سید اصغر حسین صاحب حسنی حنفی۔ دیوبندی۔ مدرس حدیث
دارالعلوم دیوبند۔ ادام اللہ تعالےٰ برکاتہم

تیسری مرتبہ

حضرت مصنف مدظلہم کی نظر ثانی اور
بحث مناسخہ کے مستقل اضافے کے ساتھ

احقر محمد شفیع غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند کے انتظام سے
ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ میں
دارالاشاعۃ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا

مفصل فہرست مضامین مفید رسالہ کا آمدیہ ششم حصہ کامل مفید الوارثین بہ قید صفحات

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تمہید و دیباچہ کتاب	۱	وظیفہ اور پنشن کی میراث	۲۸	ثلث مال کی سب سے پہلے وصیت	۵۷
باب اول	۵	خانقاہ وغیرہ کی جاگیرین	۳۰	کفن دفن عمارر وزہ وغیرہ کی وصیت	۵۸
علم فرائض کی فضیلت	۵	حقوق مین میراث ہی یا نہین	۳۰	مستحب ومکروہ وحرام وصیت	۵۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی نصیحت	۶	سجادہ نشینی اور امامت کی میراث	۳۱	وصیت کسطرح پوری کیجائے	۶۰
فرائض کو نصف العلم کیون فرمایا گیا	حاشیہ ۶	باب دوم	۳۲	وصیت کے قواعد ومسائل	۶۱
تعداد کتب فرائض	۷	میراث پر مقدم چیزین	۳۲	تاش اور طوق وغیرہ کی ناجائز وصیتین	۶۲
فرائض کی دلچسپ حقیقت	۸	تجہیز وتکفین کا قابل لحاظ بیان	۳۲	قابل قدر عمدہ فائدہ	۶۲
میراث وتوریث اختیاری نہین	۱۰	صدقہ وخیرات کا بیان	۳۳	عجیب اور نئے مسئلے	۶۳
کسیکو محروم یا عاق کرنا	۱۱	قرض کا بیان	۳۶	وصیت کفن دفن اور طعام کی	۶۳
عورتون کو محروم کرنیکی مذمت	۱۲	دین مہر کا بیان	۳۹	وصیت سے مکر جانیکا بیان	۶۴
انبیاء کے وارث نہونیکا بیان	۱۳	قرض کی وعید روایت	۴۰	وصی بنانے کا ذکر	۶۵
اعتراض وجواب	۱۶	مرض الموت کے تصرفات	۴۲	باب سوم	۶۶
انبیاء کے وارث نہونیکی حکمتین	حاشیہ ۱۶	مرض الموت کی ابتدا وانتہا	۴۳	جو چیزین میراث سے محروم کرتی ہین	۶۶
زمانۂ جاہلیت کی میراث	۱۸	جہاز کا طوفان۔ قتل کا مجرم	۴۴	مورث کا قتل۔ مذہب کا اختلاف	۶۷
ابتدائے اسلام کی میراث	۱۹	مرض الموت کے احکام	۴۵	مقلد اور غیر مقلد اور شیعہ کی میراث	۶۸
فرائض کے نازل ہونیکی روایات	۱۹	مسائل متعلقہ	۴۶	غلام کا وارث نہ ہونا	۶۸
ابتدائے میراث کے واقعے	۲۰	مریض کے نافذ اور غیر نافذ اقرار	۴۷	اختلاف ممالک	۶۹
لفظ فوق زیادہ کرنیکا علمی نکتہ	حاشیہ ۲۲	ثلث مال مین تصرفات	۵۰	موت کا حال معلوم نہ ہونا	۶۹
عورتون کا حصہ کم کیون ہے	۲۳	وصیت کا بیان	۵۱	عبرت انگیز مثال	۷۰
واعظانہ روایت	حاشیہ ۲۳	وصیت کے مسائل	۵۲	نکاح ثانی۔ نافرمان وارث	۷۱
احکام میراث کی خوبیان	۲۵	وصیت کی مفصل شرطین	۵۴	حجب کا مفید اور دلچسپ بیان	۷۲
ترکہ اور مال میراث کی تعریف	۲۷	مفید مثالین	۵۶	حجب کا شبہ اور جواب	۷۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مجب نقصان والون کا بیان	۷۳	باپ کی میراث کا حال	۹۶	**باب پنجم**	۱۳۰
دوسرون کی وجہ سے محروم ہونیوالے	۷۳	دادا کی میراث کا حال	۹۸	عصبات کا بیان	۱۳۰
حصہ کم کرنے والون کا مفید بیان	۷۵	باپ دادا مین فرق مثالین	۱۰۰	عصبہ بالغیر و مع الغیر	۱۳۰
محروم کرنیوالون کی کارآمد تفصیل	۷۶	اخیافی بھائی کی میراث	۱۰۱	عصبون کے چار درجون کی تفصیل	۱۳۱
بہت عمدہ مثال	۷۷	شوہر کی میراث کا عمدہ بیان	۱۰۲	درجہ اول - بیٹے کا بیان مع مثال	۱۳۲
جو لوگ شرعاً وارث نہین	۷۷	ایک وقت مین دو شوہر موجود ہونا	۱۰۳	سمجھنے کے لائق فرق	۱۳۳
تنبیہ اور قاعدے اور فائدہ	۷۸	زوجہ کی میراث	۱۰۴	پوتے کا بیان	۱۳۵
تنبیہ قابل لحاظ	۷۹	شرح اور مثالین	۱۰۴	پڑپوتا - فرق	۱۳۶
عورتون اور مردون کے علاقے	۸۰	عدت مین میراث ملتی ہے	۱۰۵	درجہ دوم - باپ دادا وغیرہ	۱۳۷
خدمت اور پرورش کرنا	۸۲	والدہ کی میراث کا حال	۱۰۶	ایک شخص کے دو باپ	۱۳۸
بیمروت کا پورا حصہ	۸۳	باپ کا حصہ زیادہ کیون ہے	۱۰۷	دادا پڑدادا کا حال	۱۳۹
قابل یادگار شادی وغیرہ کا خرچ	۸۳	بیٹی کی میراث کا بیان	۱۰۷	درجہ سوم - حقیقی و علاتی بھائی	۱۴۱
متبنی یعنی لے پالک کا حال	۸۴	پوتی اور پڑپوتی کے حصے	۱۰۹	بھتیجے کا حال	۱۴۲
دینی بھائی بہن	۸۴	بہن بھائیون کی تین قسمین	۱۱۱	بھائی کے پوتے کا حال	۱۴۲
زنا کی اولاد کا حال	۸۵	حقیقی بہن کے حالات	۱۱۱	بھائی کے پڑپوتے کا حال	۱۴۴
بلا طلاق یا قبل از عدت نکاح	۸۶	قابل تقلید و لائق قدر روایت	۱۱۲	درجہ چہارم حقیقی و علاتی چچا	۱۴۶
باب چہارم	۸۷	علاتی ہمشیرہ کے حصے	۱۱۴	چچا کی تشریح	حاشیہ ۱۴۶
وارثون کے اقسام	۸۷	اخیافی بہن کی میراث	۱۱۶	چچاؤن کے بیٹے پوتے	۱۴۷
افسوس ناک مثال	۸۹	دادیون کے حصے	۱۱۷	چچاؤن کے پڑپوتے	۱۴۸
وارثون کی باقی اقسام	۹۰	نانیون کے حصون کا بیان	۱۱۸	باپ کے چچا اور انکی اولاد	۱۴۹
بیت المال یا شاہی خزانہ	۹۲	تشریح اور ذکر نقشہ	۱۲۲	نقشہ عصبات ترتیب وار	۱۵۰
مسافر کا مال اسباب	۹۳	قابل دید نہایت مفید نقشہ	۱۲۵	**باب ششم**	۱۵۳
نقشہ مفید و قابل دید	۹۴	ضمیمہ - بہت مفید سوال و جواب	۱۲۶	ذوی الارحام کے چار درجے	۱۵۴
ذوی الفروض کا بیان	۹۶			قاعدہ ذوی الارحام کا پہلا درجہ	۱۵۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ذوی الارحام نمبر ششم مع مثال	۱۵۸	ذوی الارحام کا خاتمہ	۱۸۴	مفید سوال جواب	۲۰۶
ذوی الارحام درجہ دوم فاسد کا بیان	۱۵۹	باب ہفتم	۱۸۶	دلچسپ سوال وجواب	۲۰۸
شجرہ ذوی الارحام درجہ اول	۱۶۰	حصے نکالنے کا طریقہ	۱۸۶	عول والے عددون کا بیان	۲۱۰
ناناکی میراث	۱۶۱	مفید نقشہ حصۂ مقررہ ذوی الفروض	۱۸۷	اشتباہ اور اسکا جواب	۲۱۱
فاسد نانے دادے	۱۶۴	قاعدہ تقسیم کا	۱۸۸	آخری سوال جواب اور قاعدہ	۲۱۲
ذکر صحیح وفاسد نانی نانا دادی	۱۶۵	سمجھانے کے لئے مثالین	۱۹۰	تصحیح کا مختصر قاعدہ	۲۱۳
نقشہ ذوی الارحام درجہ دوم	۱۶۶	سہام لگانے کا قاعدہ	۱۹۱	جو شخص نہ مرد ہے نہ عورت	۲۱۵
ذوی الارحام درجہ سوم بھائی بہنون کی اولاد	۱۶۷	مثالین ۔ سوال	۱۹۳	حمل کی میراث	۲۱۶
قاعدے اور کار آمد مثال	۱۶۸	سوال کا جواب	۱۹۴	عجیب قابل دید حاشیہ	۲۱۶
مفید سوال وجواب	۱۷۰	فائدہ اور قاعدہ	۱۹۵	مفید مثالین	۲۱۷
ذوی الارحام درجہ سوم نمبر دوم	۱۷۱	عول کا بیان	۱۹۵	حمل کا پیٹ مین مرجانا	۲۱۸
ذوی الارحام کا آخری درجہ	۱۷۲	دشواری کی مثال اور اسکا حل	۱۹۶	مسئلہ	۲۱۹
درجہ چہارم کی پہلی قسم اور اُنکے قاعدے	۱۷۳	شبہ اور جواب	۱۹۸	مفقود الخبر یعنی گم گشتہ	۲۱۹
ذوی الارحام کے مشکل بیان کی تفصیل	۱۷۸	رد کا بیان امثال وقاعدہ	۱۹۹	قابل دید مثالین	۲۲۰
مان باپ کی طرف کے ذوی الارحام کی باہم تقسیم	۱۸۰	فرائض کے مسائل لکھنے کا طریقہ	۲۰۲	گم شدہ کی زوجہ کا مسئلہ	۲۲۱
فرق ذوی الارحام کا خاتمہ قسم دوم	۱۸۲	مفید تنبیہات	۲۰۴	متفرق مسائل	۲۲۳
ذوی الارحام درجۂ چہارم قسم سوم	۱۸۳	فرائض کے مسئلہ کی نقل وصورت	۲۰۵	خاتمۂ کتاب ۔ تمت بالخیر	۲۲۴
مناسخہ کا بیان	۲۲۵	مناسخہ کی مثالین	۲۴۴	فائدہ	۲۴۹

اضافہ

ضمیمہ تصحیحات مفید الوارثین

ورسالہ میراث المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق سبحانہ تعالیٰ شانہ کی ذات جو حمد و ثنا کی اصلی مستحق ہے اُسکی حمد کسی ناچیز و ناکارہ سے کیسے ہو سکتی ہے جب اُسکا برگزیدہ اور برحق رسول سیّد الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین خود فرماتا ہے کہ مین حق ثنا ادا نہیں کر سکتا۔ اسلئے اپنا مدعا شروع کرتا ہون بندہ نے اپنے طفلانہ شوق سے اُردو کے دو چار مختصر رسالے لکھے تھے ناواقفون کو اُن کا عیب نظر نہ آیا۔ بزرگون نے چشم پوشی فرمائی اسلئے جرأت ہوگئی اور روز بروز ان کی تعداد بڑہتی رہی گو حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔ انہیں رسالون میں ایک مختصر رسالہ میراث المسلمین ہے اسکی نسبت بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر مضمون کسی قدر بڑہا دئے جاوین تو بہتر ہو۔ مجھے بھی مناسب معلوم ہوا لیکن چونکہ اُسپر بڑے بڑے مقتدر علمانے اظہار خوشنودی کے علاوہ تصدیق و تصحیح بھی فرمادی تھی اور میری دانست مین وہ رسالہ نہایت مقبول و متبرک ہو گیا تھا لہذا اُس مین کچھ اضافہ کر کے مخدوش کرنا اور ترتیب توڑ نا گوارا نہ ہوا بلکہ مستقل مفصّل رسالہ فرائض کا بنام مُفِیدُ الْوَارِثِین لکھدیا جسکو میراث المسلمین کی شرح کہیں تو بیجا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو بھی پہلے رسالہ کی طرح مقبول فرمادے اور میرے شفیق بزرگان مدظلہم العالی کی تصدیق و تصحیح سے مزین کرادے (آمین)

احقر نے مثل اپنے دیگر رسالون کے یہ رسالہ بھی محض اردو خوان ناواقف کم استعداد مسلمانو نکے لئے لکھا ہے لمبی لمبی عبارتین اور موٹے موٹے الفاظ لکھے ہین اور ایک ایک بات کو مکرر سہ کرر یاد دلایا ہے اور کئی کئی طرح سمجھایا ہے۔ اگر اہل علم کبھی مطالعہ فرمادین تو اس طول فضول اور تکرار بے سود سے نہ گھبرائین۔ یہ عبارتین آپکے نزدیک طول و فضول معلوم ہوتی ہین اسلئے

کہ آپ پہلے سے ان مسائل کو سمجھے ہوئے ہین کسی ناواقف کم استعداد سے پوچھئے کہ اُسکو باوجود اسقدر صراحت اور طول کے بھی بہت سے شک رہجائینگے۔ یہ ظاہر ہے کہ اہل فہم حضرات اگر چاہیں تو انھین قواعد کو اس سے مختصر الفاظ و عبارت مین بخوبی سمجھا سکتے ہین لیکن اس پر بندہ قادر نہیں۔ قواعد کلیہ کا سمجھنا چونکہ عوام پر دشوار ہوتا ہے اسلئے جہان تک ممکن ہوا ہے جزئیات لکھدئے ہین چنانچہ جس جگہ پوتی کا حال لکھا گیا ہے کہ وہ اپنے برابر والے اور نیچے کے پوتے کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہان آپکو یہ بات بخوبی ظاہر ہوجائیگی اگرچہ اور بھی جابجا اسکی رعایت کی ہے۔ ایک ایک قاعدہ کی کئی کئی مثالون سے یہ فائدہ ہے کہ بہت سے مسائل جزئیہ کا ذکر آجائے اور اگر کوئی مثال کسی کے حسب حال نکل آوے تو فائدہ ہو۔ بجائے اسکے کہ آخر مین بہت سے مسئلے اور سوال و جواب بڑہائے جاتے مثالون کی تعداد بڑہادی ہے اس سے قاعدہ بھی سمجھ میں آجائے گا اور بہت سے مسائل بھی خاص طور سے معلوم ہوجائین گے چونکہ اصل غرض اس کتاب سے ان لوگون کو فائدہ پہونچانا ہے جو فرائض سے بالکل ناواقف اور باقاعدہ اُسکو حاصل کرنے سے عاجز ہین اسلئے وہی مسائل اور امور ذکر کئے ہین جو ضروری[1] اور عام فہم ہون یا حتی الوسع عام فہم کردئے گئے ہون۔

علاوہ بہت سے مختلف امور کے خاص تقسیم ترکہ کی نسبت کتاب سے اتنا معلوم ہوجائیگا کہ کس وارث کو کتنا حصّہ پہونچتا ہے اور کس کو کتنا۔ اب اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہون تو اُن مین باہم تقسیم کرنے کیلئے سہام لگانے کا پورا قاعدہ۔ یا اگر میراث تقسیم ہونے سے پہلے کچھ بعد دیگرے چند وارث مرگئے ہون اُن کا مناسخہ[2]۔ یہ باتیں اس کتاب میں نہیں لکھی گئی کیونکہ ناواقف اور عام لوگون کو نہین سمجھ سکتی اور جو طالب علم باقاعدہ پڑہنا چاہتے ہین وہ کتب عربیہ سے حاصل کرتے ہیں آج تک کسیکو دیکھا نہیں کہ اردو کی کتابین دیکھکر پورا فرائضدان بنگیا ہو کتب عربیہ میں بلکہ اردو کے رسالون میں بھی جب بیٹے پوتے کو لکھدیتے ہین کہ اسی طرح نیچے تک (یعنی خواہ پوتا ہو یا پوتے کا پوتا ہو یا اسکا بھی پوتا پڑپوتا ہو سب کا یہی حکم ہے ایسے ہی باپ دادا

[1] بعض جگہ اپنی فضول لپسندی اسکی پابندی نہیں ہوسکی اور کہیں جگہ کوئی نکتہ ولطیفہ اپنی طالب علمانہ طبیعت سے مجبور ہوکر لکھدیا ہے تاکہ اہل علم بھی کتاب کو بے لطف نہ سمجھین ۱۲ [2] دوبارہ طبع ہونے کے وقت دوستوں کے اصرار سے مناسخہ کی بحث کا اضافہ کردیا ۱۲

کے ذکر مین لکھتے ہین وان علا

(یعنی اگرچہ اوپر تک جائے یعنی دادا اور اُسکا دادا اور پھر اُسکا دادا) ہم جیسے کم عقل ناواقفوں کو اس اوپر اور نیچے کے اشارہ کو سمجھنے مین شاید دقت ہوا سلئے احقر نے بجائے اُسکے بیٹا پوتا سکڑ وتا لکھدیا ہے اور بعض جگہ صرف پڑپوتے تک لکھکر چھوڑ دیا ہے اور باپ دادے مین پڑدادا یا سکڑ دادا تک لکھکر باقی چھوڑ دیا ہے[1] کیونکہ دنیا مین خصوصًا اس زمانہ مین ایسے بہت کم لوگ ہین جنکے پڑدادا یا سکڑ دادا میراث لینے کے لئے زندہ بیٹھے ہوں اور نہ کوئی ایسا خوش قسمت ہے کہ اپنی زندگی مین پوتون کے پوتے اور پھر اُنکے پوتے دیکھے لہذا اولاد میں پڑپوتے اور سکڑپوتے سے زیادہ اور باپ دادا میں پڑدادا سکڑ دادا سے زیادہ لکھنا فضول سمجھا یہ اہل علم خود جانتے ہین اور ناواقفون کو اس سے زیادہ جاننے کی حاجت نہیں۔ جو قول مفتیٰ اور جمہور علمائے حنفیہ کا معمول بہا ہے احقر نے ہر جگہ وہی لکھا ہے اختلاف وخلاف لکھکر لوگون کا ذہن پریشان نہین کیا۔

اثنائے تحریر رسالہ مین ایک معتبر کتاب مذہب شیعہ کی ملگئی تھی۔ ارادہ تھا کہ حاشیہ پر جابجا اہل سنت اور شیعون کا اختلاف ظاہر کر دون تاکہ ساتھ ساتھ دو فرقون کے فرائض کا بیان ہوجائے لیکن چونکہ رسالہ پہلے ہی سے بہت طویل ہوگیا تھا اسلئے کچھ ارادہ ڈھیلا ہوا اور پھر اس خیال نے بالکل ہی ارادہ فسخ کرادیا کہ اہل سنت کو اسکی ضرورت نہین اور شیعہ صاحب میرے لکھے ہوئے کا کیون اعتبار کرین گے بشرط حیات ڈیڑھ سال[2] کے بعد بعض باتون مین تغیر کرکے اور کچھ مفید باتین بڑھا کر احقر انشاء اللہ تعالی پھر اسکو از سر نو مرتب کریگا۔ جن صاحبون کو اسمین کسی اور مضمون کی ضرورت معلوم ہو یا کوئی غلطی نظر آئے براہ عنایت بلاتکلف احقر کو مطلع فرمادین ممنونیت کیساتھ انشاء اللہ تعالی اسی طرح اصلاح کردی جائیگی۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ کے یہی مشہور معنی ہین اور مؤمنین صالحین کی یہی شان ہے۔

یہی بڑا احسان ہے کہ دیندار لوگ اس ناچیز رسالہ کو ملاحظہ کی عزت بخشین اسکے معاوضہ مین

---

[1] البتہ عصبات کی بحث مین دوسری طرح سمجھا دیا ہے ۱۲ [2] اتفاقات تقدیر سے پندرہ برس کے بعد دوبارہ طبع کی توفیق ہوئی اور مخلص حضرات نے جو اصلاح و ترمیم پیش کی اس پر عمل کیا گیا ۱۲ اصغر حسین ۱۳۴۳ھ

ناظرین سے حسب دستور دعا کی استدعا کرنا بیموقع ہے۔ ہان اگر وہ ازخود کرم فرما کر دعائے خیر سے یاد فرماوین تو بعید از نوازش نہ ہو۔

حدیث شریف مین ارشاد ہے کہ جو[1] مومن کسی کے لئے کر دعا کرتا ہے ایک فرشتہ اسکے لئے کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھکو بھی یہی نعمت نصیب کرے

ایک وہ زمانہ آئیگا کہ دنیا مین میرا کہین نشان نہ ہوگا میری شکستہ قبر کا کہین پتہ نہ ملیگا البتہ کتاب کو اگر خدا تعالیٰ نے شرف قبول بخشا تو یہ اُسوقت بھی آپکے ہاتھون مین ہوگی اور آپ کی دعا میرے عذاب کے تخفیف کا ذریعہ اور رفعت درجات کا سبب بنے گی۔

اب اصل کتاب شروع کرتا ہون اور دیباچہ کو اس دعا پر قایم کئے دیتا ہون

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

كتبہ فقیر سیّد اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی عفی عنہ

۲۵ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ

---

[1] سنن ابی داؤد۔ صفحہ ۲۲۱ مجتبائی ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب میراث و فرائض کے امور ضروریہ کا بیان

فصل اوّل علم فرائض کی فضیلت

علم فرائض نہایت شریف اور قابل قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اسکی تعلیم فرمائی ہے اور ہر ایک وارث کے حصّے کو جدا جدا مقرر و معین فرمادیا ہے اسلئے اسکو فرائض کہتے ہین (کیونکہ فریضہ کہتے ہین لغت مین امر مقرر شدہ و طے شدہ کو فرائض اسکی جمع ہے) اور اس مضمون کو بیان کرکے خدائے تعالیٰ نے فرمایا[۱] کہ اس طرز تقسیم کی حکمتون کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہین سمجھ سکتے اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان[۲] احکام کی تعمیل کرین گے ہم اُن کو جنت مین جگہ دینگے (جو اصل مقام حیات جاوید اور فلاح اُخروی کا ہے اور جسکا ہر اہل ایمان طالب ہے)

اور جو لوگ ہماری بات کو نہین مانینگے وہ دوزخ کے مستحق ہونگے (جو غضب خداوندی کا مقام ہے اور جس سے خائف رہکر پناہ مانگنا ہر مؤمن کا کام ہے) اور ان احکام کے خاتمہ پر فرمایا[۳] کہ ہم یہ صاف و صریح احکام اپنی طرف سے اسلئے مقرر فرماتے ہین تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہوجاؤ (کیونکہ مال و میراث کے بارہ مین عدل و انصاف سے کام لینا بڑا مشکل ہے۔ ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے) پس جبتک علم اور اُسکے بموجب عمل کرنا حسب ارشاد حق تعالیٰ شانہٗ

---

[۱] سورۂ النساء رکوع دوم ۱۲ [۲] القول الاوّل ان قولہ تلک اشارۃ الی المواریث ۵ تفسیر کبیر ۱۲ [۳] خاتمہ سورۂ النساء ۱۲ - اصغر حسین

باعث ہدایت و دخول جنت ہے اور اس سے ناواقف رہنے مین گمراہی کا خطرہ لگا ہوا ہے اور اس کے خلاف عمل کرنیکا نتیجہ دوزخ لکھا ہوا ہے تو اسکے سیکھنے سکھلانے اور عمل کرنے مین جسقدر فضیلت اور جسقدر تاکید ہو گی وہ اہل عقل سے مخفی نہین۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے حاصل کرنے اور تعلیم کرنے کی نہایت تاکید اور اس پر ترغیب فرمائی ہے

آپنے ایک فصیح و بلیغ پُر درد رقّت آمیز مؤثر وعظ مین فرمایا کہ اے لوگو! مین تم مین ہمیشہ نہیں رہونگا۔ فرائض کو سیکھ لو اور (یکے بعد دیگرے) لوگون کو سکھلاؤ۔ وہ وقت قریب ہی کہ وحی کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ (یعنی آپ کی وفات کے بعد وحی اور رسالت و نبوت سب ختم ہو جائے گی) اور علم کے معدوم ہونے کا وہ زمانہ آئے گا کہ دو آدمی ایک ضروری مسئلہ مین جھگڑتے ہون گے اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا[1]

دوسرے موقع پر فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو سیکھو اسلئے کہ وہ نصف[2] علم ہے اور سب سے پہلے جو علم میری اُمّت سے اُٹھالیا جاویگا وہ علم فرائض ہے۔ آپکے اس ارشاد کی تصدیق آنکھون سے نظر آرہی ہے۔ جو لوگ علمائے دین کھلاتے ہین ان مین بھی بہت سے اس متبرک علم سے عاری ہین

---

[1] امام احمد ترمذی و نسائی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور حاکم نے تصحیح کی ہے ۱۲ [2] فرائض کو نصف علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند وجوہ سے فرمایا (۱) آدمی کی دو حالتین ہین ایک زندگی دوسری مرنے کے بعد۔ دیگر علوم مین زندگی کے پیش آیندہ واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے اور فرائض مین بعد الموت کی حالت کا اس لحاظ سے فرائض نصف علم ہوا (۲) معاملات اور ملک کے بعض اسباب تو اختیاری ہین جیسے خرید و فروخت وغیرہ۔ اور بعض غیر اختیاری ہین جیسے میراث جن مین لینے والے اور دینے والے کا کچھ چارہ نہین خواہ مخواہ ایک کی ملک سے نکلکر دوسری کی ملک ہو جاتا ہے فرائض مین چونکہ غیر اختیاری سبب سے مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے لہذا فرائض نصف علم ہوا اور باقی نصف وہ ہے جسمین اسباب اختیاری سے مالک ہونے کی بحث ہے (۳) اسکی صورتین اور پیش آنیوالے مسائل اسقدر کثیر اور مختلف ہین کہ گویا دیگر تمام مسائل کے برابر اور مساوی ہین مسائل کی تعداد اور ذخیرہ مین گویا نصف حصہ دیگر مسائل کا ہے اور نصف فرائض کے مسائل کا (۴) احکام شرعیہ بعض قرآن و حدیث سے ثابت ہین اور بعض قیاس و اجتہاد سے اور فرائض کے مسائل سب قرآن و حدیث مستنبط ہین لہذا ایک خاص قسم اور بمنزلہ ایک نصف کے ہوئے (۵) چونکہ اسکے سیکھنے اور بتلانے مین بڑی مشقت و محنت ہوتی ہے پس گویا (باقی حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے بہت سے دیندار لوگ جو صوم وصلوۃ وغیرہ کے اکثر ضروری مسائل سے باخبر اور ادہر اُدہر کے بہت سے قصّوں سے واقف ہوتے ہین وہ فرائض کا ایک بھی مسئلہ نہیں جانتے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات تاکیدات کا اثر ہر زمانہ مین آپکی اُمّت کے علمائے کاملین پر بخوبی ہوا اور اُن لوگون نے خود بھی توجہ فرمائی اور دوسرون کو بھی سکھلایا اور رغبت دلائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے عالم فرائض حضرت زید بن ثابت تھے اور حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود و ابن عباس اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین اس فن مین خاص امتیاز رکھتے تھے فرائض کی مشکلونکو حل کرتے تھے اور قواعد ومسائل فرائض تعلیم فرماتے اور لوگون کو توجہ دلاتے تھے عول کا ضروری اور مفید قاعدہ عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا اور تمام صحابہؓ کے اجماع سے منظور ہوا حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جسطرح قرآن مجید کو سیکھتے ہو۔ کبھی فرماتے تھے کہ مسلمانو فرائض کو سیکھو اسلئے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اسکو فرائض بھی سیکھ لینا چاہئے یعنی جسطرح قرآن مجید سیکھنا ضروری ہے ایسے ہی فرائض بھی ضروری ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن سیکھے اور فرائض نہ سیکھے وہ ایسا ہے جیسے بے چہرہ کا سر ہو۔ یعنی بدون فرائض کے علم بے رونق اور بے زینت بلکہ بیکار رہتا ہے علمائے مجتہدین اور اُنکے بعد کے علمانے بھی اس ضروری علم کی طرف کچھ کم توجہ نہیں فرمائی ہر شخص نے صحابہؓ کے اصول کو لیکر اُسی کے مطابق ضابطے اور قاعدے تمہید کئے اور مسائل جزئیات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) علم فرائض نصف علم ہے جسقدر محنت تمام علوم پر کرنی ہوتی ہے اسقدر اس تنہا پر (۶) تو اب اس مین چونکہ کثیر ہے اسلئے تمام علوم کی برابر ثواب اسمیں حاصل ہوتا ہے۔ علمانے فرمایا ہے کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر دوسرے قسم کے سو مسئلون کے برابر ثواب ہوتا ہے ۱۲ من شروح الحدیث وبعضہا من کشف الظنون **لہ** ابن عباسؓ نے عمرؓ کی وفات کے بعد اختلاف کیا تھا ۱۲ **سے** یہ روایت دارمی شریف مین ہے یہ اس زمانہ کی نصیحت ہے جب لوگ معانی ومطالب احکام قرآن مجید کو دل سے سیکھتے اور شوق سے یاد کرتے تھے اس زمانہ مین قرآن کریم کی طرف توجہ ہے نہ فرائض کا خیال ۱۲ **سے** دارمی شریف ۱۲

اور احکام کو تحریر فرمایا۔ فقہائے حنفیہ نے اس مین خاص حصّہ لیا اور دیگر علما نے بھی کوتاہی نہین فرمائی چنانچہ علم فرائض علم فقہ کا ضروری جز بنکر تمام کتب فقہ مین داخل ہوگیا اور اسکے علاوہ گیارہوین صدی تک تقریبًا ستّر مستقل کتابین اس فن مین لکھی گئی جنمین چالیسؔ کے قریب اصل کتابین اور چوبیس شروح اور پانچ چھ حاشیئے۔ ان شروح و حواشی مین دو تین کے سوا باقی سب فرائض سراجی کے متعلق ہین جو امام سراج الدین بن محمود حنفی سجاوندی کی تالیف ہے اور اسلئے اسکو فرائض سجاوندی[1] بھی کہتے ہین۔ گیارہوین صدی کے بعد بھی حسب حیثیت زمانہ بہت سی تصانیف ہوئین اور آخری زمانہ مین فارسی کی مختصر کتابین اور پھر اُردو کے بعض رسائل لکھے گئے اور دیکھئے قیامت تک کسقدر کتابین لکھی جاتی ہین اور علماء کی کسقدر توجہ اسطرف رہتی ہے لیکن اسمین شک نہیں کہ علوم شریعت مین سب سے پہلے یہی علم دنیا سے مفقود و معدوم ہو جائیگا جیسا کہ پیشین گوئی فرمائی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فصل دوم میراث و فرائض کی حقیقت

یہ خاک کا پتلا جو بعض دفعہ ہمچومن دیگرے نیست کا نعرہ مارنے لگتا ہے بالکل معدوم تھا اُس موجود حقیقی جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسکو موجود کیا اور رحم مادری ہی سے اسکے لئے ضروری سامان مہیّا کرنا شروع کر دیا۔ آنکھ۔ ناک۔ دل۔ دماغ۔ سارے اعضا جو ایسی نعمتین ہین کہ دنیا کی کوئی نعمت اُنکے مقابل نہیں ہو سکتی اُسی اندھیری کوٹھری مین اسکو عطا فرماوے۔ غذا کا سامان سانس لینے کا راستہ ایسی حکمت سے رکھا کہ بڑے بڑے عاقلون کی عقل چکر کھا گئی جب باہر آنیکے قابل ہوا اور دنیا مین آیا تو اسکے پاس کچھ نہ تھا بالکل خالی ہاتھ۔ غریب لوگ کس شمار مین ہین وہ بڑے بڑے جاہ و حشمت والے رئیس اور ملک و دولت والے عظیم الشان بادشاہ

[1] یہ کتاب وقت تصنیف سے آج تک نہایت مقبول و متداول اور ہمیشہ درسیات مین داخل رہی ہے شہرت و قبول کی یہی کافی دلیل ہے کہ بیس پچیس شروح اور شرحون پر حواشی لکھے گئے اور محشی و شارح بھی کوئی معمولی اہل علم نہیں بلکہ علامہ تفتازانی جیسے علمائے نامدار اور سید شریف جرجانی جیسے فخر روزگار ہین۔ اصل کتاب کی طرح سید صاحب کی شرح کو بھی قبولیت عامہ نصیب ہوئی اور اسپر متعدد حواشی لکھے گئے ۱۲

جنکے غرور وتکبر کا کچھ ٹھکانا ہی نہین رہتا جب پیدا ہوئے تو سر پر ٹوپی تھی نہ پانوٗن مین لیترا نہ بدن پر چیتھڑا۔ غور کرو یہ سب سامان کس نے دئے۔ اور کیون دئے۔ ہمارا کوئی حق اُسکے ذمے پر واجب تھا۔ چھوٹی سے لیکر بڑی تک سب چیزین اُسنے مرحمت کین جسکو ہم بھول گئے اور محض اپنے فضل وعنایت سے دی نہ کسی کا حق واجب تھا نہ احسان نہ معاوضہ نہ تاوان بہت سی چیزین تو اسکے لئے ہزارون برس پہلے سے تیار تھی اور اس سے پہلے آنیوالون کے استعمال مین آرہی تھی اور اُسکی آمد کی منتظر تھی۔ آسمان۔ زمین۔ دریا۔ پہاڑ۔ ہوا۔ آگ۔ چاند۔ سورج جیسے عظیم الشان مخلوقات۔ گویا دست بستہ کھڑے تھے کہ آنیکے ساتھ ہی خدمت مین مصروف ہوگئے اور پوری طرح زمین پر پانوٗن بھی نہ رکھا تھا کہ تمام اسباب راحت وضرورت رفتہ رفتہ ایسی طرح مہیّا ہوگئے کہ اسکو اصلی منعم کا خیال بھی نہ آیا اور اپنے ظاہری اختیار اور قبضہ وقدرت کو دیکھکر پورا مختار اور اصلی مالک ہونیکا خیال بندھ گیا لیکن بہت جلد اسکو اپنی خام خیالی معلوم ہوگئی اور اسکا یہ گمان غلط نکلا اور اس بارونق سرائے کے مستعار اسباب سے جی بھر کر نفع نہیں اُٹھایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجا اور رخصت کی گھنٹی نے چونکا دیا اور جبرًا روانگی کا سامان شروع ہوگیا اس سرائے ناپائدار مین گو اتفاقیہ آیا تھا اور کبھی کبھی آہستگی سے کان مین یہ آواز آجاتی تھی کہ یہ سب چیزین چندروزہ اور مستعار ہین ہمیشہ یہان رہنا نہین ان چیزون سے دل نہ لگانا لیکن یہان آکر کچھ ایسی دلچسپی ہوگئی تھی کہ دنیا چھوڑنے اور یہان سے جانے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔ بہت ہاتھ پانوٗن مارے حیلے حوالے عذر معذرت سب ہی کچھ کئے مگر شنوائی نہوئی ؎

خدا کے حکم کے آگے کسیکی چل نہیں سکتی گھڑی وعدے کی جسدم آن پہونچی ٹل نہیں سکتی

وعدہ برابر ہوگیا حکم ناطق آگیا سارے سامان دہرے رہگئے اور یہ روانہ ہوگیا نہ کوئی چیز ساتھ لی نہ کچھ ہمراہ۔ جیسے تنہا شکم مادر سے باہر آیا تھا اسی طرح بیک بینی ودو گوش چلدیا ؎

تھا جو مشغول ہوس تعمیل فطرت چھوڑکر چلدیا وہ آج سب ہستی کے سامان چھوڑکر

بظاہر سمجھا یہ جاتا ہے کہ دو چار گز کپڑا اسا تھ سے گیا لیکن غور کروگے تو معلوم ہوجائیگا کہ وہ بھی اسکا نہین اس مہمانسرائے دنیا مین جو چیزین اسکو مستعار دی گئی تھی اسکی طرف سے سب بیکار ہوگئی کیونکہ وہ

سلہ مسئلہ اگر بالفرض کوئی مردہ زندہ ہوکر واپس آجائے تو وارثون کے پاس سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے ۱۲ درمختار

ایسی جگہ نہین گیا جہان سے واپس آئے اب تو وہ کبھی سلام پیام بھی نہ بھیجے گا لوٹ کر آنیکا تو ذکر کیا ہے۔ آپ فرمائیے کہ یہ تمام سامان اور ساری چیزین کسیکو دیجائین جسمین کچھ بھی عقل ہوگی وہ فوراً کہدیگا کہ اصلی و حقیقی مالک کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے دلوا دے اور جسطرح مرضی ہو صرف کرے۔ پس اُس علیم و حکیم مالک حقیقی کے حکم سے اِن پس ماندہ چیزون پر دوسرے لوگون کا استحقاق اور ملک ثابت ہوجانیکا نام **میراث** ہے اور موجودہ رشتہ دارون کے جو حقوق اور حصّے خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہین یہی فرائض[۲] ہین

اس رحمان و رحیم مہمان نواز کی مہربانی دیکھو کہ اسکی پس ماندہ چیزین ابتداہی سے بطور خود تقسیم نہین کی بلکہ کچھ عرصہ تک اسی رخصت ہونیوالے مسافر کو اختیار دید یا تھا کہ جسطرح مناسب سمجھے اپنے والدین اور رشتہ دارون پر اپنا مال تقسیم کر جائے۔ (یعنی دین محمدی کے ابتدائی زمانہ مین مال چھوڑنے والے شخص پر فرض تھا کہ موت کے قریب اپنے والدین اور اقرباکے لئے اپنی مرضی سے مناسب طریقہ پر وصیت کر جائے کہ اسقدر فلان کو دیا جائے اور اسقدر فلان کو) لیکن اسقدر عرصہ کے تجربہ سے جب خدا تعالیٰ نے لوگون کو دکھلادیا اور انکو یقین کرادیا کہ پورا عدل و انصاف انسانی طاقت سے باہر ہے رو داری و لحاظ و مروّت کیوجہ سے کچھ نہ کچھ بے انصافی ہوہی جاتی ہے تو اس انسان مسافر و مہمان کے ہاتھ سے یہ اختیار نکال لیا اور اس کام کا خود متکفل ہوا اور اسقدر اہتمام کیا کہ بلاواسطہ مَلَکِ مقرب و بلا تشریع نبی مرسل ہر ایک مسافر آخرت کے پس ماندہ مال کو اپنے خاص حکم سے تقسیم فرماکر اُسکے پس ماندون کے حصّے خود مقرر و منضبط فرمادئے (یعنی وارثون کے لئے وصیت کرنیکا حکم منسوخ فرماکر صاف صاف حصّے وارثون کے قرآن مجید مین تجویز فرمادئے) میراث و فرائض کی حقیقت کے بیان سے آپکے خیال مین آگیا ہوگا کہ میراث و توریث کوئی اختیاری امر نہین بلکہ الحاقی ہے کہ بلا اختیار مورث اور وارث کے خواہ مخواہ ثابت ہوجاتا ہے۔ جب بھلا شخص مرجائیگا تو جس جس شخص کو جس مقدار مین اُسکا قائم مقام اور نائب بنادیا ہے بنجائیگا خواہ مرنیوالا اسکو پسند کرے یا نہ کرے اور لینے والا اسپر راضی ہو یا نہ ہو اگر وارث کسی[۳] وجہ سے چاہتا ہے کہ

---

[۱] مسئلہ۔ اگر بالفرض کوئی مردہ زندہ ہوکر واپس آجائے تو وارثون کے پاس سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے ۱۲ در مختار

[۲] فرائض جمع فریضہ کحدائق جمع حدیقہ والفریضۃ بمعنے المفروضۃ ای مقدراً و معلوماً۔ او مقطوعاً عن غیرہم ۱۲ فتح الباری

[۳] مثلاً کسی شخص نے اپنے وارث سے جھگڑے اور لڑائی کے وقت قسم کھائی کہ اگر مین تیرا کچھ بھی مال میراث (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

مین فلان شخص کے مال سے حصّہ نہ پاؤن اور اسکا مالک نہ بنون تو اُسکی آرزو سے کچھ نہین ہو سکتا جب وہ شخص مال چھوڑکر مریگا تو یہ شخص خود بخود شرعًا اُسکا مالک ور وارث ہو جائیگا خواہ قبول کرے یا نہ کرے (البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ مالک بننے اور لینے کے بعد کسی دوسرے کو عطا کر دے اور خود نہ رکھے) علیٰ ہذا القیاس اگر مورث چاہتا ہو کہ فلان وارث میرے مال سے محروم رہجائے اور اسکو حصّہ نہ ملے تو اسکی خواہش سے کچھ نہین ہو سکتا اسکے مرنے کے بعد وہ شخص جو شرعًا وارث ہے ضرور مالک ہو جائیگا اور جسقدر حصّہ اُسکو شرعًا پہونچتا تھا پہونچے گا

اگر بالفرض اس مورث نے عاق نامہ بھی تحریر کر دیا کہ مین اپنے فلان وارث سے (بیٹا ہو یا بیٹی یا اور کسی قسم کا وارث ہو) فلان وجہ سے ناراض ہون وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رکھا جائے تو بھی وہ شخص شرعًا محروم نہ ہوگا اور حصہ مقررہ فرائض اسکو پہونچے گا۔ ایسے ہی اگر خلاف قاعدۂ شرعی اپنے مال ورترکہ کی نسبت زبانی یا تحریری فیصلہ کر دیا کہ میری وفات کے بعد اسطرح تقسیم ہو یعنی شرعی حصّون سے کم وبیش مقرر کر دیا تو یہ فیصلہ اسکا بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہوگا میراث حسب قاعدہ شرعی تقسیم ہوگی اور اس ظلم کا گناہ بے لذت اسکے سر پر رہیگا

ضرورت اور مجبوری مین کسی وارث کو محروم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ موجودہ سامان و جائداد جن لوگون کو دینا چاہتا ہے زندگی ہی مین اُنکو دیکر اُن کا قبضہ اور تصرف کرا دے اسکے مرنیکے بعد جب کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث جاری ہوگی نہ کسیکو حصّہ ملیگا

لیکن جب ہم کو یہ معلوم ہے کہ اس سراپا احتیاج فقیر و مفلس انسان کو جو کچھ نقد و جنس مال و متاع زمین و مکان خدائے تعالیٰ نے مستعار دیا تھا اسکے رخصت ہونیکے بعد خود ان چیزون کا انتظام فرما دیا ہے تو تم نہایت افسوس کروگے اس ناشکر و ناسپاس شخص کی حالت پر جو خلاف حکم مالک حقیقی ان چیزون میں تصرف کرے اور اس احکم الحاکمین کے قواعد و انتظام کو توڑکر تدبیر اور حیلون سے بلا اجازت شریعت اصلی وارثوں کو محروم کر دے یا اُن کے حصے مین خلل ڈالے تف ہے اسکے افعال ناشائستہ پر اور نفرین ہے اسکی حرکات ناشائستہ پر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مین لیلی تو زوجہ کو طلاق ہے اب مورث کے انتقال پر یہ شخص بلا اختیار اسکے مال کا مالک ہو جائیگا اور زوجہ پر طلاق پڑجائیگی

سلہ یہانتک کہ اگر کوئی وارث اپنے حق کو لینے سے گریز کرے تو حاکم و قاضی کو اختیار ہے کہ جبرًا اسکے مکان مین پہونچا دے لاحاشیہ ختم

ایک صحیح حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی مین مشغول رہتے ہیں لیکن موت کے وقت میراث مین وارثون کو ضرر پھونچاتے ہین (یعنی بلا وجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کر دیتے ہین یا حصہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصون کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ مین پھونچا دیتا ہے[^1]۔

دوسری حدیث مین ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کریگا اللہ تعالیٰ اسکو جنت سے محروم فرمادین گے۔

ہندوستان کے بعض جاہل مسلمانون مین لڑکیون اور نکاح ثانی کرنیوالی عورتون کو میراث سے محروم رکھنے کی کافرانہ اور نہایت معیوب رسم اب تک جاری ہے۔ شادی۔ غمی وغیرہ تقریبات مین کچھ نقد وجنس انکو دیکر بطور اشک شوئی معاوضہ ادا کر دیا جاتا ہے اور میراث وترکہ پر مرد قابض و مالک رہتے ہین۔ بعض اضلاع مین جب منجانب سرکار انگریزی اراضی کا جدید بند وبست ہوتا ہے تو وہان کے مسلمان رئیسوں اور زمینداروں سے دریافت کیا جاتا ہے کہ تم بقاعدۂ شریعت ترکہ تقسیم کرانا چاہتے ہو یا حسب رواج سابق صرف بیٹونکو جائداد دلوانا چاہتے ہو۔ ان مین سے اکثر ناخدا ترس ناعاقبت اندیش لوگ منوجی[^2] کے قاعدے اور مشرکان عرب[^3] کے رواج کو قانون خداوندی اور شریعت محمدی پر ترجیح دیکر اپنی جائداد و مال کو رواج کے موافق تقسیم کرانا پسند کرتے ہین اور عورتون کو محروم[^4] لکھوا دیتے ہین اسیطرح قانون پاس ہوجاتا ہے اور اُن لوگون کے انتقال پر اسی طرح عملدر آمد اور داخل خارج ہوتا ہے اور وہ غافل لوگ احکام خداوندی کے خلاف کرنے کی سزا مین اور شریعت محمدیہ سے سرتابی و سرکشی کرنے کے وبال مین فوراً دوزخ مین داخل ہوجاتے ہین کیونکہ احکام میراث کی نافرمانی کرنے کی نسبت خدائے تعالیٰ نے صاف یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ[^5] فرمادیا ہے اب دیکھئے وہان سے نکلتے ہین یا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پس پشت ڈالکر ایک کافرانہ رسم پر عملدر آمد کرنا کوئی معمولی خطا نہیں ہے نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجہ کا

[^1]: مشکوۃ شریف از احمد و ترمذی و ابوداؤد وغیرہ ۱۲
[^2]: ہنود کا مشہور پیشوا گذرا ہے ۱۲
[^3]: بیوہ اگر نکاح ثانی نکرے تو کھانا کپڑا شوہر کی جائداد سے ملتا ہے ورنہ بالکل محروم کر دیتے ہین افسوس ۱۲
[^5]: اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ مین داخل فرمائیگا جہان وہ مدتون رہیگا اور نہایت ذلیل کرنیوالا عذاب پائیگا ۱۲

جُرم ہے بلکہ کفر تک پہونچ جانیکا اندیشہ ہے۔ ہزار افسوس ہے ایسے مسلمانون کی حالت پر اور نہایت حسرت ہے اُن کی غفلت پر۔ علمائے اہل اسلام اور دیگر مسلمانون سے جہانتک ممکن ہو ایسی رسم کو مٹانا اور اُن مسلمانون کو سمجھا کر عذاب آخرت سے بچانا لازم وضروری ہے پہلے ظاہر ہوچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام سامان اور سب نعمتین بلا ہماری قدرت و اختیار کے اور بلا کسی قسم کے استحقاق کے محض اپنے فضل و کرم سے دفع تکلیف اور رفع ضرورت کے لئے چند روزہ مستعار عطا فرمادی تھی پس اگر انسان کے مرنیکے بعد ایسے لوگون کو ان چیزون کا مالک بنایا جاتا جنکو اس رخصت ہونیوالے سے کچھ بھی علاقہ نہ ہوتا اور بالکل غیر ہوتے تب بھی کوئی بے انصافی اور ظلم نہ ہوتا لیکن اُسکے فضل کے قربان جایئے کہ اُسنے ان چیزون کے عطا فرمانے مین علاوہ انسانی اور اسلامی تعلق کے ہمیشہ کسی خاص تعلق وخصوصیت کا لحاظ فرمایا ہے اور بالآخر قرابت ورشتہ داری کے تعلق پر میراث کو منحصر کردیا[1] تاکہ انسان نادان کو ان مستعار چیزون کے چھوٹنے کا زیادہ غم نہ ہو (جنکو عرصہ دراز کے استعمال اور مدت طویل کے قبضے کی وجہ سے اپنی ذاتی ملک سمجھنے لگا تھا) اور یہ سمجھکر تسلی پائے کہ خیر مجھسے چھوٹی تو میری اولاد وغیرہ عزیز واقربا کے کام آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے مال مین میراث جاری نہین ہوتی۔

انبیاء کے وارث نہونیکا بیان

انبیاء علیہم السّلام کی دوربین اور حقیقت شناس نظرون پر غفلت کا پردہ نہیں تھا خداوند تعالیٰ کے مالک ومتصرف حقیقی ہونیکا مشاہدہ اور یقین کامل انکو حاصل اور اسباب دنیا کے مستعار ہونے اور انسان کے مسافرانہ حالت کا نقشہ انکو پیش نظر رہتا تھا۔ خود بھی یہی سمجھتے تھے اور دوسرون کو بھی یہی تعلیم فرماتے تھے۔ ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھکو دنیا سے بس ایسا ہی تعلق ہے جیسے ایک سوار تھوڑی دیر درخت کے سایہ مین

[1] اور پھر اس پر یہ مزید احسان کہ میراث کا مال جو وارثون کو پہونچتا ہے اس مین بھی میت کو مثل صدقہ کرنے کے ثواب ہوتا ہے کذا فی المسلم وشرحہ للنووی ۱۲

ٹھیرے اور چلدے اور فرمایا کہ دنیا مین ایسے بسر کرو جیسے کوئی مسافر کسی جگہ ٹھیر جائے یا راستہ پر چلا جاتا ہو۔ لہذا انبیار کو اس سامان دنیا سے کچھ بھی دلچسپی نہ ہوتی تھی نہ زندگی مین یہ حسرت تھی کہ ہمارے اقربا کا متروکہ ہمکو دیا جائے اور نہ بوقت وفات اپنے سامان کے چھوٹنے کا کچھ قلق وافسوس ہوتا تھا اسلئے انکو کسی طفل تسلی کی ضرورت نہ ہوئی کہ مال انکے وارثون پر تقسیم کیا جائے اسلئے قانون الٰہی مین نہ انبیار کا پس ماندہ مختصر اسباب ترکہ تقسیم ہو کر انکے وارثون کو پھونچتا ہے اور نہ انکو اپنے اقربا کی میراث سے حصّہ ملتا ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیأ کا یہ حال باین الفاظ ظاہر فرمایا۔

اِنَّا مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ۔ یعنی ہم نبیون کے مال مین میراث جاری نہین ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہین اُسکا حکم صدقہ کی مانند ہے۔ یعنی تمام مسلمانون کا حق ہے ایسے امور مین صرف کیا جائے جس سے عام مسلمانون کو نفع پھونچے اور خاص اپنی نسبت یہ ارشاد فرمایا

لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ
یعنی میرے وارث کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کرین گے جو کچھ میری عورتون کے ضروری خرچ اور جائداد کے کارکن کی اجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے چنانچہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین اسی ارشاد پر عمل ہوا۔ درہم ودینار نہ آپنے چھوڑا نہ کسی نے تقسیم کیا آپکی بیٹیین کوئی پوری ہوگئی کسیقدر زمین اور درخت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے

سلہ اکثر علما کا یہی قول ہے کہ انبیار کے مال مین میراث نہین چنانچہ ابوبکر رضہ نے بھی فرمایا ہے لا انبیا لا یرثون بعض علما کے نزدیک یہ صرف جناب سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے چنانچہ عمر رضہ کے قول سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم میراث سے مخصوص ومستثنی ہین باجماع صحابہ واتفاق علما ۱۲ سلہ اخرجہ النسائی ولم تثبت الرواية بلفظة نحن كما هو مشهور وقوله لا نورث بفتح الراء على البناء للمجهول ولوروى بالكسر لكان صحيحا وصدقة مرفوع على الخبرية ورد على الشيعة انها منصوبة على ان ما نافية وقال البعض يحتمل ان يكون قوله ما تركنا صدقة مفعولا ثانيا لقوله لا نورث اى لا نورث الشئ الذى تركنا صدقة ورد الوجهان بالطرق الثابتة بالرابع ويؤيده قوله عليه السلام ما تركت بعد نفقة نسائى ومؤنة عاملى فهو صدقة وايضا فى الاحتمال الثانى لا تبقى خصوصية الانبياء لان من جعل له صدقة لا ترثه ورثته كان نبيا اولم يكن كتبه بالعربية للمتقين بهذه الحاشية عارفون بالعربية فتح دكبير ۱۲ سلہ دو تسر سے ہین دیعنی مشہور تیم

اسکو تقسیم کرانیکا ارادہ کیا تھا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُسکے تقسیم ہونے اور میراث مین دئے جانے کی درخواست بھی فرمادی تھی لیکن جب ان بزرگ بیبیوں کو خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسکی نسبت معلوم ہو گیا تو کسی نے پھر اُسکا خیال نہیں کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تو پھر تمام عمر اسکا ذکر بھی نہین کیا۔ زمین کی پیداوار مین سے آپکے ارشاد کی موافق آپکی ازواج مطہرات کا نفقہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہتا وہ رفاہ عام کے کامون اور جہاد وغیرہ کے ساز و سامان مین صرف ہوتا رہا اور آپ کے عزیز و اقارب نواسون وغیرہ کو بیش قرار وظیفے اور بڑی بڑی تنخواہین مال غنیمت وغیرہ سے ملتی رہی۔ حضرت ابو بکر و عمر کے بعد حضرت عثمان اور حضرت حسن کی خلافت مین بھی اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

انبیاء علیہم السلام کی میراث وارثون پر تقسیم نہ ہونے مین ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء چونکہ بہ حیثیت نبوت و بہ لحاظ ہدایت تمام اُمّت کے روحانی باپ ہوتے ہین اور سب کے ساتھ یکسان علاقہ اور اُنپر مساوی شفقت رکھتے ہین لہذا اُنکے پس ماندہ مال و ترکہ کو صدقہ عامہ قرار دیا گیا جو بلا انتہا حُر و عبداء بغیر فرق صالح و فاسق اور بدون لحاظ قریب بعید عام مسلمانون کی مصالح مین خرچ ہوا اور سب کے کام آوے کیونکہ ذرہ ذرہ تقسیم کرنا دشوار ہوتا اور اگر خاص جماعت اقربا کو میراث پہونچتی تو اُسکے ساتھ علاقہ خاص کا اظہار ہو کر دیگر امتیون کے لئے ایک طرح دل شکنی کا باعث ہوتا علی ہذا القیاس اگر اقربا کی میراث انبیاء کو دلوائی جاتی تو بھی وہی خاص علاقہ ثابت ہوتا جو شفقت عامّہ کے بظاہر مخالف تھا۔

نیز چونکہ انبیاء احکام خداوندی کو بلا کسی غرض کے پہونچانیوالے اور ناصح مشفق ہوتے تھے اور بآواز بلند علی الاعلان کہتے تھے کہ ہم اپنی نصیحت و ابلاغ و خیر خواہی کا تمسے کوئی معاوضہ نہین مانگتے ہم تمسے مال طلب نہین کرتے،، اب اگر وہ کسی وارث کی میراث مین سے حصّہ پاتے تو دشمنون کو کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھئے اپنی اُمّت سے مال حاصل کیا دکیونکہ انبیاء کے اقربا بھی تو اُن کی اُمت مین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۔ کہ میرے وارثون کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کرنا چاہئے جو کچھ ازواج کے نفقے اور کارکن کی اجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے۔ عامل جو اس روایت مین ہے اُسکے چند معنے ہوسکتے ہین۔ کارپرداز خلیفہ۔ خادم۔ گورکن یعنی قبر کھودنیوالا وان اردت لطائف الحدیث وتفصیل المقام فعلیک بفتح الباری ۱۲ منہ ؎ نیہ نظر کما لایخفی ۱۲ منہ

داخل ہوتے ہین اور جب انبیاء کی میراث اُن کے وارثون کو پھونچتی تو مخالفین کو شبہ ہوتا کی گنجائش تھی کہ اپنے عزیزون کے لئے مال جمع کر کے رکھ گئے۔ اب اس اعتراض اور شبھے کی جڑ ہی کٹ گئی نہ کسی سے مال لیتے ہین نہ دیتے ہین اور اگر بالفرض لین اور جمع بھی کرین تو اُس سے انکو کوئی ذاتی نفع نہ پھونچے بلکہ سب مسلمانون کا حق ہو جائے[۱]

اعتراض۔ حضرت زکریا علیہ السّلام نے دعا فرمائی تھی یا خداوند تعالیٰ مجھکو ایسی اولاد عطا فرما جو میری وارث ہو[۲]۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءؑ کے مال مین میراث جاری ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ[۳] یعنی سلیمان علیہ السّلام اپنے والد داؤد علیہ السّلام کے وارث ہوئے۔ اس سے دونون باتین معلوم ہوئیں کہ انبیاء کے مال مین میراث جاری ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السّلام کو اُنکے عزیزون کی میراث پھونچتی ہے کیونکہ داؤد و سلیمان علیہما السّلام دونون باپ بیٹے نبی تھے

جواب[۴]۔ ان مواقع مین مال و اسباب کا وارث ہونا مُراد نہیں بلکہ وہ علمی وراثت مُراد ہے جو ایک نبی سے دوسری نبی کو پھونچتی ہے۔ زکریا علیہ السّلام کی بھی یہی دعا تھی کہ مجھکو ایسی اولاد مرحمت ہو جسکو نبوت بھی عطا فرمائی جائے تاکہ حکمتہائے ربانی اور علوم خداوندی کو مجھسے بطور میراث کے حاصل کرے اور میرے بعد لوگون کو سنبھالے جواب دیا جاسکتا ہے کہ ان آیات مین میراث کے مشہور و معروف معنے مراد نہیں بلکہ بعض جگہ صرف جانشین کرنا اور بعض جگہ دینا اور کسی جگہ لینا مُراد ہے لیکن یہ جانشینی اور دنیا لینا بطور میراث نہین چنانچہ قرآن مجید مین ان آیات کے علاوہ دوسری جگہ بھی دینے لینے اور جانشین کرنے کے معنی موجود[۵] ہین

[۱] احکام خداوندی کی حکمتون کا حصر و شمار نہین ہو سکتا چنانچہ انبیاء کے وارث نہ ہونے کی دو تین مصلحتین احقر نے نقل کی جو اس مقام کے مناسب تھی علاوہ انکے علمائے محققین نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کو چونکہ ایک اعلیٰ قسم کی حیات اخروی حاصل ہے لھذا وہ عام لوگون کے مانند مُردہ شمار نہین ہوتے اور اسی حیات کا اثر ہے کہ اُن کی میراث تقسیم نہین ہوتی اور اسی حیات کی تاثیر ہے کہ اُن کے اجسام مبارک گلنے سڑنے سے محفوظ رکھے گئے اور ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اُخروی چونکہ سب سے زیادہ قوی اور روشن تھی اسلئے اُسپر اسکے علاوہ اور بھی بعض ثمرات مرتب ہوئے مثلاً یہ کہ آپکی وفات کے بعد آپکی ازواج مطہراتؓ کے بعد نکاح ثانی کرنا اسی طرح حرام رہا جیسا آپ کی حیات مین حرام تھا اور ازواج مطہراتؓ کا نان و نفقہ بھی گویا آپ کے ذمہ واجب رہا اسلئے آپنے ازواج سے فرمادیا تھا کہ مجھے

اعتراض حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی لونڈی اُمّ ایمن آپکو میراث مین حاصل ہوئی تھین جنھون نے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپکو پرورش کیا ہے اور جنکا نکاح آپنے اپنے متبنی زید رضی اللہ عنہ سے کردیا تھا۔ نیز آپکو اپنی سب سے پہلے زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال کثیر میراث میں پہونچا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دوسرون کے مال سے میراث اور حصّہ مل سکتا ہے۔

جواب۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا چونکہ آپ کی والد ماجد کی لونڈی تھین اور ہمیشہ آپ کی خدمت مین رہتی تھین اسلئے سمجھا گیا کہ آپکو میراث مین پہونچی تھین[1] ورنہ فی الحقیقت وہ والد ماجد کے انتقال کے بعد حضرت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا صاحب اور والدہ صاحبہ کا حق اور حصّہ ہوگئی تھین ان دونون صاحبون نے بوجہ شفقت آپ کی خدمت مین رکھا اور گویا آپکو دیدیا اور پھر آپنے اُنکو آزاد فرمادیا علاوہ ازین یہ قصّہ اُس زمانہ کا ہے جبتک آپکو ظاہری اعتبار سے باضابطہ نبوت و رسالت عطا نہیں ہوئی تھی اُس زمانہ مین اگر آپکو میراث مل بھی جاتی تو کچھ تعجب نہ تھا کیونکہ بہت سے احکام اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۔ اپنی دفات کے بعد سب سے زیادہ تمہاری فکر ہے اور تمہارے ساتھ احسان و سلوک ہی کریگا جو نہایت کامل ہوگا۔ ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء کے وارثون کو کبھی اُن کی موت کی آرزو کا خیال اور وسوسہ بھی نہ آئے کیونکہ کبھی کبھی دلمین یہ خیال آجاتا ہے کہ اگر میرا فلان مورث مرجائے تو اسکا ترکہ اور مال ملجائے گو وہ اس خیال کو بہت جلد اپنے سینے سے نکالدے یعنی بمقتضائے بشریت ممکن تھا کہ کبھی انبیاء کے وارثون کے دلمین بھی اس قسم کا خیال آکر اُنکے لئے مضر اور باعث ہلاکت ہو پس اللہ تعالی نے میراث مین ان کا کچھ حق ہی نہ رکھا اور اس خفیف نقصان کو برداشت کراکر ایک بہت بڑے وبال سے بفضل خاص محفوظ کردیا فائدہ لطیفہ آپنے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَا تَحِلُّ لَنَا اور اِنَّا لَا نَاْکُلُ الصَّدَقَۃَ یعنی مجھپر اور میرے اقربا پر صدقہ حرام ہے اور دوسرے موقعون پر فرمادیا کہ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ یعنی انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہے ان دونون باتون کے ملانے سے معلوم ہوگیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کو آپ کی میراث لینا حرام ہے کیونکہ صدقہ اُن لوگون پر حرام کردیا گیا اور نبی کی چھوڑی ہوئی میراث صدقہ ہے ۱۲ من کتب المحققین [1] سولھوان پارہ شروع مریم ۱۲ [2] سورۂ نمل رکوع دوم ۱۲ [3] جو علما فرماتے ہین کہ وارث ہونا صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے دیگر انبیاء کا یہ حکم نہیں نہ اُنپر اعتراض پڑتا ہے نہ انکو جواب کی ضرورت ہے ۱۲ [4] وا ورثنہا بنی اسرائیل آپنے بنی اسرائیل کو فرعون کی قوم کا جانشین بنادیا۔ نورثہا من عبادنا من کان تقیا ہم جنت اپنے پرہیزگار بندون کو دینگے ہیں کنا نحن الوارثین۔ آخر ہم ہی لینے والے ہین [5] الصالحات مین اسی اعتبار سے لکھ دیا گیا ہے کہ امّ ایمن آپکو میراث مین ملگئی تھین ۱۲ منہ

خصوصیات جو نبی ہونے کے بعد لگ جاتے ہین نبوت سے پہلے موجود نہین ہوتے۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام مال و اسباب زندگی ہی مین آپ کی نذر کر دیا تھا تاکہ لوگ فقیری اور مفلسی کا طعنہ نہ دیسکین (سورہ والضحیٰ[1] مین اسی کی طرف اشارہ ہے) خدیجہ رض کی وفات کے بعد نہ کچھ ان کا ترکہ رہا نہ آپ کو میراث مین پہونچا جو کچھ تھا وہ ہمیشہ سے آپ ہی کا تھا

فصل سوم میراث کے اسلامی حکام نازل ہونیکا بیان

زمانۂ جاہلیّت کا ذکر

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جو غایت درجہ کے شرک و کفر اور ناشایستگی کا زمانہ لوگون پر گذرا ہے اسکو جاہلیّت کہتے ہین۔ زمانۂ جاہلیّت میں جہان اور طرح طرح کی ظالمانہ رسمین اور جاہلانہ خیالات (مثلاً لڑکیون کا زندہ در گور کر دینا۔ غلامون کے ساتھ سختی اور تشدد کرنا اُنکو چوپایون کے مانند ذلیل اور گویا غیر ذی روح جنس سمجھنا یتیموں کا مال کھانا طرح طرح کے باطل معبودون کی پرستش کرنا) شائع اور رائج تھی وہان ایک پرستم طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ مرنے والے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے جو پورے مرد۔ جوان۔ میدان جنگ مین جانیکے قابل ہون۔ عورتون اور بچوں اور ضعیفون کو میراث نہین ملتی تھی۔ مفلس و بیکس بیوہ اور معصوم و یتیم واجب الرحم لڑکے اور لڑکیان روتے چلاتے رہجاتے اور جوان قوی مالدار چچا اور بھائی آکر آنکھوں کے سامنے سب مال پر قبضہ کر لیتے تھے۔ انکی آہ کا سننے والا اور ظالمون کے پنجے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا آخر اُن ضعیف مظلومون کی آہ کا دہوان آسمان کو چیر کر عرش پر پہونچا اور اہل عالم کی حرکات دیکھکر غیرت خداوندی کو جوش آیا۔ رحمۃ للعٰلمین مبعوث ہوئے اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا یتیمون کے مال عورتون کے دیگر حقوق۔ داد و ستد کے معاملات کی بتدریج اصلاح ہو رہی تھی کہ میراث کا نمبر پہونچا۔

[1] وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۔ اور آپ کو تنگدست پایا پس غنی کر دیا۔ اس کا مفصل بیان الصالحات مین احقر نے لکھدیا ہے ۱۲ منہ

جاہلیت میں مردون کو دو[1] تین علاقون کیوجہ سے میراث پہونچتی تھی

علاقۂ نسب یعنی میّت کی اولاد میں یا آبا و اجداد مین داخل ہونا **عہد معاہدہ** یعنی دو شخصون کا باہمی اقرار کہ ہم دونون ایک دوسرے کے رنج وراحت موت وحیات مین شریک رہین گے ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کریگا جو زندہ رہے وہ مرنیوالے کی میراث پائے گا

متبنّٰی کر لینا۔ جو شخص کسی غیر کی اولاد کو بیٹا بنا لیتا وہ دونون باہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے اور ایک دوسرے کا وارث ہوتا۔ ابتدائے اسلام مین بھی انھین علاقون کیوجہ سے میراث ملتی رہی اور ایک علاقہ[2] **مواخات** کو زیادہ کر دیا گیا یعنی جس مہاجری اور انصاری کو آپ باہم بھائی بنا دیتے اُن میں ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اگرچہ فی الحقیقت یہ بھی عہد معاہدہ ہی کی ایک قسم ہے۔ اور کچھ دنون کے بعد یہ بھی لازم ہو گیا کہ ہر شخص بوقت وفات اپنے والدین اور اقربا کے لئے اپنی رائے سے مناسب سمجھکر وصیّت کر جائے اور اپنے مال میں سے حصّہ مقرر کر جائے چنانچہ[3] قرآن میں بھی حکم ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ

جب اس صیغے کی صلاح منظور ہوئی تو حسب قاعدۂ خداوندی بتدریج عملدرآمد شروع ہوا کیونکہ دفعۃً سخت حکم پر عمل کرنا نہایت شاق اور گران ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ ضروری حکم سب سے پہلے نازل ہوا اور ارشاد فرمایا گیا کہ عزیز و اقارب جو مال چھوڑ کر مر جاتے ہین اُس میں جیسے مردون کا حق ہے اسیطرح عورتون کا بھی حق ہے

روایت۔ اسکی ابتدا اسطرح ہوئی کہ حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک زوجہ مسماۃ ام کحہ چھوڑی اور تین[4] بیٹیان۔ حضرت اوسؓ نے جن دو شخصون کو

---

[1] چونکہ متبنٰی کرنا بھی عہد معاہدہ کی ایک قسم ہے لہذا دو تین کہا ۱۲ منہ [2] احقر نے شراح حدیث کا قول لکھا ہے اور تفسیر کبیر مین ہے کہ دو علاقے بڑھے ایک مواخات دوسرا ہجرت یعنی دو مہاجر جو باہم میل ملاپ رکھتے اُن مین سے ایکدوسرے کا وارث ہوتا ۱۲ [3] لازم کیا گیا ہے تمپر جس وقت کسیکو تم مین سے موت پیش آ دے اگر مال چھوڑ جائے وصیت کرنا واسطے والدین اور قرابتمندون کے بطور پسندیدہ ۱۲ سورۂ بقر رکوع ۲۲ [4] بعض روایات میں دو بیٹیان اور ایک صغیر لڑکا ہے ۱۲

اپنے مال کا کارپرداز اور وصی بنا دیا تھا انھون نے حسب رواج جاہلیت کل مال اوسؓ کے چچازاد بھائیون خالدؓ اور عرفطہ کو دیدیا اور زوجہ اور بیٹیاں روتی رہ گئین۔ ایسے بیکس اور غریب مسلمانون کا چارہ گر اور مددگار ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہو سکتا تھا دوڑی گھبرائی ہوئی خدمت شریف مین حاضر ہوئین اور عرض کیا کہ شوہر کے کارپردازون نے نہ مجھکو کچھ دیا نہ میری بیٹیون کو۔ آپ کو یہ حال زار سنکر نہایت افسوس ہوا لیکن (جیسا آجکل بعض لوگون نے سمجھ رکھا ہے) آپ خود مختار حاکم اور خدا کی خدائی مین شریک تھے اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ فرما سکتے تھے اسلیئے احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرمایا آپنے اوسؓ کی زوجہ کو تسلی دیکر فرمایا کہ اپنے مکان کو لوٹ جاؤ اور جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ ہو صبر کرو۔ اور (جیسا کہ آپ ہمیشہ واقعات اور معاملات کے حکم کیلئے منتظر رہا کرتے تھے اور اسیطرح حسب موقع وضرورت تیئیس[۲] برس مین رفتہ رفتہ قرآن مجید نازل ہوا ہے) جناب احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرما رہے تھے کہ یہ ارشاد نازل ہوا

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (آخر آیت تک)

اس حکم سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ترکہ اور میراث صرف مردوں ہی کا حصّہ نہین بلکہ مردونکی طرح عورتون کا بھی اُس میں کوئی حق مقررہ ہے اگرچہ اس زمانہ کے لئے یہ حکم نہایت عجیب اور چونکا دینے والا تھا لیکن اس خوبی سے بیان فرمایا گیا کہ شاق اور ناگوار نہین گذرا اس مجمل حکم سے ایک قسم کا شوق پیدا ہوگیا کہ دیکھئے عورتون کے لئے کیا حصّہ مقرر ہوتا ہے اور چونکہ ظاہر الفاظ سے یہ شبہ بلکہ گمان غالب ہوتا تھا کہ عورتون کو برابر کی شریک اور بالکل مردون کے مانند حصّہ دار بنا دیا جائیگا اسلیئے پیچھے نازل ہونیوالے حکم سے عورتوں کا مردون سے آدھا حصّہ سنکر گرانی نہین ہوئی بلکہ خاص تسلی یا خوشی حاصل ہوگئی فسبحان اللہ العلیم الحکیم ؀

[۱] اختلف روایات التفاسیر وعبارتھا فی اسمھا و کونھا اخویہ او ابنے عمہ او صیین لہ فاخترت وجہ التوفیق ان کان حقا فمن اللہ والا فمنی ۱۲ [۲] یعنی مردون کے لئے بھی والدین اور عزیزون کے ترکہ مین حق مقرر شدہ ہے اور عورتون کے لئے بھی خواہ وہ ترکہ قلیل ہو یا کثیر ۱۲

اس حکم کو سنکر آپنے اوسؓ کے کارپردازون کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتون کا حق بھی میراث مین مقرر فرمادیا ہی لیکن ابھی تک مقدار اور حصہ مقرر نہیں فرمایا لہذا تم اوسؓ کے مال کو بجنسہ حفاظت سے رکھنا ایک حبہ خرچ نہ کرنا عنقریب کوئی حکم ہو جائیگا

اس قصے کو کچھ زیادہ عرصہ نہین گذرا تھا اور ہنوز کوئی حصۂ خاص معین نہین فرمایا گیا تھا کہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج کے جلیل القدر انصاری صحابی شوال ۳ہجری مین اُحد کی مشہور لڑائی مین بارہ زخم لگ کر شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد انکے بھائی نے حسب دستور قدیم کل مال پر قبضہ کر لیا زوجہ اور دو بیٹیان محروم رہگئین

مسلمانون کا ماوا ملجا اور بیکسون کا فریادرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی تھا ہی نہیں ان کی زوجہ بھی لڑکیون کو ہمراہ لیکر آپ ہی کی خدمت میں فریاد کرنے آئین اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے شوہر سعد بن ربیع کی یہ دو لڑکیاں ہین ان کے والد نے غزوہ اُحد میں حضور کے قدمون پر جان نثار کردی جو کچھ اُن کا ترکہ اور مال تھا وہ سب ان لڑکیون کے چچا نے لیا اور ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا اب ان کے نکاح کی فکر ہے اور جب تک کسیقدر مال نہ ہو عزت کے ساتھ نکاح نہین ہو سکتا کیا علاج کریں۔ آپنے اسکے تصفیہ کو بھی خدائے تعالےٰ کے حکم کے انتظار مین ملتوی رکھا اور سعد بن ربیع کی زوجہ کو یہ ارشاد فرماکر رخصت کر دیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اسکا فیصلہ فرمادین گے۔

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ میراث مین عورتون کا بھی حق ہے صرف حصہ اور مقدار معین ہونیکا انتظار تھا۔ انتظار اشد من الموت ہوتا ہے اور صاحب الغرض مجنون[۱] مشہور ہے سعدؓ کی زوجہ کچھ عرصے تک صبر کرنے کے بعد پھر روتی ہوئی خدمت مبارک میں آئیں۔ ان کا رونا رحمت الٰہی کے لئے بہانہ بن گیا اور میراث کا سب سے آخری اور قطعی صاف اور مشرح حکم

سلہ حاجت وضرورت مین آدمی دیوانے کی مانند ہو جاتا ہے ۱۲

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (آخر رکوع تک)

نازل ہوگیا جسمین زوجہ اور بیٹیون کا حصّہ بھی مقرر فرما دیا گیا ہے اور تمام وارثون کے نہایت وضاحت سے یقینی اور قطعی حصّے مقرر فرما دئے گئے ہین جن مین کسی شک کشبہ کی گنجائش نہیں۔

جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس حکم کی تعمیل مین سعد بن ربیع کے پاس کھلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال مین سے دو ثلث لڑکیون کو دیدو اور آٹھوان حصہ انکی والدہ کو اور جو کچھ باقی رہے وہ تمہارا ہے اِسلام کے اس پُر حکمت اور سب سے آخری قاعدۂ میراث کے مطابق جو سب سے پہلی میراث تقسیم ہوئی ہے وہ یہی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی میراث تھی اسکے بعد آیتِ اوسؓ کے مال مین سے بھی دو حصّے تین بیٹیون کو اور آٹھوان حصہ زوجہ کو اور باقی چچازاد بھائیون کو دلوادیا۔ اور اسی قاعدہ پر عملدرآمد شروع ہوگیا

اب صیغۂ میراث کی اصلاح کامل ہوگئی اور بدون کسی ناگواری کے عورتون کا حق ثابت ہوکر نصف حصہ مقرر ہوگیا یہ وہ حکم تھا جسنے عورتون کی حالت کو بالکل بدل دیا اور اُس انسانی فرقے مین جسے اہلِ عالم نے غیر ذی روح کے درجے مین ڈال رکھا تھا اس سلامی حکم نے

ا۵ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً سے آخر رکوع تک حضرت جابرؓ کے حال کے متعلق ہے۔ یہان مجازاً تمام رکوع کا شان نزول قصّۂ زوجہ سعدؓ بن ربیع کو بیان کیا گیا ہے جیسے بعض روایتوں پورے رکوع کا شان نزول قصّۂ جابرؓ کو کہا گیا ہے ۱۲ ۵۲ واختلاف البنتين ومقاسمة البدليس من الشبهات الناشية من العبارة ۱۲

۵۳ فوق اثنین کے متعلق جو ابن عباسؓ اور جمہور علما مین اختلاف ہے اُسکی نسبت سعد بن ربیع رضؓ کے قصّے سے جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ دو بیٹیون کا بھی وہی حصّہ ہے جو دو سے زیادہ کا ہے گو اس پر مختلف وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے لیکن سب سے بہتر یہ حدیث اور شان نزول ہے چنانچہ محدثین و مفسرین نے اس قصّۂ دختران سعدؓ کو جمہور کے استدلالات مین شمار فرمایا ہے۔ اور اوس بن ثابت رضؓ کی میراث کے قصے سے لفظ فوق کو زیادہ کرنے کی خاص وجہ بھی معلوم ہوگئی یعنی چونکہ مورد اور مصداق نص اور شان نزول کے ایک واقعہ مین دو سے زیادہ بیٹیان موجود تھین لہذا اُن کا حکم ذکر کیا گیا اور فوق اثنتین فرمایا گیا گو حصّہ اور حکم دو بیٹیون کا بھی دو ثلث ہی ہے وذکروا الزيادة لفظة فوق وجوها بعضها افضل من بعض ولكن لم ار من تعرض لما ذكرته فللّٰه الحمد ۱۲

روح تازہ پھونک دی جیسے کہ دیگر احکام قرآنی نے اس مسکین اور قابل قدر جماعت کی خاص عزّت دوقعت قرار دی ہے ورنہ اہل دنیا خصوصًا اہل عرب نے انکو صرف ذریعۂ نسل در سامانِ نشاط سمجھ رکھا تھا۔ زمانۂ جاہلیّتؐ مین اوّل توکسی کو کبھی عورتون کو میراث دینے کا خیال ہی نہ آیا اور اگر اتفاق سے عرب کے ایک عاقل ور مصلح شخص عامر بن جشم کو خیال بھی آیا تو اُسنے بالکل مردون کی برابر کر کے پورا حصّہ کر دیا جسپر چندروز اُسکے پیرو اور تابع لوگون نے عمل کیا اور پھر یہ قاعدہ بالکل متروک اور نسیًا منسیًّا ہوگیا۔ ایسی ہی مثالون سے معلوم ہوجاتا کہ عقول انسانی ہزار بلند پروازی کرین لیکن اُس احکم الحاکمین اور حکیم مطلق کی مصالح اور حکمتون کی برابری نہین کر سکتی۔

سُوال یہ ظاہر ہے کہ عورت چونکہ خود مال حاصل کرنے سے عاجز ہے لہذا وہ زیادہ قابل رحم اور مستحق مال ہے۔ تجارت و زراعت مثل مردون کے نہین کر سکتی نیز شوہر کی خدمت اور بچون کی پرورش مین مصروف رہتی ہے علاوہ ازین وہ خلقتًا ضعیف ہے اور پھر حمل کی گرانی پیدائش کی تکلیف دودھ پلانے کی محنت اسکو بالکل ہی ناتوان بنا دیتی ہے۔ نیز بوجہ ناقص العقل ہونیکے وہ اکثر فریب کھاتی ہے اور مال ضائع ہو جاتا ہے اِن امور کے لحاظ سے عورتون کو مردون سے زیادہ حصّہ دیا جانا مناسب تھا ورنہ کم از کم برابر تو ضرور ہی دیا جاتا یہ کیسا انصاف ہے کہ نصف کر دیا گیا

جواب۔ عورتون کو خرچ کی بہت ہی کم ضرورت ہوتی ہے عام حالت یہ ہے کہ نہ اپنا ضروری خرچ اُنکے ذمے پر ہوتا ہے نہ اولاد کا بلکہ شادی ہونے تک مان باپ انکی پرورش کرتے ہین اور نکاح کے بعد انکا تمام ضروری خرچ شوہر کے ذمّے پر واجب ہوجاتا ہے۔ اور پھر شوہر سے علاوہ میراث کے مہر کی بھی مستحق ہین اور ہر قسم کے زائد خرچون سے آزاد ہین اس حالت مین تو نصف حصّہ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ خود اپنے اور اولاد و زوجہ کے تمام مصارف اُسکے متعلق ہوتے ہین۔ اولاد کی پرورش کے مصارف انکی تعلیم کے اخراجات سب وہی دیتا ہے۔ شادی نکاح وغیرہ کے بڑے بڑے خرچون کا بار وہی اُٹھاتا ہے۔ شادی غمی اور جملہ تقریبات کا وہی متکفل ہوتا ہے۔ مہمانون کی میزبانی نہ کرے تو بخیل کہلاتا ہے

عام صورتون مین خیرات اور چندہ بھی اسی سے طلب کیا جاتا ہے۔ جتنی بیبیون سے نکاح کرے
اُن سب کا مہر سر پر سوار رہتا ہے۔ معاملات رکھنے اور ملنے ملانے کی وجہ سے کبھی کبھی تاوان
ونقصان بھی اسی کے سر پڑتے ہین۔ مکان دُکان لباس وشان جسقدر دنیا کے خرچ ہین
سب اسی کے اوپر ہین۔ بخلاف عورت کے کہ کوئی بھی خرچ اُسکے ذمے نہین چنانچہ یہ امر کسی سے
مخفی اور پوشیدہ نہین۔ خصوصًا اس زمانہ اور اس دیس مین پوری طرح اسکا مشاہدہ
ہو رہا ہے۔ ایسی حالت مین عورتون کو مردون سے نصف حِصّہ ملنے کو اگر کوئی شخص زیادہ
سمجھے تو چندان تعجب نہین نصف[۵۱] حِصّے کو خلافِ انصاف سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے

جوابِ دوم عورت کم عقل ہے اگر زیادہ مال ہوگا تو زیادہ ضائع کریگی اور کثرت مال
اسکے لئے باعث وبال ہو جائیگا اور طرح طرح کے فساد برپا کریگی۔ اسیلئے کم مال دلا کر فساد
سے بھی بچالیا اور مستحق وحقدار قرار دیکر محرومی اور ناقدری سے نجات بخشی۔

غرض اس آخری حکم نے میراث کے اُن تمام احکام کی میعاد کو ختم کر دیا جو چندروز کیلئے
جاری کر دئے گئے تھے اور وہ سب اسکی وجہ سے منسوخ سمجھے گئے۔ مہاجرین وانصار کی
باہمی میراث کا قِصّہ ختم ہوا متبنّیٰ کو ترکہ ملنے کا طریقہ معدوم ہوا۔ وارثون کے لئے وصیّت ناجائز
قرار دیگئی۔ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمادیا[۵۲]

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ۔ فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ

اب اسباب وعلاقۂ میراث صرف تین[۳] رہگئے۔ **نسب**[۱]۔ **نکاح**[۲]۔ **ولاء**[۳]۔ (یعنی باہمی

---

[۵۱] عورتون کو مردون سے آدہا حصہ ملنے کی ایک واعظانہ وجہ یہ ہے کہ حوا علیہا السلام نے گندم کے تین حِصّے کرکے ایک کہالیا اور ایک چھپا کر اپنے لئے رکھدیا اور ایک آدم علیہ السلام کو کہانے کے لئے دیا گویا اپنا دوچند حصہ لیا۔ منجانب اللہ اسکی یہ سزا دیگئی کہ ان کی تمام بیٹیوں کا حصہ نصف کر دیا گیا اور مردوں کا دوچند ۱۲ کبیر

[۵۲] یہ ارشاد آپنے حجۃ الوداع کے خطبے مین فرمایا تھا یعنی اللہ تعالی نے ہر ایک مستحق کو اسکا پورا حق عطا فرمادیا ہے پس اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نسائی ابن ماجہ دارقطنی نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی ایک باب کا اسکو عنوان بنایا ہے۔ امام شافعی صاحب نے اپنی کتاب اُم میں اس حدیث کا متواتر ہونا ظاہر فرمایا ہے

عہد معاہدہ اور غلام آزاد کرنیوالیکا حق) اور تمام وارثون کے وہ مختلف احکام اور حصے مقرر ہوگئے جو ہمیشہ کیلئے واجب العمل ور قیامت تک نافذ و جاری رہنے والے ہین۔

یہ احکام میراث جو قرآن مجید کے نصف صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں ایسی بلیغ و فصیح اور مفید و مختصر عبارت میں ادا کئے گئے ہین اور فرائض و میراث کے مسائل و واقعات کے دفتر کے دفتر اس خوبی سے اسمین بھر دئے ہین کہ سمجھنے والے عش عش کرتے ہین کہ الفاظ کا یہ اختصار و فصاحت اور معانی و مطالب کی حکمت طاقت انسانی سے باہر ہے۔ وہی ذات احکم الحاکمین ہے جسنے اس حُسن انتظام سے مختلف حالات کے مناسب وارثون کے مختلف حصے تجویز فرمالئے اور پھر انکو اس خوبی سے بیان فرمایا کہ وہ احکام جو بڑی بڑی عبارتون میں بیان نہوتے نہایت مختصر آیتون مین ادا ہوگئے بلکہ ایک ایک آیت اور سر سر لفظ مین متعدد احکام

باوجودیکہ ان احکام کی بہت سی حکمتین اور مصلحتین ظاہر ہین اور کچھ نہ کچھ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن چونکہ عقل انسانی پوری مصلحت شناسی سے عاجز و قاصر ہوتی ہے بعض احکام کی حکمتین بعض لوگون کے ذہن و خیال مین نہیں آتین کبھی عین منفعت کو مضرت سمجھنے لگتے ہین اور کبھی سراسر مضرت کو منفعت اسلئے انھین احکام کے ذکر مین چند مرتبہ متنبہ کردیا گیا کہ تم لوگ اپنے عزیز و اقربا مین سے نفع بخش

لہ بطور مثال چند احکام نمبر بعدہ ذکر کئے جاتے ہین اوّل نہایت شفقت سے یوصیکم اللّٰہ کہکر احکام کو شروع فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نہایت خیر خواہی سے تمکو یہ حکم دیتے ہین اور وارثون مین سے پہلے اُس قسم کے وارثون کو بیان کرنا شروع کیا جو بلاواسطہ غیر میّت سے علاقہ رکھنے والے ہین اور پھر ان مین سب سے پہلے اولاد کا ذکر فرمایا جس سے میت کو سب سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور اسکو نہایت عزیز رکھتا ہے اور لخت جگر سمجھتا ہے اُسکے بعد والدین کے حصے ذکر فرمائے جو بلاواسطہ میت سے تعلق رکھتے ہین لیکن اولاد کی بہ نسبت اُن سے محبت کم ہوتی ہے تیسرے نمبر پر شوہر اور زوجہ کا ذکر فرمایا کیونکہ ان سے اگرچہ میّت بلاواسطہ غیر علاقہ رکھتا ہے لیکن باہم ایک دوسرے کا جز نہیں ہین بخلاف اولاد اور والدین کے۔ جب وارثان بلاواسطہ ختم ہوگئے تو بھائی بہن کے حقون کو ذکر جو میّت سے بالواسطہ علاقہ رکھتے ہین اور خاص ایسے بھائی بہنون کا ذکر فرمایا جو صرف میّت کی مان مین شریک ہون کیونکہ حضرت جابرؓ آپکے مشہور صحابی بیمار تھے اور اسی قسم کے بھائی بہنون کی نسبت سوال کہتے تھے وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ سے آخر رکوع تک حضرت جابرؓ کے سوال کے جواب مین نازل ہوئے اسی مناسبت سے بعض علماء نے کامل رکوع اور ابتدائی آیات کا شان نزول بھی قصہ جابرؓ کو بیان کردیا ہے جب ان بھائی بہنون کا حال معلوم ہوگیا تو لوگون نے ایسے بھائی بہنوں کا حال پوچھنا شروع کیا جو صرف باپ مین شریک ہون یا مان اور باپ دونون

قال علیہ السلام الفاطمۃ بضعۃ منی ۱۲

اور نقصان رسان کو نہین جانتے (بظاہر قوی و جوان دیکھکر میراث دیتے تھے معلوم نہین یہ ضعیف کس درجہ پر پہونچ جائے اور اس قوی کا کیا حال ہو جائے۔ اور معلوم نہین کون کس سے پہلے مرجائے) اور کم و بیش حصّون کی حکمتین اور مصلحتین نہین پہچانتے۔ خدائے تعالےٰ ان سب باتون سے خوب واقف اور سبسے زیادہ عالم ہے اُسی کے فرمانے پر اعتقاد رکھو اور سمجھلو کہ دین و دنیا مین اس سے زیادہ نافع احکام اور مفید صورتین تجویز نہیں ہو سکتی چنانچہ ایک موقع پر ان الفاظ سے تنبیہ و تسکین فرمائی ہے۔

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ؕ ط ۱

فصل چہارم ترکہ اور مال میراث کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان سے آپ کی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ فی الحقیقت انسان کسی چیز کا مالک نہین۔ مالک و متصرف رب العالمین ہے لیکن بندہ کی ضرورتون پر لحاظ کرکے کام نکالنے کیلیے مختلف ذریعون سے اسکو بہت کچھ سامان دیدیا ہے جسکو نہ یہ ہمراہ لایا تھا نہ ساتھ لیجائیگا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ مین شریک ہون یعنی حقیقی ہون اُسکے جواب مین سورۂ نساء کا آخری حکم ایسے بھائی بہنون کی نسبت بھی نازل ہوا (چونکہ جابر رضکے سوال کے جواب کو سنکر لوگون نے اس قسم کے بھائی بہنون کا سوال کیا تھا اسی تعلق سے بعض روایات مین خاتمۂ سورۂ نساء کا شان نزول قصۂ جابر رضکو بیان کیا گیا وبہٰذا التطبیق بین الروایات لا یفہمہ الا من اوتی علما نافعا فائدۂ لطیفہ) اولاد کے حصون مین اول بیٹون کا حصّہ بیان فرمایا کیونکہ مرد کو ایک فضیلت و شرافت عورتون پر حاصل ہے۔ لطافت اس مین یہ ہے کہ جن لوگون کے دل پر عورتون کو میراث ملنے کا حکم باقتضائے طبیعت شاق گذرتا ہو انکو ایک قسم کا جواب مل جائے اور تسلی ہو جائے کہ لیجئے اور کیا چاہتے ہو مرد کو عورت سے دوچند دلوا دیا گیا اگر اسطرح ابتدا فرماتے کہ عورت کو مرد سے نصف ملیگا تو یہ خوبی باقی نہ رہتی (اس طرز مین ایک دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ جب صرف بیٹا ہو اسکا حال بھی معلوم ہو گیا کیونکہ اول یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ مرد کو عورت سے دوچند ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیٹی جب تنہا ہو تو اسکو نصف ملتا ہے پس بیٹا اگر تنہا ہو تو اسکو نصف کا دوچند یعنی کل مال ملجائیگا (جو ذوی الفروض کے بعد باقی رہے۔ اگرچہ یہ حکم احادیث صحیحہ سے بھی معلوم ہو گیا ہے لیکن نص قرآنی اور آیات فرقانی بھی اس سے خالی نہین ہو من اسفار المحققین ۱؎ یعنی تم یہ نہین جانتے کہ تمھارے والدین اور اولاد مین سے تمھارے لئے زیادہ نافع کون ہے

البتہ بعض ذریعہ اور اسباب ایسے ہین کہ اُنسے جو سامان اسکو حاصل ہوا ہے اسکو شریعت نے اسکا مملوک اور اس شخص کو مالک قرار دیدیا ہے۔ مثلاً خرید۔ فروخت میراث ہبہ وغیرہ سے جو چیزین اسکے تحت وتصرف مین آتی ہین وہ اسکی مملوک اور یہ اُن کا مالک کہلاتا ہے اور اگر کسی سے مستعار لیکر یا چوری اور غصب وغیرہ کرکے کوئی چیز حاصل کرے شرعاً مالک نہیں اور یہ اُسکا مالک نہین گو اُس سے بلا تکلف اسیطرح آرام و نفع اُٹھاتا ہے جیسے اپنی مملوک چیزون سے پس وہ تمام مال جسپر شریعت نے اسکے ملک اور مملوک ہونیکا حکم لگا دیا ہے اور غیر کا حق اُسکے ساتھ متعلق نہین اور میت اسکو چھوڑ کر رخصت ہوگیا ہے وہ سب ترکہ اور مال میراث کہلائیگا خواہ اسکو ماں باپ دادا وغیرہ کسی رشتہ دار کی طرف سے میراث میں پہونچا ہو یا زوجہ یا شوہر کی جانب سے ملا ہو یا اُسنے اپنا روپیہ اور محنت لگاکر خریدا اور حاصل کیا ہو۔ غرض جو چیزین بوقت مرگ آخری دم مین اسکی خالص مملوک تھی خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وہ چیزین زمین۔ باغ۔ مکان۔ نقد۔ زیور۔ کپڑا۔ جانور ہون یا گھر کا اسباب آرایش کا سامان ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ مین داخل ہے اور سب چیزون سے وارثون کا حق متعلق ہو جاتا ہے یہان تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہین وہ بھی اس مین داخل ہین اور اگر میت کی جیب مین ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہین کہ بلا اجازت وارثون کے اسکو منہ مین ڈال لے کیونکہ وہ وارثون کا حق ہے کسی ایک آدمی کا حصہ نہین

بعض لوگ دریافت کیا کرتے ہین کہ صاحب وہ مال تو اسکے باپ کی طرف سے نہین پہونچا تھا بلکہ خود اُس نے اپنی کمائی سے خریدا تھا پھر اُسکے بھائی کو حصہ کیون دیا گیا لہذا مطلع ہونا چاہئے کہ بوقت وفات جسقدر مال میت کے پاس ہوتا ہے سب مین میراث جاری ہوتی ہے۔ بھائی کے مال و ترکہ مین سے اگر بھائی اور بہنون کو کچھ دیا جاتا ہے تو وہ اسوجہ سے نہین دیا جاتا کہ اُنکے باپ کا مال ہے بلکہ اسلئے دیا جاتا ہے کہ انکے بھائی نے چھوڑا ہے

جو مال میت کو ایسے ذریعہ سے ملا ہو کہ شریعت نے اُسپر ملک ہونیکا حکم نہیں لگایا۔ یا غیر کا حق اسکے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ مین داخل نہ ہوگا پس

(۱) جو چیزین میت نے کسی سے عاریت (مانگی ہوئی) لی تھی یا کسی نے اُسکے پاس امانت رکھدی

تھی اُن میں میراث جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ میت کی ملک نہیں۔
(۲) اگر میت نے کسی کا مال غصب [۵۱] یا چوری یا خیانت کرکے رکھ لیا تو اُسمین میراث جاری نہ ہوگی
کیونکہ شریعت نے انپر مالک ہونیکا حکم نہیں لگایا بلکہ دوسرے لوگ ان چیزون کے مالک ہین
(۳) علیٰ ہذا القیاس جو چیز میّت نے خریدلی تھی لیکن قیمت ادا نہین کرسکا اور ہنوز اس شئی پر قبضہ [۵۲]
بھی نہین کیا تھا بلکہ بائع ہی کے پاس موجود تھی اور میت نے اس کے سوا کوئی مال بھی نہین
چھوڑا وہ ترکہ مین داخل نہ ہوگی ایسے ہی وہ چیز جسکو میت نے بعوض دین کے رہن کردیا تھا
اور اس دین کے ادا کرنے کیلئے کوئی مال بھی نہین چھوڑا میت کے ترکہ میں داخل نہین اور میراث
ان مین جاری نہوگی یعنی جب میت کے پاس اور کچھ مال ہی نہین ہے تو وہ بائع جسنے اپنی چیز
کی قیمت نہین پائی اور وہ قرض خواہ اور مرتھن جسکا قرض بھی وصول نہین ہوا ان چیزون کو
جو اُنکے قبضہ مین موجود ہین فروخت کراکر سب سے پہلے اپنا حق لے سکتے ہین ان کا حق ادا ہوجانے
کے بعد فروخت شدہ کی قیمت مین سے کچھ باقی رھے تو وہ ترکہ سمجھا جائیگا اور اس مین تجہیز و
تکفین قرض و وصیّت حسب قاعدہ جاری ہون گے اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو عزیز و اقربا
اپنے پاس سے تجہیز و تکفین کرین۔
(۴) بیت المال سے (یا فی زمانناسرکار انگریزی سے) جو وظیفہ اور پنشن ملتی ہو وہ جبتک
وصول نہو جائے اسوقت تک ملک میں داخل نہین ہوتی لہذا میت کا جو وظیفہ اور پنشن وقت
وفات تک واجب شدہ ہے اور ہنوز وصول نہین ہوا وہ ترکہ اور میراث مین داخل نہ ہوگا۔
اور بطور میراث کے اس مین وارثون کے حصے اور حقوق جاری نہ ہون گے
سوال۔ آجکل جو چند ماہ کی واجب شدہ پنشن بعد وفات پنشن یاب سرکار سے وصول ہوتی ہے
وہ اگر وارثون کا حق نہین تو پھر کسکو دیجائے اور اگر وارثون کا حق نہین تو ان کو وصول کرنا
سرکار سے جائز ہے یا نہین

[۵۱] اسے قبل ادار الضمان ۱۲ [۵۲] اگر میت نے قبضہ کرلیا تھا اور قیمت ادا نہیں کی تھی تو اس شئے کو بائع
واپس نہین لے سکتا۔ یہ ترکہ مین داخل ہوگی اور اس کی قیمت بقاعدہ قرض ادا کیجائے جس کا حال فصل
قرض مین مذکور ہوگا (دیکھیں صفحہ ۳۶ از ناشر)

جواب[۱] وظیفہ اور پنشن جسکو سرکار سے عطا ہو جائے اسی کا ملک اور حق ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا انعام ہے اُجرت نہیں۔ اب مستحق کی وفات کے بعد سرکار کو یہ تو یقین ہوتا ہے کہ میت اس مال کو نہیں لیگا اسی ارادے سے عطا ہوتا ہے کہ اُس مستحق میت کے وارث اسکو باہم تقسیم کرلین لہذا از طرف سرکار یہی وارث اسکے مالک ہون گے اور باہم تقسیم کرین گے اور آیندہ کے لئے اگر یہ پنشن جاری رہے تو سرکار مین جسکا نام لکھکر عطا کیجائے وہی مستحق ہوگا (جیساکہ عنقریب مذکور ہوگا)

(۵) جس چیز کے ساتھ شرعًا کسی کا حق متعلق نہین لیکن میت نے اپنی طرف سے اُس شئی کو کسی کے نامزد کر دیا ہے اور ابھی اپنی ملک سے نکالکر اُس شخص کی ملک اور قبضے مین نہین دیا میت کے انتقال کے بعد اس شئی مین میراث جاری ہوگی اور سب وارثون کا حق سمجھی جائیگی جسکے نامزد[۲] کی تھی۔ اُسکی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مثلاً زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے نقد و جنس بہت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اسکو خاص فلان بیٹے کی شادی مین صرف کرون گا۔ یا بیٹی کے لئے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز مین دونگا اتفاق سے زید کا انتقال ہوگیا تو اس سب مال و اسباب و زیور مین جملہ وارثون کا حق ہوگا اُس بیٹے اور بیٹی کا کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا بلکہ بقاعدۂ فرائض جسقدر اُسکا حق ہے وہی ملیگا یا مثلاً مسجد تعمیر کرانے کے لئے یا کنوان بنانے کے واسطے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے ارادے سے روپیہ رکھا تھا یا اینٹ پتھر وغیرہ خرید کر ڈالے تھے۔ یا حج کرنے کے واسطے اشرفیان خرید کر رکھی تھین اور بقضائے الٰہی سفر آخرت پیش آگیا تو یہ سب بین داخل ترکہ ہو کر میراث مین تقسیم ہون گی البتہ اگر ان چیزون کے سرانجام کرنے کی وصیت کر گیا ہو تو بموجب قواعد وصیت اسپر عمل کیا جائے

---

[۱] یہ جواب از افادات حضرات علمائے محققین ہے غلط نہ خیال کرنا چاہئے۔ احقر اس پر یہ نتیجہ ظاہرہ متفرع کرتا ہے کہ اگر میت مقروض ہو تو اس روپیہ مین قرضخواہ دعوی نہین کرسکتا۔ اور وصیت وغیرہ کے نفاذ مین اس مال کا شمار و اعتبار نہ ہوگا ۱۲ [۲] لیکن اگر وارثون کو وصیت کردی کہ جب میرا ترکہ تقسیم ہو تو فلان شئی فلان وارث کے حصے مین لگا دینا تو اس وصیت کو پورا کر دینا بہتر ہے بشرطیکہ وہ اسکے حصے سے زیادہ نہ ہو اور وہ مستحق وارث اُس پر راضی بھی ہو ۱۲

(۶) جو جاگیرین[ل] مدارس و خانقاہ وغیرہ کو سلاطین گذشتہ نے واسطے اخراجات طلبہ و مساکین و فقرا دیگر کسی شخص خاص کے نامزد فرما دی یا بطور مدد معاش نسلاً بعد نسلٍ عطا کر دی اُن مین میراث جاری ہوگی اور نامزد شدہ شخص کے وارثان شرعی مین تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر خاص وجوہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ شاہانِ سابق نے خاص اپنے مال سے وقف کر کے انکو صرف متولی مقرر کیا تھا تو اس مین میراث جاری نہ ہوگی اور حق تولیت اُسی شخص کو پھونچے جو قابل ولائق ہو جیسا کہ عنقریب آتا ہے

تنبیہ یہان تک بیان ہوا کہ میت کی تمام مملوکہ چیزون مین میراث جاری ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ حقوق جو میت کو حاصل ہین اور جنکا اسکو مالک کہہ سکتے ہیں اُن مین سے بعض مین میراث جاری ہوتی ہے مثلاً

(۱) میت نے ایک مشترکہ مکان مین حصّہ لیا تھا جسمین سب حصّہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے اس راستے میں آمد و رفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اُسکے وارثون کو بھی حاصل رہیگا اور اس حق مین میراث جاری ہوگی۔ یا کوئی مزروعہ زمین خریدی تھی جسمین سب شرکا کو ایک چشمے یا کنوئین سے زراعت کو پانی دینے کا حق تھا میّت کا یہ حق اسکے وارثون کو پھونچیگا اور میراث جاری ہوگی۔

(۲) میت کے پاس جو چیز رہن تھی اور جب تک قرض وصول نہو جائے اُسکے روکنے کا حق حاصل تھا۔ اسکی وفات کے بعد وارثون کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک قرض وصول نہ ہو اُس شئے مرہونہ کو مالک کو واپس نہ دین

اور بعض حقوق ایسے ہین جنمین میراث جاری نہیں ہوتی۔ مثلاً۔

(۱) زید کے ہمسایہ کا مکان فروخت ہوا اور زید نے حق شفعہ کا دعوی کر کے مکان لینا چاہا ابھی مکان اسکو نہیں دلایا گیا تھا کہ قضا آگئی اور قبر مین جا کر حق ملک اور حق شفعہ سب بھول گیا اب اسکے وارثون کو یہ حق نہین پھونچے گا کہ شفعہ کا دعوی کر کے خریدار سے مکان لے لین بلکہ وہ حق شفعہ بھی میت کے ساتھ دفن ہو گیا اب وہ مکان خریدار ہی کے پاس رہجائے گا۔

[ل] تحقیق اسکی شامی حاشیہ درمختار مین ہے اور تفصیل مولانا عبد الحی صاحب کے فتاوی جلد دوم مین ملاحظہ فرمایئے ۱۲

البتہ اگر کبھی دوبارہ یہ مکان فروخت ہو تو اُس وقت دوبارہ از سر نو اس میت کے وارثون کو حق شفعہ حاصل ہوگا

(۲) میت نے جو چیز کسی سے دو ماہ کے لئے مستعار لی تھی اور دو ماہ ختم ہونے سے پہلے مر گیا اب وارثون کو یہ حق حاصل نہین کہ دو ماہ تک اُس چیز سے نفع اُٹھا کر واپس دین بلکہ بوقت وفات میت فی الحال اصل مالک اپنی چیز واپس لے سکتا ہے

(۳) میت نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی تھی کہ تین روز تک مجھکو واپس کر دینے کا اختیار ہے بعد وفات میت کے وارثون کو یہ حق نہین حاصل ہوگا کہ شرط کی وجہ سے اُس شئ کو واپس کر سکین خواہ تین روز ختم ہو گئے ہون یا نہ ہوئے ہوں۔ البتہ اگر اُس شئے مین کوئی عیب نکل آوے تو وارث اُسکو واپس کر سکتے ہیں۔

(۴) اگر میت مورث کسی قوم کا سردار یا شہر و محلہ کا امام یا خانقاہ کا سجادہ نشین تھا یا کسی وقف کا متولی تھا تو یہ حق اُسکے وارثون کو نہ پہونچے گا نہ سب کو اور نہ کسی ایک کو بلکہ جو شخص اہلیت ولیاقت ان امور کی رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق سے اُسکو مقرر کر دین یا حاکم وقت کی طرف سے معین کر دیا جائے وہی حقدار ہو جائیگا۔ میت کی طرف سے بطور وراثت کے نہین۔ بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کر دینے کی وجہ سے یہ نہ چاہئے کہ بلا لحاظ قابلیت خواہ مخواہ مورث کی جانشینی کو مایۂ فخر سمجھکر یا حصول زر کا ذریعہ خیال کرکے اُسکے عہدہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرین۔

(۵) منجانب سرکار و حاکم وقت میت کی جو پنشن اور وظیفہ مقرر تھا اب بعد وفات میت بطور میراث کے اُسکے وارث اُسکے مستحق نہون گے۔ ہان اگر حاکم وقت آیندہ اپنی خوشی سے جاری رکھے تو جسکو وہ عطا فرماوے اور مستحق سمجھے وہی شرعاً حقدار سمجھا جائے گا

الحاصل بعض حقوق اور وہ تمام مال جسپر کسی دوسرے کا حق ثابت نہ ہو اور شریعت نے میت کو زندگی مین اُسکا مالک بنا دیا ہو اور میت اسکو چھوڑ کر مر جائے شرعاً ترکہ کہلاتے ہین (یعنی میت نے انکو چھوڑ دیا) اسی ترکہ مین میراث جاری ہوتی ہے۔ لیکن بعض چیزین ایسی ہین کہ جب تک وہ پوری نہ کر دی جائین ترکہ مین میراث جاری نہوگی۔

دوسرا باب جو چیزین میراث پر مقدم ہین

تین چیزین ایسی ہین جنکا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے انپر مال صرف کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُس مین میراث جاری ہوگی اور وارثون کا حق ہوگا۔ اور اگر میت کا ترکہ انھین چیزون کے خرچ مین ختم ہوجائے تو وارثون کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزین یہ ہین تجہیز تکفین۔ دین یعنی قرض۔ وصیت۔ اب ان تینون کو تین فصل مین بیان کیا جاتا ہے

فصل اوّل تجہیز تکفین کا بیان

میت کے ترکہ مین سے سب سے پہلے اُسکی تجہیز تکفین خرچ لیا جائے مگر یہ کام نہایت سیدھے سادے شرعی طریقے سے سنتؔ کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے پارچون کی تعداد و مقدار سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جسکو وہ اکثر پہنکر گھر سے باہر نکلتا اور لوگون کے سامنے آتا ہو اور بازار و مسجد وغیرہ مین پہنکر جاتا ہو نہ اسقدر کم قیمت اور ردی کفن دیں جس سے اُسکی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دیں جس مین اسراف ہو اور وارثون کے حق مین نقصان آوے۔ ایسے ہی معمولی خام قبر بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب۔ غسّال کی اُجرت اور گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسی طرح حسب حیثیت متوسط درجہ کا کرین قبر کے لئے اگر عام مسلمانون کے قبرستان مین جگہ نہ ملے یا کسی خاص وجہ سے اجازت نہ ہو تو قبر کے لئے زمین خرید لیجائے اُسکی قیمت بھی دیگر سامان تجہیز و تکفین کے مانند ترکہ مین سے محسوب ہوگی۔

کفن دفن کے سامان مین فضول خرچی کرنے سے یا تو وارثون کے حصے مین کمی آتی ہے اور اگر میت کا مال صرف قرض ادا کرنے کی مقدار یا اس سے بھی کم ہے تو قرض خواہونکا حق ہوتا ہے کیونکہ کفن دفن کے سامان مین جسقدر زیادہ صرف ہوگا مال کم رہتا جائیگا پس معلوم

سلہ یہ طریقہ مالابد منہ۔ مفتاح الجنۃ۔ بہشتی زیور۔ مسافر آخرت مین ملاحظہ کرو۔

ہوا کہ (۱) اگر میّت کا مال قرض سے کم یا بالکل قرض کے برابر ہو تو کفن دفن کے سامان مین ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہرگز جائز نہین۔

(۲) اگر کوئی وارث وغیرہ خود ایسا کرے گا تو جسقدر خرچ بلاضرورت اور زائد ہوا ہے اُسکو تاوان دینا پڑے گا۔

(۳) اگر میّت کے ذمے قرض ہی نہین یا مال قرض سے زیادہ ہے تو اگر سب وارث بالغ ہین اور سب کی اجازت سے صرف کیا گیا ہے تو سب کے حصے مین محسوب ہو گا۔

(۴) اگر وارث نابالغ ہین تو انکی اجازت کا اعتبار نہین اُنکے حصہ مین کمی نہ آویگی بلکہ اجازت دینے والے بالغ لوگون کے ذمہ پر اس فضول خرچی کا تاوان ہو گا۔

(۵) اگر سب نے اجازت نہیں دی تو جس جس نے اجازت دی ہے اُسکے ذمے اُس کا تاوان پڑے گا۔

(۶) یہ بڑا چادرہ جو جنازے کے اوپر ڈھانپ دیا جاتا ہے کفن مین داخل نہین اور ایسے ہی وہ جانماز جو کفن کے کپڑے مین سے امام کے لئے بچھائی جاتی ہے کفن سے بالکل علیحدہ اور فضول ہے۔ پس اگر میت کے پاس ادائے قرض سے زیادہ مال نہو یا وارث نابالغ ہون تو یہ جانماز اور چادر بناکر قرض خواہون اور یتیمون کا نقصان کرنا ہرگز جائز نہیں سخت ممنوع ہے بعض ناواقف لوگ اس مسئلے کو سُنکر ہنسینگے۔ لیکن یہ سنکر اُنکی آنکھین کھل جائینگی کہ معتبر کتب شریعت میں یہان تک لکھا ہے کہ اگر میت زیادہ مقروض ہو تو وارثون پر قرضخواہ جبر کر سکتے ہیں کہ صرف دوہی کپڑون مین دفن کردو یعنی کفن مسنون سے بھی ایک کپڑا (کفنی یا تہمت) کم کرا سکتے ہین۔ پھر ان زائد چادروں اور جانمازون کی کیا حقیقت ہے

تنبیہ۔ جیسے کفن دفن مین فضول خرچی ناجائز ہے اور اجازت دینے والے بالغون کے حصّے پر اسکا تاوان پڑتا ہے اسیطرح دیگر صدقات و خیرات جو میّت کے وفات کے بعد کئے جاتے ہین غلّہ۔ اور پیسے اور کپڑے تقسیم کئے جاتے ہین یہ ہرگز مصارف تجہیز و تکفین مین محسوب ہونگے بلکہ کرنیوالے اور اجازت دینے والے بالغون کے ذمّے تاوان واجب ہو گا۔ اس معاملہ مین بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ میّت کے وارثون میں چھوٹے چھوٹے بچے

قابل رحم یتیم بچے ہوتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار رسوم کی پابندی و مال مفت دل بے رحم سمجھکر خوب جا و بیجا صرف کرتے ہین اور آخرت کا عذاب اپنے سر دھرتے ہین۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ سلے ہوئے تیار شدہ تمام یا اکثر کپڑے میت کی طرف سے خداواسطے دیدئے جاتے ہین۔ حالانکہ خود وارث اُنکے محتاج اور مستحق ہوتے ہین۔ شوہر مرجاتا ہے اور زوجہ اور بچے رہجاتے ہین توزوجہ صاحبہ بے دھڑک اُسکے مال مین سے فاتحہ درود کرتی ہین۔ یہ خبر نہین کہ یہ مال معصوم بچونکا حق ہی اگرچہ وہ ان کی مان ہے لیکن اُنکے مال کو بلاضرورت خرچ کرنیکی مختار نہین۔
میّت کی طرف سے صدقہ کرنا بیشک بہت پسندیدہ اور باعث ثواب ہے میت منتظر رہتا ہے اور حقیر سے حقیر چیز بھی اُسکو ثواب پھونچانے کے لئے خالص نیت سے خداواسطے دیجائے تو اُسکو اُس عالم مین نہایت نفع پھونچاتی ہے عذاب مین تخفیف ہوجاتی ہے یا درجات بلند ہوجاتے ہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ عرض کرتے تھے کہ ہمارے صدقہ وخیرات سے ہمارے والدین کو نفع ہوگا یا نہین تو آپ ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے تھے کہ ہان نفع ہوگا انکی طرف سے صدقہ کرو لیکن یہ صدقات اُسیوقت پسندیدہ و نافع ہوسکتے ہین کہ شریعت کے موافق ہون۔ شریعت حکم کرتی ہے کہ غریبون یتیمون کے مال پر ہاتھ صاف مت کرو بلکہ جس کسیکو توفیق ہو اپنے حلال مال سے صدقہ کرے اور دل سے یا زبان سے کہدے کہ فلان میت کو اسکا ثواب پھونچ جائے۔

(۷) یہ جو کئی جگہ وارثون اور خرچ کرنے والونپر تاوان لازم ہونے کا بیان ہوا یہ اسوقت ہے کہ میّت نے ان امور کی وصیّت نہ کی ہو۔ اگر اُسنے وصیّت کی ہے تو اسکا حکم وہی ہے جو وصیت کے بیان مین آوے گا کہ ثلث مال سے اگر پورا ہوسکے تو کردین ورنہ وارثون کو اختیار ہے مثلاً اپنی حیثیت سے زیادہ بیش قیمت کفن کی وصیت کرگیا تو اُسکی حسب حیثیت معمولی درجے کے کفن کا خرچ اُسکے ترکہ مین سے لیکر اب باقی مال کو دیکھین کہ حیثیت سے بڑھکر دینے مین جسقدر مال زیادہ خرچ ہوگا وہ اس باقی ماندہ مال کے ثلث مین سے پورا ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر پورا ہوسکتا ہے تو زیادہ خرچ کرکے اُسکی وصیت کے موافق کفن دیدیا جاے اور اگر وہ خرچ جو حیثیت سے زیادہ دینے مین بڑھے گا ثلث سے پورا نہین ہوسکتا

تو وارثون کو اختیار ہے خواہ زیادہ خرچ برداشت کرکے اسکی وصیت کے موافق کفن دین یا حسب حیثیت متوسط درجے کا کفن دین۔ اور اگر خلاف سنت وصیت کی ہے مثلاً مرد نے کہا کہ مجھکو پانچ کپڑے کفن مین دینا عورت نے کہا کہ مجھکو سات آٹھ کپڑے دینا تو خلاف سنت اختیار کرکے اس قسم کی وصیت کو پورا کرنا ہرگز جائز نہین (چنانچہ وصیت کے بیان مین اسکا ذکر آوے گا)

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص فی سبیل اللہ میت کے لئے اپنے پاس سے کفن دینا چاہتا ہے یا قبر کی اجرت دینا چاہتا ہے تو وارثون پر اسکا قبول کرنا لازم[۱] نہین خواہ میت مقروض ہو یا نہ ہو قرضخواہ یہ نہین کہہ سکتے کہ تم دوسرے شخص کے دئے ہوئے کو قبول کیون نہین کرتے اور میت کا مال کفن مین خرچ کرکے ہمارا کیون نقصان کرتے ہو۔ اسلئے کہ بقدر تجہیز و تکفین شریعت نے میت کے لئے اُسکے مال مین بعد مرگ بھی حق مقرر فرمادیا ہے اس مین قرضخواہون کو دست اندازی جائز نہین۔ البتہ اگر وارث خدا واسطے کے کفن کو خوشی سے منظور کرلین تو جائز ہے علی ہٰذا القیاس وارثون کے لئے ضروری نہین کہ وہ میت کو کسی عام قبرستان اور گورغریبان مین دفن کرین بلکہ اگر چاہین تو بمقدار قبر زمین خرید کر اس مین دفن کرین کوئی وارث ہو یا قرضخواہ اس سے مانع نہین ہو سکتا۔ ہان اگر وہ اپنی خوشی سے عام گورستان مین دفن کردین تو جائز ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص یا کوئی خاص وارث بہت عمدہ کفن اپنی طرف سے دیدے تو مضائقہ نہیں۔ یا یون کہے کہ متوسط درجے کے کفن کا خرچ ترکہ مین سے لو اور باقی زیادہ خرچ مین اپنی طرف سے دونگا تب بھی جائز ہے۔

(۳) اگر اتفاق سے درندون نے قبر اُکھیڑ ڈالی اور کفن ضائع کرکے مُردے کو نکال ڈالا یا کفن چور نے مردے کو نکال کر برہنہ ڈال دیا تو دوبارہ بھی کفن کا خرچ اصل ترکہ اور مال سے دلایا جائے۔ (ایسی صورت مین غسل و نماز دوبارہ نہین کیا جاتا)

---

[۱] البتہ اگر بعض وارث نابالغ ہون قبول کرنا ضروری ہے لیکن اگر بالغ وارث کہین کہ ہم اپنے مال سے تجہیز و تکفین کردین گے تو بھی دوسرے کے دئے ہوئے کو قبول کرنا ضروری نہیں رہتا ۱۲

(۴) عورت کا اگر شوہر موجود ہے تو عورت کا کفن اُسکے ذِمّے پر واجب ہے عورت کے ترکہ مین سے اسکا خرچ نہ لیا جائے۔ اگر شوہر نہین تو حسب معمول مرنے والی کے ترکہ اور مال سے خرچ کیا جائے۔

(۵) اگر میّت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہیں چھوڑا جس سے اُسکی تجہیز و تکفین کیجائے تو اُسکے وارثون سے بموجب حصۂ میراث چندہ جمع کیا جائے یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو زیادہ میراث ملتی اُس سے اسی حساب سے کفن دفن کا چندہ زیادہ لیا جائے اور جس شخص کو کم میراث ملتی اُس سے اب اُسی اندازے سے کفن دفن کا خرچ کم لیا جائے۔

(۶) اگر میّت کے کوئی رشتہ دار ہی نہو یا ہون مگر مفلس محتاج ہون یا اس جگہ موجود نہون مسافتِ بعیدہ پر ہون تو تمام خرچ بیت المال (یعنی اسلامی بادشاہ کے خزانے) سے دلایا جائے۔

(۷) اگر اسلامی حکومت اور بیت المال موجود نہو تو اہل محلہ و اہل شہر مین ان لوگون پر واجب ہوگا جنکو اس میّت کے حال کی اطلاع ہوئی وہ سب چندہ کرکے اسکا سامان کرین۔ اگر خود اُن سب سے بھی نہ ہو سکے تو اُنپر واجب ہے کہ دوسرے مسلمانون سے چندہ مانگ کر اس مرد مسلمان کی تجہیز و تکفین کرین۔ لیکن چندہ اسیقدر جمع کرنا چاہئے جو ضروری کفن و دفن کو کافی ہوجائے۔ سوال کے روپیہ سے کفن کی چادر اور جانماز بنانا جائز نہین بلکہ ضروری خرچ کے بعد جو کچھ باقی رہے شرعاً اُس چندہ کا لوٹانا اور واپس کرنا واجب ہی

الغرض میراث پر جو چیزین مقدم ہین اُن مین سے اوّل تجہیز و تکفین ہے جب تک اسکے خرچ سے کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ قرضخواہون کو کچھ مل سکتا ہے نہ وصیّت مین خرچ ہو سکتا ہے نہ وارثون کو پہونچ سکتا ہے

فصل دُوم قرض کا بیان

جب تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے تو قرض ادا کیا جائے کیونکہ جیسے زندگی مین بدن کا لباس قرض سے مقدم ہے اور دائن اسکو نہین لے سکتا اسی طرح

بقدر کفن دفن حق میّت ہے دائن کی رعایت سے وہ حق تلف نہ ہو گا۔

ف بعض کتابون مین لکھاہی کہ ایک قرض ایسا بھی ہے جو تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہے مثلاً وہ شئ جو قرضخواہ کے پاس رہن ہے یا وہ چیز جسکو میّت نے خرید لیا تھا لیکن قیمت بھی ادا نہ کی تھی اور نہ اُسپر قبضہ کیا تھا بلکہ اصل مالک اور بائع کے قبضے مین تھی۔ ان صورتون مین قرض خواہ اپنا قرضہ اور بائع اپنی قیمت ان چیزون سے وصول کر سکتا ہے اور یہ تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہے۔ لیکن آپ کو ترکہ اور مال میراث کی تعریف سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو چیزین تجہیز و تکفین سے مقدم ہین اور جن پر غیر کا حق لگا ہوا ہے وہ حقیقت مین ترکہ ہی نہین ترکہ وہی ہے کہ میّت اپنی وفات کے وقت خالی از حقوق غیر چھوڑے۔ پس ترکہ مین کوئی ایسا حق نہ ہوا جو تجہیز و تکفین سے مقدم ہو۔ اب قرض ادا کرنے کے قاعدے ملاحظہ کرو۔ قرض کی چند قسمین ہین۔

(۱) اوّل وہ جو صحت مین (یعنی مرض الموت سے پہلے) میّت کے اقرار سے ثابت ہوا یا گواہون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو یا عام طور سے لوگون کے مشاہدے اور معائنہ سے ثابت ہو (مثلاً سب کے سامنے زید نے ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کر کے ہندہ سے نکاح کیا ہے تو ہندہ کا ایک ہزار روپیہ زید کے ذمے پر بالمشاہدہ ثابت ہو گیا۔ یا سب لوگون کے سامنے زید نے کسی سے غلّہ خریدا تھا یا کپڑا خریدا تھا یا سب لوگون کو عام طور سے معلوم ہے کہ زید کے مرض مین فلان عطّار یا فلان ڈاکٹر سے دوا قرض لیجاتی تھی

(۲) دوم وہ جسکا مرض الموت مین میّت نے اقرار کر لیا مثلاً کہا کہ فلان شخص کا اسقدر روپیہ میرے ذمّے واجب ہے یا مین نے اس کی فلان شے ضائع کر دی تھی اسکی قیمت میرے ذمّے واجب ہے اور صرف میت کا اقرار ہی اقرار ہے گواہون سے یا عام مشاہدے سے یہ بات ثابت نہین۔ جب قرض کی دو[ع۲] قسمین معلوم ہو گئین تو اُسکے

ع۱ چنانچہ باب اوّل کی فصل چہارم کے نمبر۳ مین اس کا بیان گذر چکا ہے ۱۲

ع۲ زیادہ قسمین بنانے مین حکم سمجھانا ذرا دشوار ہوتا لہذا دو قسمین بنا دی گئین ولامضائقۃ فیہ ۱۲

ادا کرنے کے قواعد سُن لو۔
(۱) اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونون قسم کے قرضون کی ادائیگی کے لئے کافی ہے تو بلا تکلف دونون قسم کے قرض ادا کر دئے جاوین
(۲) اگر صرف ایک ہی قسم کا قرض ہے اور مال کافی ہے تو بھی بلا تکلف قرض ادا کر دیا جائے
(۳) اگر مال ادائے قرض کے لئے کافی نہین اور قرض ایک ہی قسم کا اور ایک ہی شخص کا ہے تو جو کچھ مال تجہیز و تکفین کے بعد باقی رہے وہ اُسکو دیدیا جائے باقی کو وہ اگر چاہے معاف کر دے یا آخرت پر موقوف رکھے وارثون کے ذمّے پر اسکا ادا کرنا لازم نہین
(۴) اگر ایک ہی قسم کا قرض ہے مگر کئی آدمیون کا ہے تو سب کو وہ مال دیدیا جائے کہ حصّہ رسد تقسیم کرلین یعنی جسکا قرض زیادہ ہو وہ زیادہ لے اور جسکا قرض کم ہو وہ اُسی حساب سے کم لے۔
مثال (۱) حصہ رسد تقسیم ہونیکی۔ زید کے ذمّے پر تین سو روپیہ عمرو کا واجب ہے پچاس بکر کا ڈیڑھ سو خالد کا۔ کُل پانسو روپیہ قرض ہوا۔ اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف اڑھائی سو روپیہ باقی رہا۔ تو ڈیڑھ سو روپیہ عمرو کو دئے جائین (یعنی اُسکے قرضے سے نصف) اور پچیس بکر کو (یعنی اُسکے قرض کا نصف) اور پچہتر خالد کو (یعنی ڈیڑھ سو کا نصف)
مثال (۲) زید کے ذمے پر پانچ روپیہ عبد اللہ کے واجب ہین دو روپیہ احمد حسن کے تین روپیہ سعید خان کے کل دس روپیہ قرض ہوا۔ اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف عہ باقی رہے (یعنی دس چونی اور دس پیسے) تو پانچ روپیہ والے کو عہ دئے جائین (یعنی پانچ چونی اور پانچ پیسے) اور دو روپیہ والیکو ۸ دئے جائین (یعنی دو چونی اور دو پیسے) اور تین روپیہ والے کو للعہ دئے جائین
قاعدہ ۵۔ اگر دونون قسم کا قرضہ ذمہ پر واجب ہے اور مال دونون کی ادائیگی کو کافی نہین ہے تو پہلے اوّل قسم کے قرض ادا کئے جائین۔ اُنسے جو کچھ باقی رہے وہ دوسرے قسم کے قرض مین ادا کیا جائے۔ اگر دوسرے قسم کے قرضخواہ کئی آدمی ہون تو اُس باقی ماندہ کو حصّہ رسد تقسیم کرلین

(۶) جب مال اسقدر کم ہو کہ قسم اوّل کے قرضون کے لئے بھی کافی نہین تو بس قسم اوّل ہی کے قرضخواہون کو دیدین اگر ایک ہی شخص کا قرض ہے تو سب مال وہی لے لیگا اور اگر چند آدمی قسم اوّل کے قرضخواہ ہون تو جو کچھ مال ہے اُسکو حصّہ رسد تقسیم کرلین جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے

(۷) جب مال قسم اوّل کے قرضون کے لئے کافی نہو یا اُنکو کافی ہو کر اور کچھ باقی نہ رہے تو ان دونون صورتون مین قسم دوم کے قرضخواہ محروم رہینگے - اُنکو اختیار ہے کہ معاف کرکے ثواب و اجر حاصل کرین یا معاملہ آخرت پر موقوف رکھین۔ میت کے وارثون پر جبر نہین کرسکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو۔ البتہ اگر انکو وسعت ہو تو مناسب بھی ہے کہ قرض ادا کرکے اپنے عزیز میت کو سبکدوش کرا دین

واضح ہو کہ زوجہ کا دین مہر بھی ایسا ہی قرض ہے جیسے دوسرے لوگون کے قرض اور اُسکا ادا کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے لوگون کا قرض ادا کرنا جب تک اُسکو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ وصیّت جاری ہو سکتی ہے نہ کسی کو میراث ملتی ہے

قرض کی ایک تیسری قسم بھی ہے یعنی خداے تعالیٰ کا قرض جیسے زکوٰۃ و کفارہ واجب شدہ قضا نماز روزے کا فدیہ وغیرہ۔ جب پہلی دونون قسمون کے قرض ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی رہے اور میت نے اس قسم کے قرضون کے ادا کرنیکی وصیت کی ہو تو تجہیز و تکفین و ادائے قرض قسم اوّل و دوم کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اُسکے ایک ثلث (ایک تہائی) مین سے ان قرضون کو ادا کیا جائے۔ اگر ایک ثلث مین ادا نہو سکین تو ثلث سے زیادہ مال خرچ کرکے انکو ادا کرنا وارثون کے ذمّے پر لازم نہین بلکہ انکو اختیار ہے خواہ ثلث مال سے زیادہ خرچ کرکے اسکو پورا کرین یا نکرین۔

پہلی دو قسمون کے قرض اور اس قسم سوم مین یہ فرق ہے کہ اُن کا ادا کرنا میت کی وصیت پر

سلہ - اگر مقدار مہر گواہون سے ثابت ہے یا لوگون کو مشاہدے سے معلوم ہے تو قرض کی قسم اوّل مین داخل ہے۔ اور اگر صرف اقرار ہے تو عورت کے خاندان کے رواج کی مقدار مہر قسم اوّل مین داخل ہے جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ قسم دوم مین داخل ہے واللہ اعلم فافہم

موقوف نہیں تھا بلکہ وصیت کرے یا نہ کرے ہر حالت مین تجہیز وتکفین کے بعد اُس قرض کا
اداکرنا ضروری تھا اور یہ قسم سوم یعنی حقوق اللہ زکوۃ وصلوۃ و حج وغیرہ میت کی وصیت
پر موقوف ہین۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اوّل و دوم قسم کے قرض کے اداکرنے مین کوئی حد
نہین تھی اگر کل مال بھی خرچ ہو جائے تو خرچ کرکے اداکرنا ضروری تھا اور اس قسم کو تجہیز و
تکفین اور ادائے قرض قسم اوّل و دوم کے بعد جو مال باقی ہے اُسکے ایک تھائی مین سے اداکرنا
ضروری ہے ثلث سے زیادہ خرچ کرنا وارثون کے ذمے پر لازم نہین۔ تیسرا فرق ظاہر ہے
کہ قسم دوم کا قرض جب ہی اداکیا جاتا تھا کہ قسم اوّل کا قرض ادا ہو جائے یا اوّل قسم کا ذمہ
ہی پر نہو۔ اور قسم سوم کا قرض جب ہی اداکرنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم اوّل و دوم کے قرضہ
اگر ہون تو ادا ہو گئے ہون (قرض کی یہ تیسری قسم چونکہ وصیت مین داخل ہے اور جبتک
میت وصیت نہ کر جائے اُسکا پورا اداکرنا ضروری نہین ہوتا اسلئے ہم اسکو وصیت کے بیان
مین دوبارہ ذکر کرین گے۔

تنبیہ۔ قرض کی نسبت احادیث مین نہایت سخت تاکید تنبیہ وارد ہے۔ جو لوگ قرض
چھوڑ جاتے اور اُسکی ادائیگی کے لئے مال بھی نہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جنازون
کی خود نماز نہ پڑھاتے بلکہ صحابہؓ سے فرمادیتے کہ تم لوگ نماز پڑھ دو اور اپنی دعا و نماز سے
آپ اُنکو محروم رکھتے حالانکہ ان لوگون کا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہ ہوتا تھا اور وہ ضرورت
ہی مین قرض لیتے تھے۔ تاہم آپ اسقدر تشدد فرماتے تھے۔ آج فضول رسمون اور بیجا
خرچون کیواسطے لوگ بڑے بڑے قرض لیتے ہین اور مر جاتے ہین تمام مکان و اسباب کے
فروخت و نیلام ہونیکے بعد بھی قرض ادا نہین ہوتا اور وارث کچھ فکر نہین کرتے۔ صحیح حدیث
مین ارشاد ہے کہ مومن کی روح (دخول جنت یا حصول ثواب سے) روکی جاتی ہے جب تک
اُسکا قرض ادا نہ کیا جائے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے
بھائی کا انتقال ہو گیا اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے کیا مین اُنپر مال خرچ کرون اور قرض
ادا نہ کرون آپنے فرمایا کہ تمہارا بھائی قرض کیوجہ سے مقید ہے قرض[1] اداکر دو۔ اور اسی قسم کی
بہت سی احادیث موجود ہین۔ پس اوّل تو حتی المقدور قرض نہ لو اور اگر بہ مجبوری لو بھی

[1] مشکوۃ باب افلاس ۱۲

تو اُسکی ادائیگی کی بہت جلد فکر کرو اور مرنے لگو تو وارثون کو سخت تاکید کر جاؤ کہ ادا کرین
بعض دفعہ خاص میّت کے مال سے خوب رسمی دعوتین اور خوب صدقات و خیرات کئے
جاتے ہین لیکن قرض کا کوئی خیال نہین کرتا۔ جب وارث نابالغ ہون یا قرض کیلئے مال
کافی نہ ہو تو ایسا تصرف کرنا بالکل جائز نہین۔ اگر کسی وارث کو ایصال ثواب کا خیال ہو تو
اپنے مال سے جسقدر ممکن ہو صدقات و خیرات کرکے ثواب پہونچادے

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر میّت نے مال نہیں چھوڑا تو اُسکے قرض کا ادا کرنا وارثون کے
ذمّہ پر واجب نہین ہان محبت کا مقتضا اور بہتر و پسندیدہ یہی ہے کہ حسب مقدور اُسکے
ذمہ سے دین ادا کرکے اُسکو راحت پہونچائین۔ اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو قرضخواہ دوسرے
عالم مین انصاف خداوندی کے منتظر رہین اور بہتر یہ ہے کہ معاف کر دین۔ اس معافی کی
وجہ سے انکو اتنا خود بڑا ثواب حاصل ہوگا کہ اگر روز جزا مین فیصلہ ہو کر مقروض کی حسنات اور نیکیان
بھی انکو دلوادی جائین تو بھی اتنا بڑا ثواب نہ ہوگا۔ قرض کو معاف کرنے اور مفلس مقروض
کو مہلت دینے کی بہت بڑی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ لہذا معافی
سب سے بہتر ہے۔

روایت ایک بہت بڑا معاملہ دار آدمی تھا اُسنے اپنے ملازمون سے کہہ رکھا تھا کہ جب
کسی مقروض کے پاس تقاضا کرنے کے لئے جاؤ اور تنگدستی مین ہو تو اُسکو مہلت دیدیا کرو
اور اگر ادا ہی نہ کر سکے تو معاف کر دیا کرو) شاید اللہ تعالی ہم پر بھی رحم فرمادے جب
اسکا انتقال ہوا تو اسکے سوا اُسکا کوئی نیک عمل موجود نہ تھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جیسا
تو لوگون کو معاف کر دیا کرتا تھا ہمنے بھی تیری خطا معاف کی اور جنت مین داخل کیا)

میراث پر جو تین چیزین مقدم ہین اُن مین سے دو کا بیان ہو چکا یعنی تجہیز و تکفین اور قرض
اب وصیت کا بیان باقی ہے۔ لیکن چونکہ قرض کی قسم دوم مین مریض کے اقرار کا ذکر آیا ہے
اور مرض الموت مین جن بغیر واجب شدہ امور کو میت لازم کرلیتا ہے وہ وصیت مین داخل
ہین۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ قرض اور وصیت کے ذکر کے درمیان مین مرض الموت اور
مریض کے اقرار کو بیان کر دیا جائے تاکہ قرض و وصیّت کے احکام سمجھنے مین آسانی ہو

فصل ۱۲ مرض الموت اور مریض کے اقرار کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو سامان واسباب راحت بندہ کو مستعار عطا کئے ہین بظاہر اُسکو ان چیزون کا پورا مالک و متصرف قرار دیدیا ہے لہذا حالت صحت وحیات مین ہر شخص کو پورا اختیار ہے کہ اپنا جسقدر مال و اسباب وجائداد جس کسیکو دینا چاہے دیجائے خواہ وہ لینے والا اسکا وارث ہو یا کوئی رشتہ دار ہو یا بالکل اجنبی کوئی دوست وغیرہ ہو (البتہ اسکے لئے شرط یہ ہے کہ جس چیز کو دینا چاہتا ہے اُسکو تقسیم کرکے علیحدہ کرے اور جسکو دینا چاہتا ہے اسکو دیکر قبضہ کرادے ورنہ اگر مشترک مال کو دیگا یا قبضہ نہین دلادیگا تو یہ دینا معتبر نہیں ہوگا اور اصل مالک کی موت کے بعد اُسکے وارث اس مال کے مستحق ہوجائینگے اسکا مفصل بیان میراث المسلمین مین ملاحظہ فرماؤ لیکن جب اس مسافر بیکس کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے موجود وارثون کو اسکے مال کا حقدار بنادیتا ہے اور جس دن سے مرض الموت یعنی وہ مرض شروع ہوتا ہے جسمین یہ مسافر دنیا سے رخصت ہوجائیگا اُسی دن سے وارثون کا حق اُسکے مال مین کسیقدر لگ جاتا ہے اور مریض کو شرعاً پورا اختیار نہین رہتا بعض معاملات تصرفات اُسکے پوری طرح نافذ اور جاری ہوتے جنمین اصل مستحقین کی حق رسی ملحوظ ہو اور بعض تصرفات بالکل بے سود اور بیکار جاتے ہین جن مین دوسرون کی کچھ حق تلفی ہوتی ہو اور بعض تصرفات ثلث (یعنی تہائی) مال میں جسقدر پورے ہوسکین نافذ اور جاری کراتے ہین۔ اگر ثلث مین نہ ہوسکیں تو زیادہ مال خرچ کرکے اُنکا پورا کرنا ضروری نہین (اسکی تفصیل آپ کو اقرار مریض اور وصیت کا بیان پڑھکر معلوم ہوگی)

زندگی مین ہرگز یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ وہ بیماری کونسی ہے جس مین مریض دنیا سے رخصت ہوجائیگا اور وہ مرض مرض الموت کہلائیگا۔ کیونکہ جب تک بدن مین سانس ہے صحت کی اُمید ہے خواہ کتنا ہی شدید مرض ہو۔ اسکا یقین جب ہی ہوتا ہے کہ آدمی مرجائے اور مرض الموت اسی کو کہتے ہین جسمین بندہ دنیا سے رخصت ہوجائے۔ جن مرضون مین مبتلا ہوکر مریض صحت یاب ہوگیا

وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہون گے اور اُن مرضون میں جسقدر تصرفات کئے تھے وہ سب نافذ اور جاری ہون گے یعنی جو کچھ کسی کے لئے اقرار کیا تھا یا کسی کو کچھ دیدیا تھا یا قرض ادا کر دیا تھا (وغیرہ وغیرہ) وہ سب صحیح اور درست ہوگا۔ خواہ وہ امراض شدید اور مہلک ہون یا خفیف اور معمولی۔

جب کوئی شخص کسی مرض مین مبتلا ہو کر مر جائے تو جس روز سے مبتلا ہوا تھا اُسی دن سے مرض الموت کی حالت شمار ہو گی اور اُس مُدت کے تصرفات پورے جاری نہونگے۔

لیکن جو مرض سال بھر تک یا کچھ زیادہ رہا ہو اُسکو ابتدا ہی سے مرض الموت شمار نہ کرین گے اور ابتدائے مرض سے اُسکے تصرفات مین خلل نہیں آویگا بلکہ جس روز سے مرض شدید ہو کر ہلاکت کی نوبت پہونچی ہے اُس روز سے مرض الموت شمار ہو گا اور اُسی روز سے اُسکے معاملات کو پوری طرح جاری نہ سمجھین گے۔ پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ دق سل وغیرہ مین مبتلا تھا اُسکے بعد ایک ہفتہ کے لئے مرض شدید ہو کر اُسی مین انتقال ہو گیا تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہو گا اس سے پہلے معاملات بالکل جائز اور صحیح مثل حالت صحت کے سمجھے جاوینگے۔ اسیطرح اگر کسی شخص کو عرصہ سے بواسیر کا عارضہ تھا یا صرع (مرگی) کے دورے ہو جاتے تھے اور اخیر مین ایک دفعہ مرض بڑھ کر انتقال ہو گیا تو جتنے دنون آخر کے دورہ مین مریض ہو کر گھر مین پڑا رہا ہے بس وہی مرض الموت کے ایام ہین۔ ابتدائے مرض بواسیر یا صرع سے مرض الموت نہیں سمجھینگے علی ہذا القیاس جس مرض مین مریض (بلا تکلف) نماز وغیرہ کے لئے مسجد مین جاتا تھا بازار سے اپنی ضروریات خرید لاتا تھا یا گھر مین کچھ کام کرتا رہتا تھا صاحب فراش نہین ہوا تھا یعنی بستر سے نہین لگ گیا تھا وہ بھی ابتدا سے مرض الموت شمار نہ ہو گا۔

ایسے ہی عورت جس مرض مین اپنے گھر کے کاربار کرتی تھی وہ مرض الموت شمار نہ ہو گا۔ مثلاً بہت دنون سے تیسرے یا چوتھے روز بخار آتا تھا کوئی زیادہ مرض نہ تھا۔ تقدیر سے ایک مہینے کے بعد ایسا شدید بخار چڑھا کہ دس روز تک نہ اترا تو بس یہ دس روز مرض الموت کے سمجھے جاوینگے۔ انھیں دنون کے تصرفات پورے جاری نہون گے ایک ماہ سے جو بخار آتا تھا وہ دن مثل صحت کے شمار ہونگے اور ان کے تصرفات جائز و صحیح ہونگے

غرض جس مرض مین مریض مرجائے اور وہ مرض سال بھر سے کم ہوا اور اُس مین اپنے معمولی وضروری کار بار نہ کر سکے اسکو مرض الموت کہتے ہین۔
اگر جہاز یا کشتی پر سوار تھے اور اسقدر طوفان آگیا کہ حیات کی امید نہ رہی اور موت کا گمان غالب ہوگیا اور پھر جہاز وکشتی غرق ہوکر لوگ ہلاک ہوگئے تو جتنی دیر زندگی سے مایوسی رہی تھی وہ وقت اِن لوگون کے حق مین مثل مرض الموت کے شمار ہوگا اور ایسی حالت مین جو کچھ معاملات کئے تھے اُنکا وہی حال ہوگا جو مرض الموت کے تصرفات کا عنقریب بیان ہوتا ہے۔ لیکن اگر جہاز سلامت نکل آیا تو اُس حالتِ مایوسی کے سب معاملات بالکل صحیح اور درست پوری طرح نافذ ہونگے یہ ایسی ہی صورت ہوگئی جیسے کوئی حالتِ مرض مین تصرفات کرے اور پھر شفا پا جائے تو اُس کے سب معاملات مثل صحت کے شمار ہوتے ہین۔
جس شخص کے قتل کا حکم ہوچکا ہے اور حوالات یا قید خانہ مین محبوس ہے اُسکی یہ حالت مرض الموت کے مانند نہین سمجھی جاتی اور اُسکی اس حالت کے تمام معاملات مثل حالت صحت کے جاری و نافذ ہون گے۔ البتہ جسوقت اُسکو قید سے نکالکر مقتل کی طرف لیچلین اور قتل کرڈالین توقید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے مانند ہے اس حالت مین اگر اُسنے کوئی تصرف مثلاً قرار وغیرہ کے کیا ہو تو اُسکا حال وہی ہوگا جو مرض الموت کے تصرفات کا ہوتا ہے اور اگر اُس روز کسی وجہ سے قتل ملتوی ہا یا قتل کا حکم بالکل منسوخ ہوگیا تو جیل سے نکلکر قتل گاہ تک آنے کی حالت مرض الموت کے مانند نہوگی بلکہ مثل صحت کے سمجھی جائے گی اور اس حالت مین جو تصرفات کئے تھے وہ بالکل جاری اور صحیح ودرست ہوجائین گے
عورت اگر ولادت کی تکلیف مین مرگئی تو جس وقت سے دردزہ شروع ہوا تھا اُسی وقت سے مرض الموت شمار ہوگا اور اس حالت کے تصرفات مثل مرض الموت کے سمجھے جائینگے اور اگر تکلیف اُٹھاکر صحیح سلامت زندہ رہ گئی تو اس حالت کے تمام معاملات بالکل مثل صحت کے سمجھے جائین گے۔

اگر طاعون سے وفات ہوئی ہے تو جسوقت سے بخار چڑھا تھا اُسی وقت سے مرض الموت سمجھین گے اگرچہ بخار مین پھرتا رہا اور کچھ کام بھی کرتا رہا ہو۔

جب مرض الموت کی تحقیق ذہن مین آگئی تو مریض کے اقرار اور اُسکے احکام کا حال سنو

حکم اوّل مرض الموت مین اگر کسی ایسے واجب شدہ حق کا اقرار کرے جسکا واجب ہونا عام طور سے لوگون کو معلوم ہے یا گواہ موجود ہین تو یہ اقرار معتبر ہو گا اور یہ قرض یا امانت وغیرہ جسکا اقرار کیا ہے بالکل اسیطرح لازم اور واجب الادا ہو گا جیسے صحت کے قرض وغیرہ لازم ہوتے ہین

حکم دوم اپنے شرعی وارثون کے علاوہ اگر کسی شخص کیلئے ایسے واجب شدہ حقوق کا اقرار کرے جنکا واجب ہونا لوگون کے معائنہ اور مشاہدہ سے ثابت نہیں اور نہ گواہ موجود ہین تو یہ اقرار بھی معتبر اور لازم ہو گا خواہ کتنے ہی زیادہ مال کا اقرار کرے جب تک یہ قرض ادا نہ ہو جائے وارثون کو کچھ نہ ملیگا البتہ پہلے وہ قرض وحقوق ادا کئے جائین گے جو صحت مین واجب ہوئے تھے یا مرض الموت ہی مین واجب ہوئے تھے لیکن اُنکے گواہ موجود تھے یا لوگون کو معلوم تھا جب وہ ادا ہو جائین اور مال باقی رہے تو یہ ادا کئے جائین جنکا صرف اقرار ہے باضابطہ گواہ اور لوگون کو علم نہین۔

(۳) اپنے کسی وارث کے لئے اگر کسی قسم کے قرض[1] و امانت وغیرہ واجب شدہ حق کا اقرار کیا یا غیر واجب چیزین اُسکو دینے کے لئے وصیت کر گیا۔ یا خود دیدی تو یہ باتین نامعتبر ہونگی اور اس اقرار وغیرہ سے کچھ لازم نہین ہو گا (البتہ اگر باقی وارث اس تصرف اور اقرار کو جائز رکھین اور منظور کرلین (بشرطیکہ عاقل بالغ ہون) تو جو کچھ اقرار وغیرہ کیا ہے (بعد تجہیز وتکفین وادائے قرض کے اگر مال باقی رہے تو اسمین سے) وہ سب حقوق پورے دئے جائین۔

(۴) مرض الموت مین جن غیر واجب شدہ حقوق کا بطور صدقہ وتبرع بہ نیت ثواب یا بوجہ مروت ورعایت اقرار کرے گا کہ میری طرف سے اسقدر دیدیا جائے وہ سب

[1] لیکن امانت کو ضائع کر دینے کا اقرار درست ہے چنانچہ آیندہ مذکور ہو گا ۱۲

وصیت مین داخل ہین۔ اسیطرح اگر اپنے نماز روزہ حج وغیرہ کے پورا کرنیکی تاکید کی داور مال بھی چھوڑا ہے) تو یہ سب چیزین وصیت شمار ہونگی اور تجہیز و تکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اُسکے ایک ثلث مین اگر پورے ہو سکین تو کرنا ضروری ہے اسکو وصیت کہتے ہین جسکا مفصل بیان اب ذ چند احکام و مسائل بیان کرنے کے بعد) عنقریب شروع ہوتا ہے۔

مسئلہ اوّل اگر مریض اپنی زوجہ کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دیدے تو واقع ہوجائیگی لیکن اگر عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر مرگیا تو زوجہ میراث سے محروم نہ ہوگی۔

درجہ اول مین نافذ ہونیوالے تصرفات

(۲) اگر زوجہ کے مرض الموت مین شوہر نے اُسکو طلاق دیدی یا خود زوجہ نے طلاق مانگ لی یا خلع کرلیا تو خلع ہوجائیگا اور سب صورتون مین طلاق واقع ہوجائیگی۔

(۳) اگر مرض الموت مین کوئی چیز خریدی اور قیمت ادا کردی یا قرض لیا اور ادا کردیا تو جائز ودرست ہے اگر مرنیکے بعد میّت کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی یہ ادا کردہ قیمت بائع سے واپس نہ لینگے۔ مگر شرط یہ ہے کہ خریدنا اور قرض لینا گواہون سے ثابت ہو یا لوگون کو معلوم ہو۔

(۴) اگر مریض نے اقرار کیا کہ مین نے اپنے فلان وارث کی امانت[سلہ] ضائع کردی ہے اور اُسکا تاوان میرے ذمہ پر واجب ہی اور لوگون کو اُس امانت رکھنے کا علم تھا یا گواہ موجود تھے تو اس ضائع شدہ مال کی قیمت مرنے کے بعد اُسکے مال مین سے دلوائی جائیگی اور (مثل قرض قسم اول) تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال سے واجب الادا ہوگی

(۵) اگر مریض کا قرض کسی کے ذمہ پر واجب تھا اور وہ قرض حالت صحت مین واجب ہوا تھا (یعنی مرض الموت سے پہلے) اور اب مرض الموت مین اقرار کرتا ہی کہ مین نے اپنا دہ قرض مقروض سے وصول پالیا ہے تو یہ اقرار بالکل جائز ودرست ہے بشرطیکہ یہ مقروض شخص مریض کے اُن وارثون مین سے نہو جو اسکے مال سے میراث پائینگے کیونکہ وارث کی نسبت ایسا اقرار درست نہیں۔

(۶) اگر کسی شخص نے حالت مرض الموت مین نکاح کیا اور مہر عورت کے خاندان کے رواج اور دستور کے موافق مقرر کیا تو یہ مہر حالت صحت کے قرضون کے مانند میّت کے ذمہ پر

سلہ مستعار لی ہوئی چیز کا بھی یہی حکم ہے ۱۲

لازم ہوگا اور تجہیز و تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اُسمین سے ادا کیا جائے (ملاحظہ کرو دین کی قسم اوّل کا بیان) اور اگر مہر عورت کے خاندان کے رواج سے زیادہ مقرر کر دیا ہے توجسقدر زیادہ ہے اسکا حکم مثل وصیت کے ہے۔

(۷) اگر مریض نے اپنے وارث کی زوجہ یا بیٹے کے لئے اقرار کر لیا تو جائز و درست ہے کیونکہ ناجائز وہ اقرار ہے جو وارث کے لئے ہو اور یہ اقرار وارث کے لئے نہیں اُس کے بیٹے یا زوجہ کے لئے ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ موجود ہون

(۸) اگر میت نے کسی ایسے شخص کے لئے قرض یا کسی چیز کی قیمت یا امانت وغیرہ کا اقرار کیا جو مریض کا وارث نہین ہے اور مریض کے وارثون نے اس اقرار کو منظور کر لیا تو یہ اقرار جائز ہے اگرچہ پہلے سے اس قرض وغیرہ کا حال کسیکو معلوم نہ تھا۔ اور گواہ موجود نہ تھے

(۹) اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لئے اقرار کیا کہ اسکا اسقدر قرض میرے ذمہ پر واجب ہے یا اسکی اسقدر امانت میرے پاس ہے اور پھر وہ وارث جس کے لئے اقرار کیا تھا مریض سے پہلے ہی مر گیا تو یہ اقرار بالکل صحیح و درست ہے۔ اگر گواہ بھی موجود ہین تو قرض کی قسم اول مین داخل ہو کر واجب الادا ہوگا اور اگر گواہ نہین تو قسم دوم مین شمار ہو کر ادا ہوگا لیکن جسکے لئے اقرار کیا تھا وہ چونکہ مر گیا لہذا یہ اقرار شدہ مال و امانت اُسکی اولاد وغیرہ وارثون کو دیجائیگی

شرح قاعدہ یہ ہے کہ وارث کے لئے اقرار جائز نہین اور یہان جائز ہو گیا وجہ اسکی یہ ہے کہ اقرار اس شخص کیلئے ناجائز ہے جو مریض کی موت کے وقت اُسکا وارث ہو اور یہ شخص جب مریض سے پہلے مر گیا تو اسکا وارث ہی نہ ہوا البتہ اقرار جسوقت کیا گیا تھا اُسوقت وارث تھا لیکن اُسوقت کا اعتبار نہین۔ اعتبار ہے مریض کے انتقال کیوقت کا پس جو شخص بوقت وفاتِ مریض زندہ ہو اور اُسکا وارث ہو اُسکے لئے اقرار جائز نہیں اور جو شخص مریض کی موت کے وقت زندہ ہی نہین رہا یا زندہ ہے مگر وارث نہ رہا تو اُسکے لئے اقرار جائز ہوگا اسکی مثال کے لئے وصیت کے باب مین چھٹی شرط کی مثال دوم ملاحظہ کرو

(۱۰) اگر مریض اقرار کرے کہ مین نے اپنی بیٹی سے جو مر گئی ہے اپنا قرض وصول کر لیا تھا اور مریض کا بیٹا یا دوسرے رشتہ دار نہین مانتے تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور بیٹی کے مال سے قرض وصول نہ کیا جائیگا کیونکہ بیٹی اگرچہ وارث تھی مگر جب مر گئی تو وارث نہ رہی لہذا اس سے قرض وصول کر لینے کا اقرار معتبر ہوگا علی ہذا القیاس اگر کسی دوسرے وارث کی نسبت قرض وصول ہونیکا اقرار ہو اور وہ مقروض وارث مر چکا ہو تو اقرار معتبر ہوگا۔

(۱۱) مرض الموت مین اگر کسی اجنبی شخص کے لئے (یعنی جو وارث نہو) قرض کا اقرار کیا کہ میرے ذمہ پر اسکا اسقدر قرض واجب ہے یا اسکی فلان شے کی قیمت میرے ذمہ واجب الادا ہے اور یہ بات نہ لوگون کو معلوم ہے نہ کوئی گواہ ہے تو یہ اقرار اسکا صحیح و معتبر ہوگا قرض کی قسم دوم مین داخل رہے گا اور تجہیز و تکفین کے بعد قسم اوّل کے قرض ادا کرنے کے بعد اگر کچھ مال باقی رہے تو اسمین سے ادا کیا جائیگا۔ اسیطرح اگر کسی خاص چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ گھوڑا یا یہ مکان یا زیور فلان شخص کا ہے یا یہ کہ فلان شخص کی اس قدر امانت (روپیہ زیور کپڑا وغیرہ) میرے پاس ہے یہ بھی معتبر ہوگا مگر قسم اوّل کے قرض کے بعد ادا کیا جائے گا۔

(۱۲)۔ اگر مرض مین اقرار کیا کہ فلان عورت کا اسقدر روپیہ وغیرہ میرے ذمہ پر واجب ہے پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا تو نکاح سے پہلا اقرار معتبر ہوگا۔ اور قرض کی قسم دوم مین داخل ہو کر تجہیز و تکفین اور قسم اوّل کے قرض ادا کرنے کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اُس سے وہ مال ادا کیا جائے جو اقرار سے واجب ہوا تھا۔

(۱۳) شوہر کے مرض الموت مین اگر شوہر و زوجہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ حالت صحت مین شوہر طلاق دے چکا ہے اور اسوقت عدّت بھی گذر چکی ہے اور اسکے بعد عورت کے لئے کسی قرض یا امانت وغیرہ کا اقرار کر لیا۔ تو اقرار اور میراث کی وجہ سے جو مال عورت کو حاصل ہوگا ان مین سے جو نسا مال کم ہو وہ عورت کو دلوا دیا جائے مثلاً میراث مین تو صرف سو روپیہ ملتے اور اقرار کیا ہے تین سو کا تو صرف سو روپیہ میراث کے طور سے دلوائے جائینگے

ف اگر گواہ نہیں اور لوگون کو معلوم نہیں - ورنہ قرض کی قسم اول مین داخل ہوگا ۱۲

اور اگر میراث مین پانسو روپیہ ملتے اور اقرار کیا ہے دوسو کا تو صرف دوسو روپیہ دلوا دینگے۔ کیونکہ ایسی صورت مین یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید شوہر نے اقرار معتبر ہونے اور زوجہ کو مال دلانے کے لئے عدت گذرنیکا غلط اقرار کرلیا ہے تاکہ زوجہ وارث نہ رہے اور اُسکے لئے اقرار صحیح ہوجائے اور مال ملجائے اسلئے شرعًا یہ انتظام کیا گیا کہ اقرار اور میراث مین سے جو کم ہو وہ دیا جائے تاکہ لوگون کو ایسے غلط اقرار سے فائدہ نہ ہوا اور ایسے اقرار نہ کریں

(۱۴) اگر مریض کے ذمہ پر خود بھی اسقدر قرض ہے کہ اسکا تمام مال ادائے قرض کیلئے کافی نہیں اور اسنے اپنے مدیون (مقروض) کا قرض معاف کردیا تو یہ بھی معافی معتبر نہ ہوگی اسلئے کہ اس میں مریض کے قرضخواہون کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر کسی شخص نے حالت مرض مین اپنے کسی رشتہ دار کے لئے جو اسکی میراث سے حصہ پانیوالا ہے اقرار کیا کہ اسقدر روپیہ میرے ذمہ واجب ہے تو یہ اقرار بالکل ناجائز وغیر معتبر ہے خواہ میت کے ذمہ پر قرض ہو یا نہ ہو اور ادائے قرض کے بعد مال باقی رہے یا نہ رہے ہر صورت مین وارث کے لئے جو اقرار کیا ہے بیکار اور باطل ہے

(۱۶) اگر مریض نے کسی ایسے شخص کی نسبت جو اسکے ترکہ مین سے حصہ پاویگا یہ کہا کہ اسکے ذمہ پر میرا جو کچھ قرض تھا وہ مین نے وصول کرلیا ہے تو یہ معتبر نہوگا

قواعد مذکورہ سے یہ مسئلہ بھی آپ کی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ اگر کوئی عورت مرض الموت میں شوہر کو مہر معاف کردے یا اقرار کرے کہ مین نے اس سے اپنا مہر وصول کرلیا (حالانکہ نہ کسیکو خبر ہے اور نہ گواہ موجود ہین) تو یہ معافی اور اقرار ہرگز معتبر نہ ہوگا[۱]

اس صورت مین اگر باقی وارث مہر وصول ہوجانے کی تصدیق کرین یا معافی کو منظور کرلین تو معاف ہوجائیگا (مگر معافی مین مذکورہ سابق شرط ضروری ہے یعنی باقی وارث

[۱] میراث المسلمین مطبوعہ سابقہ مین لکھا گیا ہے کہ ثلث مہر اس صورت مین معاف ہوجائے گا یہ صحیح نہیں ثلث معاف ہونا بھی وارثون کی اجازت پر موقوف ہے اور کل کا بھی جس قدر وہ اجازت دین گے معاف ہوجائیگا ۱۲ منہ

عاقل بالغ ہون نابالغون کی اجازت اور منظوری معتبر نہیں۔

(۱۷) اگرکسی مریض کے ذمہ اسقدر قرض ہے کہ اسکا مال ادائے قرض کے واسطے کافی نہین وہ اگر مرض الموت مین کسی قرض خواہ قرض پورا ادا کردے یا اپنی زوجہ کا مہر دیدے یا کسی کی واجب شدہ اُجرت ادا کردے تو یہ جائز نہین کیونکہ اس سے دوسرے قرضخواہون کے حق مین کمی آتی ہے

شرح جائز نہ ہونے سے یہ مطلب نہین کہ اسکو قرض ادا کرنے سے اور مہر دینے سے روک دینگے اور ممانعت کرین گے نہین اسوقت تو اسکو قرض و مہر و اجرت وغیرہ ادا کرنے سے منع نہین کرین گے کیونکہ یہ کسکو معلوم ہے کہ یہ مرض الموت ہے یا نہیں لہذا اسوقت کچھ نہین کہہ سکتے البتہ اگر اُسی مرض مین مرجائے اور باقی مال قرضخواہون کے لئے کافی نہین ہے تو جن لوگون کا قرض و مہر و اجرت اُسنے ادا کی تھی ان سے واپس لین گے اور میت کے باقی مال کے ساتھ ملاکر تمام قرضخواہون کو حصّہ رسد تقسیم کرین گے انھین کے ساتھ یہ لوگ بھی شریک رہین گے جن سے قرض و مہر وغیرہ واپس کیا گیا ہے جسکا زیادہ قرض ہوگا اُسکو زیادہ حصہ ملیگا جسکا کم ہوگا اُسکو کم (زیادہ کم ملنے اور حصہ رسد تقسیم ہونیکا مفصل طریقہ فصل دوم قرض کے بیان مین ذکر ہوا۔

(۱۸) مرض الموت مین جو دُور دُور کے رشتہ دار جمع ہو کر اپنے قیام و طعام کا خرچ مریض کے ذمہ پرڈالتے ہین اگر میت کی تیمارداری اور خدمت کے لئے اُن کی واقعی ضرورت ہے تو یہ خرچ اُسکے مال سے دیا جائیگا۔ اور اگر ضرورت نہین اور یہ رشتہ دار و عزیز شرعی وارث اور حصّہ دار بھی نہیں لیکن میّت کی اجازت سے اُن کی مہمانداری ہوئی ہے تو اس خرچ کا حکم مانند وصیّت کے ہے اور اگر میت کی اجازت نہین یا وہ رشتہ دار خود شرعی وارث اور حصّہ دار بھی ہین تو اُن کے مصارف کا بار میّت کے مال مین سے محسوب ہوگا بلکہ انکے ذمہ پر پڑیگا۔

(۱۹) اگر مرض الموت مین کسی ایسے شخص کو جو مریض کا وارث نہین بطور تحفہ و ہدیہ کچھ دیدیا تو بالفعل دلوا دیا جائے گا لیکن اگر مریض اس مرض مین مرگیا اور معلوم ہوا کہ وہ مرض الموت

ستا تو اسکا حکم مثل وصیت کے ہے
(۲۰) اگر کہا کہ میری طرف سے مسجد بنوا دینا یا مدرسہ میں اسقدر چندہ دینا یا فلان شخص کو اسقدر مال دینا تو یہ سب وصیت ہے
(۲۱) مرض الموت مین اگر کہا کہ فلان مکان یا فلان باغ یا زمین وقف ہے اگر معلوم ہو جائے کہ اسکا مقصود اپنی طرف سے وقف کرنا ہے تو اسکا حکم وصیت کا ہوگا اور اگر اس زمین و باغ وغیرہ کا اصلی اور قدیم حال بیان کرتا ہے تو کل باغ و مکان وغیرہ جسکا نام لیا ہے وقف ہو جائیگا۔

فصل چوتھی وصیّت کا بیان

میراث پر جو تین چیزین مقدم ہین اُن مین سے دو کا ذکر پہلی اور دوسری فصل مین ہو چکا تھا مناسب سمجھکر تیسری فصل مین مریض اور اُسکے اقرار کا حال لکھا گیا اب تیسرے امر یعنی وصیت کا بیان ہوتا ہے
پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابتدائے اسلام مین وصیّت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ دارون کے لئے اپنے مال مین سے حصّے مقرر کر جانا بوقت موت ہر شخص صاحب مال پر واجب تھا وہ حکم منسوخ ہوگیا اور خدائے تعالیٰ نے خود ہی حصّے مقرر فرماکر مال تقسیم کر دیا۔ لیکن اپنے احسان وفضل سے ثلث مال مین اب بھی بندۂ ناچیز کا اختیار باقی رکھا تاکہ اسوقت فی سبیل اللہ مال خرچ کرکے اپنی عمر بھر کی تقصیرات مثل بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کردے اور اگر اپنے کسی دوست یا بعید رشتہ دار یا خادم کو کچھ دینا چاہتا ہو تو اس ثلث مین سے دیکر دل خوش کرے۔
جو باتین میت کے ذمہ پر واجب نہین تھی اور اُسنے مرض الموت مین بطور تبرع (یعنی احسان ومروت وصدقہ) اُنکو لازم کر لیا مثلاً کسی کا قرض معاف کر دیا یا کوئی خاص چیز یا مال اُسکے لئے مقرر کر دیا۔ یا مرض الموت میں یا اُس سے پہلے کوئی معاملہ کرکے اُسکو اپنی موت سے متعلق کر دیا۔ مثلاً کہا کہ میرے مرنیکے بعد مسجد بنوا دینا کنوان بنوانا یا مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ

مین اسقدر روپیہ دینا یا فلان شخص کو اتنا روپیہ دینا یا فقراء و مساکین کو طعام یا غلہ یا کپڑے تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ یا فرائض و واجبات خداوندی مثل صلوٰۃ و زکوٰۃ جو اس کی غفلت سے قضا ہو گئے تھے اُنکے ادا کرنیکے لئے ورثہ وغیرہ سے کہا یہ سب چیزین وصیّت شمار ہونگی اور ثلث مال سے پوری کیجائینگی۔

یعنی تجہیز و تکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اُسکے تین حصّے کرکے دو حصّوں مین وارثون کا پورا استحقاق ہے اور ایک حصّے مین میت کا اختیار ہے - اگر اُسنے مذکورہ بالا اقسام وصیّت سے کوئی وصیت کی تھی تو مال کے ایک حصّے یعنی ثلث مین اُسکو پورا کرین اگر وصیتین پوری ہو کر کچھ مال اس ثلث مین سے بھی باقی ہو جائے تو وہ بھی وارثون کا حق ہے - اور اگر اتنی بڑی وصیت یا چند وصیتین کردی تھین کہ ایک تہائی مین پوری نہین ہوسکتی تو جسقدر ایک ثلث مین پوری ہوسکین پوری کیجائین باقی کا جاری اور نافذ کرنا اور ثلث مال سے زیادہ اُسمین خرچ کرنا وارثون کے ذمہ پر لازم و واجب نہیں ہے۔ کیونکہ باقی دو ثلث انکا حق ہے البتہ اگر وہ اپنی اجازت اور خوشی سے اپنے حصّے مین سے صرف کرکے میت کی وصیتون کو پوری طرح جاری کرنا چاہین تو کرسکتے ہین اُنکو اختیار ہے۔ لیکن یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ سب وارث بالغ و عاقل اور موجود ہون کیونکہ نابالغ و مجنون کی رضامندی معتبر نہیں اور غیر حاضر کا حال معلوم نہیں کہ اجازت دے گا یا نہین

مسئلہ اگر کسی غیر موجود وارث کے پاس خط بھیجا کہ مورث نے چند وصیتین کی ہین جو ثلث مال مین پوری نہیں ہوسکتین آپ اُنکے پورا کرنے کی اجازت دیتے یا نہیں وارث نے جواب دیا کہ مین اجازت دیتا ہون تو یہ اجازت معتبر نہ ہوگی جب تک کہ پوری تعیین اور تصریح سے اُسکو وصیت کا حال اور مقدار نہ لکھی جائے۔

مسئلہ اگر مورث کی زندگی مین وارثون نے ایک ثلث سے زیادہ وصیت کو منظور کرلیا اور اجازت دیدی اور اُسکی موت کے بعد اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے تو پہلی اجازت معتبر نہ ہوگی اور وصیت پوری نہ کیجائے گی وارثون کی وہی اجازت معتبر ہے

جو میت کی وفات کے بعد ہو کیونکہ اُسکی وفات سے پہلے تو یہ اُس دو ثلث کے پورے مالک نہین تھے۔ اگر سب وارث حاضر ہین بعض نے اجازت دی اور بعض نے ایک ثلث سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہین دی تو جن لوگون نے اجازت دی ہے اُنکے حصے مین سے خرچ کرکے جسقدر وصیت پوری ہوسکے گی پوری کرین گے دوسرون کے حصے مین خلل نہ آویگا۔ اسیطرح اگر موجودہ لوگون نے اجازت دی ہے تو غیر حاضر لوگون کے حصے مین کمی نہ آویگی۔ اور ایسے ہی اگر بالغون نے اجازت دیدی تو ایک ثلث سے زیادہ جو کچھ خرچ ہوگا وہ بالغون کے حصون مین سے لیا جائے گا نابالغون کو دو ثلث مین سے جو کچھ حصہ ملا ہے وہ بدستور قائم رہے گا کچھ کم نہ ہوگا۔

اس بیان سے شبہ ہوسکتا ہے کہ جن لوگون کی اجازت معتبر ہے اُنکے حصے مین سے بقدر ضرورت مال لیکر وصیت کو بالکل پورا کردیا جائے خواہ کسی قدر مال صرف ہو حالانکہ یہ مطلب نہین مقصود یہ ہے کہ جب ایک ثلث مین وصیت پوری نہ ہوسکی تو جن لوگون نے اجازت دی ہے۔ اور اُن کی اجازت معتبر بھی ہے تو جسقدر اُن کا حصہ ہے اُسی حساب سے اُنکے حصے مین سے مال زیادہ لیکر ایک ثلث کے ساتھ شامل کرین جسقدر وصیت اس مین پوری ہوسکے پوری کردین۔ یہ ضروری نہین کہ انکے حصے کو صرف کرکے وصیت کو بالکل کامل اور تمام کیا جائے۔ شاید اس مثال سے مطلب آپکے ذہن مین آجائے۔

مثال۔ زید نے وصیت کی تھی کہ ایکسو اسّی روپیہ لگاکر میری طرف سے ایک کنوان بنوا دیا جائے اُسکے مرنے کے بعد تجہیز و تکفین اور قرض ادا کرنیکے بعد کُل تین سو ساٹھ روپیہ باقی رہا اس مین سے ایک ثلث یعنی ایکسو بیس علیحدہ کیا اور باقی دو سو چالیس اُسکے موجودہ وارث یعنی بیٹا اور بیٹی کا حق ہے اسّی روپیہ بیٹی کو ملیگا اور ایکسو ساٹھ بیٹے کو۔ ایک ثلث علیحدہ کیا تھا اس میں وصیت پوری نہین ہوسکتی بلکہ ساٹھ روپیہ کی کمی ہے

اگر بیٹا بیٹی دونون اجازت دیتے تو بیس روپیہ بیٹی کے حصہ میں سے لئے جاتے اور چالیس بیٹے کے حصے سے اسلئے کہ بیٹے کو دو چند حصہ ملا ہے اسطرح ساٹھ روپیہ کی کمی پوری ہوجاتی لیکن چونکہ بیٹی اجازت نہین دیتی لہذا صرف بیٹے سے چالیس روپیہ لیکر اُس ایک ثلث کے

سائلہ علاوہ دین گے جو علیحدہ کیا گیا تہا جسکی مقدار ایک سو بیس ۱۲۰ روپیہ تھی اب ایک سو ساٹھہ روپیہ مین جیسا کنوان بن جائے بنادین یہ نہیں ہوگا جسقدر کمی ہے وہ سب بیٹے کے حصّہ مین سے لیکر ایک سو اسّی روپیہ کا کنوان بنادین۔

مسئلہ جس شخص کے کوئی وارث موجود نہین اور قرض بھی نہین وہ اگر کُل مال کی وصیت بھی کردے تو جائز ہے

ایک ثلث مال مین جو میت کو اختیار دیا گیا ہے اور اسکی وصیت وغیرہ جائز رکہی گئی ہے وہ اُسی وقت ہے کہ یہ شرطین پائی جائین۔

شرط اوّل وصیت کرنیوالا عاقل بالغ آزاد ہو پس اگر لڑکے یا مجنون یا غلام نے وصیت کی تو ثلث مین بھی نافذ و جاری نہ ہوگی کیونکہ لڑکا اور مجنون اپنے نفع و نقصان کو اچھی طرح نہین سمجھ سکتے اور غلام کے پاس جو کچھ مال ہے وہ اُسکا ملک نہین مولیٰ اور آقا کا مملوک ہے۔ (لیکن اپنے تجہیز و تکفین کی نسبت نابالغ کی وصیت صحیح ہے)

(۲) وصیت کرنیوالے کے ذمہ اسقدر قرض نہ ہو کہ اُسکو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے کیونکہ وصیت جبہی جاری ہوتی ہے جب تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے بعد مال باقی رہے۔ پس اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسکا مال ادائے قرض کے لئے کافی نہین یا ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہین رہے گا تو اُسکی وصیت بالکل باطل اور بے اعتبار ہوگی

(۳) جسکے لئے وصیت کرتا ہے وہ بوقت وصیت زندہ ہو میت کی وفات کے بعد اُسکا زندہ ہونا شرط نہین۔ پس اگر کسی مردہ شخص کے لئے وصیت کی تو معتبر نہ ہوگی اور اگر زندہ شخص کے لئے وصیت کی لیکن وہ وصیت کرنیوالے کے سامنے ہی مرگیا تو یہ وصیت جائز ہوگی اور جسکے لئے وصیت کی تھی اُسکی جگہ اُسکے وارث اس وصیت کے مستحق ہو جائین گے (ملاحظہ ہو وصیت کی چھٹی شرط کی مثال دوم)

(۴) جسکے لئے وصیت کی ہے وہ وصیت کو لینے اور حاصل کرنے کے قابل ہو۔ پس اگر کسی گھوڑے کے لئے وصیت کی یا مسجد کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں البتہ اگر اپنے وصی یا وارثون سے یون کہے کہ تم فلان گھوڑے پر یا فلان مسجد پر اسقدر روپیہ یا فلان چیز

خرچ کردینا تو جائز اور معتبر ہے
تنبیہ آج کل جو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لئے وصیت کرجاتے ہین اُسکا یہی مطلب ہوتا ہے کہ تم لوگ مسجد و مدرسہ پر اسقدر صرف کردینا یا مسجد و مدرسہ کے متولی و مہتمم کو دیدینا کہ صرف کرے اسلئے اس قسم کی وصیت جائز و معتبر ہوتی ہے

(۵) جس چیز کی وصیّت کی ہے وہ قابل تملیک شئے ہو خواہ کوئی معین چیز مکان کپڑا زیور جانور وغیرہ ہو یا ایسا حق ہو جو مملوک ہوسکے مثلاً ایک مکان کی نسبت وصیت کی کہ زید کو اسمین اتنی مدت تک سکونت کرنے دینا یا فلان مکان مین ہمیشہ فقیر اور مسافر رہا کرین۔ اس صورت مین مکان وارثون کی ملک ہو جائیگا مگر حق سکونت زید کو یا فقرا و مساکین کو حاصل رہیگا۔ پس اگر کسی ایسے حق کی وصیت کی جو قابل تملیک نہیں تو وصیت صیحح و معتبر نہین ہوگی مثلاً زید سے کہا کہ مجھکو جو عمر پر مقدمہ ہتک عزت دائر کرنیکا حق حاصل تھا وہ تجھے بخشتا ہون تو یہ صیحح نہ ہوگا۔

ایسے ہی اگر کوئی ایسی چیز ہو جسکا بالکل وجود ہی نہین تو اُسکی بھی وصیت صیحح نہین مثلاً وصیت کی کہ ایک سال کے بعد جو میری گھوڑی کے بچہ پیدا ہوگا وہ زید کو بخشتا ہون تو یہ وصیت صیحح نہ ہوگی

(۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ جس شخص کے لئے وصیت کی ہے وہ میّت کا وارث نہو۔ اگر وارث کے لئے وصیت ہوگی تو باطل اور غیر معتبر ہوگی البتہ اگر باقی وارث اسکو جائز رکھین اور منظور کرلین تو معتبر ہو جائے گی

شرح یہ جو بیان ہوا کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہین یہاں وہ وارث مُراد ہے جو بوقت وفات میّت شرعًا وارث ہو اور اُسکے مال سے حِصّہ پاوے پس اگر کوئی شخص بوقت وصیّت تو وارث تھا مگر مورث کی وفات کے وقت وارث نہیں رہا تو اُسکے لئے جو وصیت ہوئی ہے وہ جائز ہوگی **مثال اوّل** جب زید نے بھائی کے لئے وصیت کی تو چار وارث موجود تھے ایک والدہ ایک زوجہ ایک ہمشیرہ ایک بھائی سب سمجھتے تھے کہ یہ وصیّت باطل ہوگی مگر زید کے انتقال کے دو روز پہلے اُس کے

ایک بیٹا[1] پیدا ہوگیا اب یہ بھائی صاحب حصہ دار وارث تو نہ رہے (کیونکہ بیٹے کی موجودگی مین میت کا بھائی محروم رہتا ہے) مگر زید نے جو اُن کے لئے وصیت کی تھی وہ صحیح و معتبر ہوگی کیونکہ بوقت وفات زید وہ وارث نہین تھے۔ مثال دوم زید نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی بظاہر اسکو سب ناجائز سمجھ رہے تھے مگر اتفاق سے زید کی حیات ہی مین اُسکے بھائی کا انتقال ہوگیا تو یہ وصیت جائز و معتبر سمجھی جائیگی اور اس وصیت مین جسقدر مال وغیرہ زید نے اپنے ابھائی کے لئے مقرر کیا تھا وہ زید کے بھائی کی اولاد وغیرہ کو ملجائے گا۔ اگر بھائی نہ مرتا تو یہ وصیت باطل رہتی البتہ میراث سے حصہ ملتا اب جبکہ بھائی مرگیا تو وہ وارث ہی نہ رہا اسلئے وصیت اُسکے لئے جائز ہوگئی اور اُسکے پس ماندوں کو دی گئی۔ (ملاحظہ ہو شرط سوم)

اسیطرح اگر کوئی شخص وارث تو کہلاتا ہے لیکن دوسرے کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہے اُسکے لئے بھی وصیت جائز و معتبر ہے مثلاً زید کے چچا بھی موجود ہے اور بھائی بھی تو زید کا چچا بوجہ موجود ہونے زید کے بھائی کے محروم ہے۔ لہذا چچا کے لئے وصیت جائز ہے یا مثلاً میت کے بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی تو پوتا چونکہ بیٹے کی موجودگی مین محروم رہتا ہے اسلئے پوتے کیواسطے اس صورت مین وصیت جائز ہوگی

اور اگر کوئی شخص پہلے سے وارث نہیں تھا اور اُسکے لئے وصیت کردیگئی تھی پھر بوقت مرگ میت وہ وارث ہوگیا تو یہ وصیت باطل ہوگی مثال زید کے باپ دادا دونوں زندہ تھے چونکہ باپ کے سامنے دادا وارث نہین ہوتا اسلئے زید نے دادا کے لئے کچھ وصیت کردی بظاہر جائز تھی۔ تقدیر سے زید کی زندگی مین زید کے باپ کا انتقال ہوگیا اب باپ کی جگہ دادا وارث ہوگئے اور وصیت جو کچھ اُنکے لئے کی گئی تھی وہ باطل ٹھہری مثال دوم زید کے بیٹا موجود تھا لہذا ہمشیرہ محروم تھی اُسکے لئے زید نے کچھ وصیت کردی۔ بقضائے الٰہی زید کا بیٹا داغ مفارقت دے گیا تو زید کی ہمشیرہ وارث ہوگئی لہذا اسکے لئے جو وصیت کی تھی وہ بیکار اور باطل ہوگئی۔

(۷) یہ شرط تو پہلے بار بار معلوم ہوچکی ہے کہ وہ وصیت[2] ثلث سے زیادہ نہو اگر اتنی

[1] پہلے سے کسیکو حمل کا حال معلوم نہ تھا ۱۲ [2] لقولہ علیہ السلام لما برضِ الثلث والثلث کثیر ۱۲

زیادہ وصیت کی ہے کہ ثلث مال مین پوری نہیں ہو سکتی تو صرف ثلث مین جاری ہوگی ثلث سے زیادہ کا خرچ کرنا وارثون کی رضامندی اور اختیار پر موقوف ہے - اور اگر کوئی وارث ہی موجود نہو تو ثلث سے زیادہ بلکہ کُل مال کی وصیت بھی جائز و معتبر ہے دبشرطیکہ دین نہو) اہل اسلام مین سب سے پہلے جس شخص نے ثلث مال کی وصیت کی وہ حضرت براء ابن معرور رضی اللہ عنہ تھے - مدینہ منورہ مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر گرم ہو رہی تھی لیکن تشریف نہ لائے تھے کہ آپ کی تشریف آوری سے ایک ماہ پہلے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو پیام اجل آپہونچا - آہ کیسی حسرت کا وقت تھا اُدہر موت کا فرشتہ مہلت نہین دیتا - اُدہر شوق دیدار مرنے کی اجازت نہین دیتا - اس حالت مین نادیدہ مشتاق و جان نثار مجبور بحکم پروردگار نے وصیت کی کہ جب حضور انور تشریف لائین تو میرا ثلث مال آپ کی نذر کر دیا جائے - براء رضی کے وارثون نے اُن کی آرزو کو پورا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص خادم کے ہدیہ کو قبول فرما کر بکمال سیر چشمی از طرف خود اُن کے وارثون کو عطا فرما دیا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ -

اگرچہ تقسیم ترکہ اور وارثون کے لئے اب نہ وصیت کی ضرورت ہے اور نہ معتبر ہے شریعت نے خود حصے مقرر فرما کر تقسیم کر دیا ہے اگر اُنکے خلاف وصیت کریگا تو ہرگز اعتبار نہوگا اور گناہ بے لذت اور عذاب آخرت سر پر رہے گا - لیکن دیگر امور کے لئے وصیت کر جانا اب بھی مستحب ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان پر دو راتین بھی ایسی نہ گذرنی چاہئین کہ اُسکے پاس وصیت نامہ لکھا ہوا موجود نہو - اور بعض امور کی وصیت کرنا واجب ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ مکروہ اور حرام ہوتا ہے

واجب جس شخص کے ذمہ پر لوگون کے قرض ہون یا اسکے پاس امانتین ہون جنکی کوئی ایسی سند نہین جس سے قرضخواہ اور مالک امانت دعویٰ کر کے وصول کر سکے یا اسی قسم کے اور معاملات ہون جن مین بلا وصیت لوگون کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اُسپر لازم و واجب ہے کہ اگر وصیت کا موقع پائے تو وصیت کر جائے اور اُن لوگون کے حقوق کو تحریراً یا تقریراً ظاہر کر جائے اسیطرح جس شخص نے اپنی کوتاہی سے بلا عذر شرعی نماز روزے قضا کر دئے

سلہ بوت تمہی فوت کی طاقت کے قاعدہ مقدم + مرض والے کی عقیدہ نیز نفع کی کل مال کا

ہون یا واجب شدہ حج وزکوۃ ادا نکیا ہو اُسپر بھی واجب ہے (بشرطیکہ مال موجود ہو) کہ ان امور کے ادا کرنیکی وصیت کر جائے۔ اگر وصیت کا موقع پایا اور وصیت نہ کی تو گنہگار ہو کر آخرت مین مستحق عذاب ہوگا چونکہ قریب المرگ ہونے کی حالت مین وصیت کا موقع پانے کا یقین نہین لہذا دینداری کی بات یہ ہے کہ انسان حالت صحت وحیات ہی مین اس قسم کے امور کی وصیت کردے

کسی شخص کے ذمہ پر واجب شدہ نماز روزہ کسی دوسرے شخص کے پڑھنے اور رکھنے سے ادا نہیں ہو سکتا لہذا ان کے ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ فدیہ دیا جائے ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم ہے جسکی مقدار انگریزی سیر سے تقریبًا دو سیر ہے اور ایک نماز[1] کا فدیہ بھی اسیقدر ہے۔ حج ادا کرنیکے لئے میت کے وطن سے کوئی شخص بھیجا جائے اور پورا خرچ دیا جائے۔ لیکن اُجرت اور تنخواہ کچھ نہ دیجائے ورنہ میت کی طرف سے حج ادا نہوگا زکوۃ کی جسقدر وصیت کی ہے حساب لگا کر ادا کر دی جائے۔ اسی طرح کفارہ اور صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ جن چیزون کی وصیت ہو ادا کر دی جائین۔ مفصل مسائل میت کی طرف سے حج وغیرہ ادا کرنیکے کتب فقہ سے معلوم ہو سکتے ہین اور کسی قدر فتاوی محمدیہ مین لکھے گئے۔

مستحب پسندیدہ اور مستحب ہے کہ وصیت کر جائے کہ میرا کفن دفن بطریق مسنون کیا جائے اور میرے مرنے پر نوحہ اور چیخنا چلانا موقوف رکھین اور رسوم خلاف شرع عمل مین نہ لاوین[2]

امور ضروریہ اور واجبہ کے سوا اگر مال مین سے وصیت کرنا چاہے تو ہر حالت مین مستحب یہ ہے کہ ثلث مال سے کم کی وصیت کرے۔ اگر اسکے وارثان شرعی پہلے سے غنی اور مالدار ہین یا اس کی میراث مین سے اسقدر حصہ ملے گا کہ میراث پانے کے بعد بہت غنی اور دولت مند ہو جائین گے تو مال مین سے مدارس ومساجد وغیرہ کے لئے یا ایسے وارثون کیلئے

---

[1] مذہب حنفی مین قضا شدہ وتر کا بھی فدیہ دینا ضروری ہے پس ایک روز پنجگانہ نماز مع وتر کا فدیہ بارہ سیر گندم ہون انگریزی ہوا۔ [2] جس شخص کے عزیز واقربا مین نوحہ کرنے کی عادت اور ناجائز رسوم کا رواج ہو اور اپنے مرنے کے بعد نوحہ وغیرہ کا گمان غالب ہو اُسکے لئے ان امور کی ممانعت لازم اور ضروری ہے ۱۲۔

جنکو حصہ نہیں پھونچے گا وصیت کر جانا مستحب ہے[1] لیکن ثلث مال سے کم وصیت کرنا بہتر ہے اور اگر وارثان شرعی پہلے سے بھی غنی نہین اور مال بھی اسقدر زیادہ نہین کہ میراث پاکروہ لوگ دولت مند ہو جائین تو مستحب ہے کہ اپنے مال مین سے صدقہ و خیرات وغیرہ کی کچھ وصیت نہ کرے اور سب ترکہ وارثون کے لئے چھوڑدے کیونکہ جب یہ لوگ بھی مفلس اور حاجتمند ہین توان کو بھی جو کچھ نفع اور فائدہ میت کے مال سے ہوگا اسکا ثواب اور اجر میت کو مثل صدقہ اور خیرات کے[2] بلکہ اُس سے بھی دوچند حاصل ہوگا۔

جائز اگر کوئی وارث نہو تو کل مال کی وصیت کر دینا جائز و معتبر ہے اور اپنے تجہیز و تکفین وغیرہ کے لئے ایسے تمام امور کی وصیت کر دینا جائز ہے جو شرعاً ممنوع و مکروہ نہون مثلاً یہ کہ فلان جگہ دفن کرنا فلان شخص نماز پڑھادے[3] وغیرہ وغیرہ

مکروہ و حرام - مکروہ و حرام ہے اُن امور کی وصیت کرنا جو خلاف سنت ہین یا شریعت مین حرام و ناجائز ہین یا ایسے لوگون کے لئے وصیت کرنا جو معصیت خداوندی اور فسق و فجور مین مبتلا ہین اور غالب گمان یہ ہے کہ اسکے مال کو بھی اُسی مین صرف کرین گے

اللہ تعالیٰ نے مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ارشاد فرماکر ایسی وصیت کرنے کی ممانعت فرمادی ہے جس سے وارثون کو ضرر پھونچے اور اسکی چند صورتین ہوسکتی ہین۔

(۱) ثلث سے زیادہ وصیت کر جائے گو یہ پوری نہ کیجائیگی لیکن گناہ ہوگا اور گناہ بے لذت

(۲) کسی شخص کی امانت کا یا قرض کا اقرار کرلے اور فی الحقیقت اسکے ذمہ پر واجب نہو بلکہ وارثون کے حصہ مین کمی اور نقصان کرنا منظور ہو

(۳) اپنا قرض جو دوسرون کے ذمہ پر واجب تھا اُسکے وصول پانیکا جھوٹا اقرار کرے تاکہ وارث اُس سے نہ لے سکین

(۴) کوئی نہایت بیش قیمت چیز بلا ضرورت صرف وارثون کا نقصان کرنے کے لئے بہت کم قیمت مین کسی کے ہاتھ فروخت کردے یا کوئی ردی اور کم درجہ چیز بڑی بھاری قیمت

---

[1] لقولہ علیہ السلام فی سوال جابر رض للوصیۃ انک لن تنفق نفقۃ الا اجرت فیہا الخ ۱۲ [2] یعنی بطریق مذکورہ بالا میراث تقسیم کیجائے بعد وصیت پورا کرنے اور دین ادا کرنے کے۔ لیکن وصیت کرنے والے کو وارثون کا ضرر رسان نہ ہونا چاہیئے ۱۲ [3] دیکھیں صفحہ ۶۳ پر مسئلہ ۱۴۷ ۱۲ ناشر

خریدے (۵) ثلث مال کی وصیت کرے لیکن ثواب کی نیت اور کوئی صورت نہو وارثون کا حصہ کم کرنا منظور ہو۔

(۶) بلا قصور وارثان زندگی مین سب مال کا فیصلہ کرکے وارثون کو محروم کر جائے۔ یہ سب[1] تصرفات جائز و نافذ ہون گے لیکن گنہگار اور عاصی ہو جائیگا بعض مین بہت زیادہ بعض مین کم

وصیّت کس طرح پوری کیجائے اور کونسی کیجائے اور کونسی نہ کیجائے

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ کفن و دفن اور ادائے قرض و حقوق کے بعد جو مال باقی رہے اُسکے ایک ثلث مین وصیت جاری ہوتی ہے۔ پس اگر میت نے چند وصیتین کین جو ثلث مال مین انجام نہین پاسکتی اور زیادہ خرچ کرنے کی وارثون نے اجازت نہین دی تو جو ضروری اور واجب امور کی وصیتین ہین اُنکو پہلے پورا کیا جائے اُنسے کچھ باقی رہے تو غیر ضروری وصیتین بھی پوری کیجائین۔ مثلاً اپنی نماز کا فدیہ دینے کی بھی وصیت کی ہے اور ایک کنواں بنوانیکی بھی وصیت کی ہے اور دونون کام ثلث مال مین پوری نہین ہو سکتے تو نمازون کا فدیہ ادا کردین اور چاہ بنوانا ملتوی رکھیں یا مثلاً اپنے قضا شدہ روزون کے فدیہ کی بھی وصیت کی اور قربانی ادا کرنے کی بھی تو روزون کا فدیہ ادا کردین کیونکہ روزے زیادہ ضروری فرض ہین قربانی کم درجہ ہے فرض نہین واجب ہے۔ اسیطرح دوسری چیزون مین ضروری وصیتون کو مقدم رکھین گو وصیّت کرنیوالے نے یہ ترتیب نہ رکھی تھی

اور اگر سب برابر درجہ کی وصیتین ہین زیادہ ضروری اور غیر ضروری ہونیکا فرق نہین تو وصیّت کرنے والے نے جسکی وصیّت پہلے کی تھی اسکو پہلے پورا کیا جائے پھر کچھ مال باقی رہے تو دوسری کو پورا کرین ورنہ نکرین مثلاً روزے کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت بھی کی اور نماز کا بھی یہ دونون برابر ہیں (کیونکہ دونون فرض ہیں) اسلئے جسکی وصیت پہلے کی تھی اسکو مقدم کرین

[1] سوائے نمبر اوّل کے چنانچہ بیان ہوا۔ ۱۲

یا حج وزکوۃ ادا کرنے کی وصیت کی تھی اور دونون پورے نہیں ہو سکتے تو جسکی وصیت پہلے کی ہو وہ ادا کیا جائے (بعض معتبر علما کا قول ہے کہ حج وزکوۃ اگر دونون ادا نہ ہوسکین تو زکوۃ کو مقدم کر کے ادا کرا دینا چاہیئے) یا مثلاً ایک ہزار روپیہ کی وصیت مسجد کے لئے کی تھی اور ایک ہزار کی مدرسہ کے لئے اور اب ثلث مال صرف ایک ہزار ہے تو جسکی وصیّت پہلے کی تھی اُسکو پورا کیا جائے۔ اب وصیّت پورا کرنے کے متعلق مفید قواعد و مسائل ملاحظہ کرو۔

(۱) اگر حج کی وصیّت کی ہے تو اُسکے وطن سے مکّہ معظمہ تک آمد و رفت اور سواری وغیرہ جملہ ضروریات کا خرچ دیکر کسیکو حج کے لئے بھیجا جائے اگر ثلث مال مین اسقدر خرچ پورا نہ ہوسکے تو جسجگہ سے ممکن ہو بھیجا جائے مثلاً بمبئی سے کسیکو بھیجدین گے تو بیس پچیس روپیہ کی کفایت رہے گی اور اگر بہت ہی کم مال ہو تو جدہ سے کسیکو مقرر کردیا جائے۔ لیکن پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اُجرت دینا جائز نہین۔

(۲) اگر زید کی اولاد کے لئے ایک ہزار روپیہ کی وصیّت کی تو وہ روپیہ زید کی اولاد مین تقسیم کردیا جائے اور لڑکے اور لڑکیون کو برابر حصّہ دیا جائے۔ اور جب تک زید کے بیٹا بیٹی مین سے کوئی بھی موجود ہوگا پوتا پوتی اور نواسہ نواسی کو کچھ نہ ملے گا گو عرف مین انکو بھی اولاد کہتے ہین مگر اصل اولاد بیٹا بیٹی ہین۔ قال صاحباہ رحمہم اللہ ۱۲

(۳) اگر وصیّت کی کہ پچاس روپیہ کے گندم فلان شخص کو دیدینا یا فقیرون کو دیدینا تو اسکی جگہ نقد روپیہ دیدینا بھی جائز ہے۔

(۴) علی ہذا القیاس اگر پچاس روپیہ نقد کی وصیّت کی تو میّت کے گھر سے پچاس روپیہ کا غلہ دیدینا بھی جائز ہے

(۵) اگر کسی جانور یا مکان وغیرہ کو فروخت کرکے قیمت کو صدقہ کرنے کی وصیّت کی ہی تو اگر خود وہی چیز صاحبان وصیت کو دیدی جائے تو جائز ہے

(۶) اگر کسی کپڑے وغیرہ کو صدقہ کرنے کی وصیّت کی تو وارثون کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی قیمت صدقہ کردین اور اُسکو رکھ لین

(۷) اگر کہا کہ پانسو روپیہ دیکر حج کرادینا اور صرف چارسو روپیہ مین حج ادا ہوگیا تو باقی روپیہ وارثون پر تقسیم کیا جائے۔

(۸) اگر حد سے زیادہ قیمتی کفن کی وصیّت کی تو پوری نہ کیجائے بلکہ متوسط درجہ کا کفن دیا جائے (جسکا بیان گذر چکا)

(۹) اگر کسی شخص نے ٹاٹ خرید کر رکھا اور وصیّت کی کہ مجھکو اسکا کفن دینا اور مجھکو طوق وزنجیر سے جکڑکر قبر مین دفن کرنا تو یہ وصیّت پوری نہیں کیجائے گی بلکہ بقاعدۂ مسنون کفن دفن کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر باوجود وسعت کے یہ وصیّت کی کہ مجھکو صرف ایک کپڑے مین لپیٹ کر دفن کردینا یا صرف دو کپڑے کفن مین دینا تو اس وصیّت کو پوری نہین کرینگے بلکہ کفن مسنون دینگے۔ اسیطرح اگر وصیت کی کہ میری نعش کو جانورون کے کہانے کے لئے ڈالدینا یا آگ مین جلادینا تو یہ حرام ہے ہرگز پوری نہ کیجائے۔

(۱۱) جب قرضہ اسقدر ہو کہ ادا ہونیکے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے تو ہر قسم کی وصیّت بیکار اور باطل ہے اگر قرضخواہ اپنا قرض معاف کردین تو جو کچھ مال رہجائے اُسکے ثلث مین وصیّت پوری کیجائے

فائدہ۔ اگرچہ قرآن مجید مین وصیّت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور دین کا پیچھے لیکن اس ترتیب سے بقاعدۂ لغت عرب یہ نہین سمجھا جاتا کہ ان چیزون کے ادا کرنے مین بھی یہی ترتیب ہو بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتلادیا کہ دین مقدم ہے اور وصیّت اُسکے بعد قَالَ عَلِیٌّ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ بَدَأَ بِالدَّیْنِ قَبْلَ الْوَصِیَّۃِ۔ الفاظ قرآن مین ترغیب وتاکید کے لئے وصیت کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ اسکا پورا کرنا وارثون پر بہت شاق گذرتا ہے اور خوف خداوندی کے سوا کوئی تقاضا کرنے والا اور محرک بھی نہین ہوتا۔ دَین اور قرض کے لئے تو قرضخواہ ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے اور وصول کر لیتا ہے

(۱۲) اگر وصیّت کی کہ مجھکو میرے مکان ہی مین دفن کردیا جائے تو یہ وصیت باطل اور ناقابل اعتبار ہے (ہان اگر سب وارث اجازت دین تو دفن کردیا جائے)

(۱۳) اگر کوئی میّت کہے کہ یہ مال فلان شخص سے مین نے بطریق ناجائز وصول کیا تہا تم اسکو صدقہ کر دینا تو اگر اُس مال کا اصل مالک زندہ ہے تو مال اسی کو دیدینگے اور صدقہ نہ کرینگے۔ اور اگر وہ مالک اور اُسکے وارث بھی موجود و معلوم نہین تو مال کو صدقہ کر دیا جائے

(۱۴) جب کوئی میّت کہہ جائے کہ فلان بزرگ میری نماز پڑھائین اور فلان جگہ دفن کیا جاؤن اور فلان قسم کا کفن دیا جائے تو ان وصیتون کا پورا کرنا ضروری نہین البتہ اگر پورا کردین تو بہتر ہے بشرطیکہ کوئی وجہ شرعی مانع نہو۔

(۱۵) اگر کہا کہ مجھکو فلان بزرگ کے مقبرے مین دفن کرنا اور وہان تک لیجانے مین صرف زیادہ ہوتا ہے تو اگر سب وارث اس خرچ پر راضی ہون تو وصیّت پوری کیجائے ورنہ نہین۔

(۱۶) اگر میّت کہہ جائے کہ میرے بعد اسقدر طعام پکا کر حاضرین کو کھلانا تو یہ وصیّت نامعتبر ہوگی اگر یون کہا کہ فقرا و مساکین کو یا کہا کہ طالبعلمون کو کھلانا تو جائز ہے

(۱۷) اگر وصیّت کی کہ زید میرے مکان مین رہا کرے تو جائز و معتبر ہے مکان مین رہنے کا زید کو مدۃ العمر اختیار رہے گا لیکن مالک نہ ہوگا اور اگر وصیّت کرنیوالے نے اس مکان کے سوا کچھ مال ہی نہین چھوڑا تو زید کو صرف ایک ثلث مکان مین رہنے کا حق حاصل ہوگا

(۱۸) اگر وصیت کی کہ فلان شخص کو ایک گھوڑا یا فلان قسم کا کپڑا یا برتن دیا جائے تو جس چیز کی وصیت کی ہے وہ متوسط درجہ کی میّت کے مال مین سے دیدینگے نہ بہت اعلیٰ قسم کی نہ کم درجہ۔ اور اگر وہ چیز میت کے مال و اسباب مین موجود نہین تو اُسکی قیمت دیجائے

(۱۹) اگر یون کہا کہ میرے گھوڑون مین سے ایک گھوڑا زید کو دیدینا یا میری اشرفیون مین سے پانچ اشرفیان زید کو دیدینا اور میت کے مال مین یہ چیزین موجود نہین تو وصیت بالکل باطل اور بیکار جائے گی

(۲۰) اگر اپنے مقروض سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تم قرض سے بری ہو یہ بھی مثل وصیت سمجھا جائے گا اور ثلث مال سے معاف ہوسکے تو معاف ہوگا ورنہ وارثون

کی رضا پر موقوف رہے گا۔
(۱۲) اگر وصیّت کی کہ میری کتابوں کو یا فلاں چیز کو دفن کر دینا تو یہ وصیّت پوری نہ کیجائے البتہ اگر وہ کتابیں یا چیزیں ایسی ہوں جنکو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور نفع نہیں اٹھا سکتا یا ایسی لغو اور خلاف حق اور باطل مضمون کی کتابیں ہیں جنکے شائع ہونے میں بڑی خرابی ہے تو دفن کر دی جائیں

وصیت سے پھر جانیکا بیان

جب وصیت کر دی اور عام طور سے لوگوں کو معلوم ہو گئی یا گواہ موجود ہیں تو انکار کرنے سے وصیّت باطل نہیں ہوگی اور یہ کہنا معتبر نہوگا کہ میں نے وصیت نہیں کی۔ البتہ اگر یوں کہے کہ میں اِس وصیّت سے رجوع کرتا ہوں یا اسے جاری کرانا نہیں چاہتا یا اس وصیّت کو فسخ کرتا ہوں تو وصیّت باطل ہو جائیگی گویا کی ہی نہیں تھی جب تک وصیّت کرنیوالا زندہ ہے اُسکو اسطرح وصیّت کو باطل کر دینے کا پورا اختیار ہے۔ اسیطرح اگر زندگی میں کوئی ایسا تصرف اور فعل کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیّت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی مثلاً ایک زمین کی کسی کے لئے وصیت کی تھی پھر اُسی زمین میں اپنا مکان بنالیا یا بکری کی وصیت کی تھی اور پھر اسی کو فروخت کر دیا یا کسی کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اُسی کو قطع کر کے کپڑے بنوائے تو ان سب صورتوں میں سمجھا جائے گا کہ وصیّت سے رجوع کیا اور پھر گیا۔
اگر کسی خاص زمین یا خاص مکان یا کپڑے یا جانور وغیرہ کی وصیّت کی تھی اور پھر وہ کسی طرح اسکے قبضہ سے نکل گیا یا (جانور) مر گیا تو وصیت باطل ہو گئی کیونکہ جس چیز کی وصیّت کی تھی وہ موجود ہی نہ رہی۔
اگر حالت مرض میں وصیتیں کیں اور پھر صحت یاب ہو گیا تو یہ وصیتیں باطل نہ ہونگی جب کبھی انتقال کریگا اُسکی موت کے بعد پوری کیجائیں گی اور اگر قید لگائی تھی کہ اگر مرض میں مر جاؤں

تو فلان فلان کو اسقدر دیتا تو یہ وصیت صحتیاب ہونیکے بعد باطل ہوجائیگی

وصی کا ذکر

وصیت کرنیوالا میت جس شخص کو اپنی موت کے بعد تصرفات جاری کرنیکے لئے اپنا نائب اور وکیل مقرر کردے اُسکو وصی کہتے ہین جسکو وصی بنایا تھا اگر اُسنے زبان سے قبول کرلیا تب بھی اُسپر لازم ہوگیا یا کوئی کام ایسا کیا جس سے معلوم ہوگیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے تب بھی وصی بنگیا۔ لیکن جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کردے البتہ اُسکی موت کے بعد اختیار نہ رہیگا۔ اگر ایک شخص کو بعض امور کا وصی بنایا اور دیگر امور کا کچھ ذکر نہین کیا اور نہ اُنکے لئے کسیکو وصی بنایا ہے تو تمام امور کا وصی یہی شخص سمجھا جائیگا۔ اگر تمام امور مین دو شخصون کو وصی بنایا ہے تو ان دونون کو باہم ملکر کام کرنا چاہئے صرف ایک شخص اگر تصرفات کرے گا تو ناجائز ہون گے۔ البتہ اگر تجہیز و تکفین کا انتظام اور میت کی اہل و عیال کی ضروریات کو ایک شخص بھی انجام دیدے تو جائز و معتبر ہوگا۔

وصی بننا اور پھر دیانت داری سے کام کرنا نہایت ہی دشوار اور سخت مشکل ہے لہذا اس سے حتی الوسع بچنا چاہئے اور ہرگز اختیار نکرنا چاہئے اور اگر بمقتضائے ضرورت و مصلحت کبھی اختیار کرے تو مواخذہ خداوندی اور عذاب آخرت سے ڈرکر پوری دیانت داری اور خیر خواہی سے کام کرنا چاہئے مال مفت سمجھکر بیجا صرف کرنا اور بلا پس و پیش مالکانہ تصرف کرنا ہرگز نہ چاہئے۔ البتہ اگر اُس کے انتظام مین اپنے فکر معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدر ضرورت اپنے اخراجات اور ضروریات کے لئے وصیت کرنے والے کے مال سے لینا جائز ہے جسکا ذکر کتب فقہ مین مفصل موجود ہے واللہ الموفق والمعین۔

تیسرا باب محروم ومحجوب وغیرہ کا بیان

فصل اوّل جو چیزیں میراث پانیسے محروم کر دیتی ہین

میت کا مال بوجہ ایک علاقہ اور تعلق اور رشتہ داری کے خدائے تعالیٰ نے اُسکے بعد موجودہ وارثون کو عطا فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے تعلق نہ رہے اور ایک قسم کی جدائی اور علیحدگی اور نفرت ثابت ہوجائے تو اُس وارث کو میراث نہ ملیگی وہ امور یہ ہین۔ قتلِ مُورث۔ اختلافِ دین۔ غلامی۔ اختلافِ ممالک وسلطنت

اب ان چار امور کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے

قتل[1] اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً مار ڈالا تو یہ وارث میراث سے بالکل محروم رہیگا خواہ کسی کاٹنے والی دہار چیز سے قتل کیا ہو (مثلاً تلوار۔ چھرا۔ کرچ۔ سنگین۔ بانس کی تیز کھپاچ وغیرہ) یا کسی بڑی موٹی بھاری زوردار چیز سے مارا ہو جسکے مارنے سے عموماً آدمی مرجاتے ہین (جیسے موٹا لٹھ۔ بندوق۔ پتھر وغیرہ) یا کسی چھوٹی چیز کے مارنے مرجائے جس سے عموماً لوگ مر نہین جاتے (مثلاً پتلی چھڑی چھوٹا پتھر قمچی۔ طمانچہ وغیرہ) اور خواہ یہ قتل عمداً واقع ہوا ہو یعنی قتل کرنیکے قصد ہی سے مارا ہو یا خطاءً ایسا ہو گیا یعنی غلطی سے مارا گیا۔ مثلاً ہرن کو گولی یا تیر مارتا تھا نشانہ خطا کر گیا اور مورث پر جا لگا۔ یا بندوق درست کر رہا تھا بلا قصد چل گئی اور مورث کو گولی لگ گئی یا کوئی چاقو یا بڑی چیز اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر مورث پر جا پڑی وہ اسکے صدمہ سے مر گیا۔

اگر نابالغ یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ نابالغ

[1] یہان عمد و شبہ عمد کے حکم مین چونکہ فرق نہین لہذا تفصیل غیر ضروری ہے خصوصاً للعوام و ترکت بعض تفاصیل ہذہ المسئلۃ لئلا یجتر علیہ الناس من شر الوسواس الخناس ۱۲

اور مجنون کے اکثر افعال شرعاً مستوجب سزا و جزا نہیں ہین۔ اسی طرح اگر ظلماً نہین مارا
بلکہ مورث ناحق اسپر حملہ کرتا تھا اُسنے اپنے بچانے کے لئے اسپر وار کیا اور وہ مورث مرگیا
تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہوگا۔ یا مورث پر سزا ہین کسی درجہ سے شرعاً قتل واجب
ہوا اور بادشاہ یا قاضی کے حکم سے وارث نے قتل کردیا تو بھی میراث سے محروم نہ ہوگا
کیونکہ ان سب صورتون مین قتل ظلماً نہیں ہے۔ اسیطرح اگر کسی رشتہ دار عورت کو زنا کی
خطا پر مار ڈالا تو یہ مارنیوالا وارث محروم نہ ہوگا بشرطیکہ یہ جرم گواہون سے ثابت ہوگیا ہو

اختلاف دین۔ اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی
یہودی آتش پرست ہو یا آریہ) تو اسکی میراث مسلمان کو نہین ملے گی بلکہ اگر اُسکے کافر
وارث موجود ہون تو اُن کو دیجائیگی اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال مین جمع کیجائے گی
اور اگر مورث مسلمان ہے اور وارث کافر ہے تو اُسکو بھی مورث کی میراث نہ ملے گی بلکہ جو
وارث مسلمان ہین انکو دیجائے مثلاً کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہوگیا اب اُسکے انتقال پر
باپ کو کچھہ حصّہ نہ ملے گا ہان اگر اُس بیٹے کی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو انکو ترکہ دیا جائے
اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہ ہو تو بیت المال وغیرہ مین صرف کیا جائے

اسلام کے سوا جسقدر مذہب اور فرقے ہین اُن کا مقدمہ اگر اسلامی عدالت مین آوے تو اُن مین باہم
میراث جاری کرائی جائے گی مثلاً بیٹا یہودی اور باپ نصرانی ہے تو اُن مین باہم میراث جاری
ہونیکا حکم دیا جاتا ہے یا شوہر ہندو برہمن ہے اور زوجہ عیسائی میم صاحب ہین ان مین سے اگر ایک
مرجائے تو دوسریکو میراث پہونچنے کا فیصلہ کیا جائیگا۔ لیکن مسلمان کو ان فرقون مین سے کسی
کے مال مین سے بھی میراث نہیں پہونچ سکتی۔ اور نہ مسلمان کے انتقال پر اُن فرقون مین سے کسی
شخص کو کچھ حق مل سکتا ہے۔ مثلاً کسی ہندو کا بھائی مسلمان ہوگیا ہے اب اگر وہ مرجائے تو
اُس مسلمان کو ہرگز کچھ نہ پہونچے گا علیٰ ہذا القیاس اگر کسی مسلمان نے میم صاحبہ سے نکاح پڑھوالیا
تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو میراث نہ ملے گی البتہ اگر مہر ادا نکیا ہو تو دیا جائے گا اور اگر
میم صاحبہ شوہر کی زندگی مین کوچ کر گئین تو شوہر کو کچھ بھی نہ ملے گا

جو شخص مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے وہ بھی کافرون کے مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اُسکے مارے جانے یا کافرون سے مل جانے کے بعد اگر اُسکا مال اہل اسلام کے قبضہ مین ہو تو حالت اسلام مین حاصل کیا ہوا مال اُس کے مسلمان وارثون پر تقسیم کر دیا جائے اور حالت ارتداد کی کمائی یعنی اسلام سے پھر جانے کے بعد جو کچھ کمایا ہے وہ بیت المال مین داخل کیا جائے۔ عورت اگر دین سے پھر جائے اور کافرون سے ملجائے یا قتل کیجائے تو اُسکا مال مسلمان وارثون کو پہونچے گا خواہ حالت اسلام مین وہ مال اُسکو حاصل ہوا ہو یا مرتد ہونے کے بعد۔

مقلد و غیر مقلد شافعی وحنفی المذہب وغیرہ مین باہم بلاشبہ وبلا اختلاف میراث جاری ہوتی ہے۔ یعنی اگر کوئی مقلد مر جائے تو اُسکے غیر مقلدون وارثون کو بھی میراث پہونچے گی۔ اسیطرح اگر کسی غیر مقلد کا انتقال ہو جائے تو مقلدون کو اسکی میراث حسب قاعدۂ شریعہ پہونچیگی علی ہذا القیاس شافعی المذہب میت کے مال سے حنفی وارثون کو حصہ و ترکہ ملیگا اور حنفی میت کے ترکہ مین سے شافعی المذہب رشتہ دار حصہ پائینگے

شیعہ و سنی مین اکثر علما کے نزدیک میراث جاری[1] ہوتی ہے یعنی سنی میت کے شیعہ وارث میراث سے محروم نہ ہون گے۔ اسیطرح شیعہ کے ترکہ مین اہل سنت حسب قاعدہ حصہ اور میراث پائین گے **قادیانی** جو ختم رسالت کے منکر ہیں انکا حال مثل کافرون کے ہے **غلامی** غلام چونکہ شرعاً قابلیت مالک ہونے کی نہیں رکھتا اُسکے قبضہ مین جو کچھ آتا ہے وہ اُسکے مالک و آقا کی ملک ہو جاتا ہے لہذا اگر غلام کا کوئی رشتہ دار مر جائے تو اُسکے مال مین سے غلام کو میراث نہ ملے گی بلکہ محروم رہے گا کیونکہ اگر اسکو حصہ دلایا جائے تو وہ ایک ایسے شخص کی ملک ہو جائیگا جو اس مال کا مستحق نہ تھا اور غلام کے انتقال پر اُسکے وارثون کو میراث اسلئے نہین ملتی کہ غلام جب حالت غلامی مین مرتا ہے تو اسکا کچھ ترکہ ہی باقی نہین رہتا کیونکہ

---

[1] میراث المسلمین مین یہ مسئلہ دیکھکر ایک صاحب بہت خفا ہوئے تھے پھر کسی کو اگر شک ہو تو درمختار و شامی و فتح القدیر کی عبارتین دیکھ لین جو مولانا عبدالعلی بحر العلوم رح نے مسلم الثبوت کی شرح مین نقل فرمائی ہین یا شامی نے جو باب المرتد مین تحقیق و تفصیل فرمائی ہے ملاحظہ فرمالین۔ البتہ وہ شیعہ جو بالکل کفریہ عقائد رکھتا ہو تو اُسکا حال مثل کافرون کے سمجھا جائیگا ۱۲

وہ کسی چیز کا مالک ہی نہ تھا۔ جو کچھ اسباب و مال اسکے قبضہ مین ہے وہ زندگی میں بھی آقا اور مالک کا مملوک تھا اور غلام کے مرنے کے بعد بھی اُسی کا مملوک رہا اب غلام کے وارثون کو کہاں سے حصہ پہونچے اور کیسے میراث حاصل ہو

اختلاف ممالک و وطن یعنی میت اور وارث کے ملک ولایت کا مختلف ہونا۔ مسلمان کا وارث گو کتنی ہی بعید ولایت اور مختلف ملک مین رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے محروم نہ رہے گا خواہ کتنا ہی بعد المشرقین ہو اور دونون کی سکونت مختلف سلطنتون مین ہو البتہ جو لوگ مسلمان نہین ہین اُن مین اگر میت اور وارث دو مختلف ملکون میں رہتے ہون اور اُن سلطنتون مین باہم صلح بھی نہ ہو تو دوسرے ملک کے رہنے والے میت کی میراث اُسکے وارث کو نہ پہونچے گی اور مختلف ملکون مین رہنا باعث محرومی میراث کا ہو جائیگا۔ فرض کرو کہ ہندوستان کی گورنمنٹ انگریزی اور روس کی گورنمنٹ مین صلح نہ رہے تو ہندوستان کا باشندہ شریعت اسلامی کے قاعدہ سے مملکت روس کے باشندے کی میراث اور ترکہ نہین پا سکتا جیسا کہ بعض دوسرے مواقع پر بھی اس کتاب مین غیر ضروری امور کو محض تکمیل کتاب اور سرسری اطلاع کے لئے ذکر کر دیا گیا ہے اسیطرح پر میراث سے محروم ہونیکے سوم و چہارم سبب کو ذکر کیا گیا ورنہ غلامی تو آج کل (خصوصاً ہندوستان مین) بالکل ہی مفقود ہے۔ اور جو تھا سبب یعنی اختلاف ملک بھی کہین نہین پایا جاتا۔ تمام سلطنتون مین باہم صلح ہے ایک حکومت کا سفیر دوسری جگہ رہتا ہے دوسرے بادشاہ کی رعایا کی حفاظت اپنی رعایا سے بھی زیادہ کیجاتی ہے باطنی مخالفت و قلبی عداوت کے ساتھ باضابطہ اور ظاہری صلح نے واشتی نے بالکل تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى کا مصداق بنا دیا ہے اور سلطنتون کا اختلاف اگر پایا بھی جائے تو اہل اسلام کے حق مین اسکا اعتبار نہین صرف غیر مسلمون کے لیئے ایسا اختلاف ممالک باعث محرومی میراث ہے لیکن انکو آج کل نہ اسلامی قاعدہ سے فیصلہ کرانے کی ضرورت ہے نہ مسئلہ پوچھنے کی۔

چار مذکورہ بالا سببون کے علاوہ موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا بھی میراث سے محروم ہونے کا ایک سبب ہے یعنی یہ معلوم نہ ہونا کہ پہلے کون مرا ہے اور پیچھے کون مثلاً

ایک جہاز مین بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ غرق ہو گئے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے یا مکان و دیوار گر کر چند آدمی مر گئے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے ایسی صورت مین ان لوگون مین سے کوئی دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور وقت موت کا معلوم نہ ہونا گویا محرومی میراث کا باعث ہو جائیگا یہان یون سمجھینگے کہ گویا سب ایک ہی ساتھ مرے ہین نہ یہ اُسکا وارث ہوگا نہ وہ اُسکا۔ اُنکے بعد جو وارث موجود رہے ہین اُنکو میراث دیجائیگی۔ **مثال**۔ احمد علی اپنے بڑے بیٹے رحمت علی کو ہمراہ لیکر غازی آباد سے ریل مین سوار ہوا وطن مین دو چھوٹے بیٹے قدرت علی اور عظمت علی رہے اور دو پوتے یعنی رحمت علی کے بیٹے نصرت علی اور شوکت علی راستہ مین گاڑیان لڑ گئین اور احمد علی و رحمت علی باپ بیٹے دونون مُردہ پائے گئے۔ اب اگر یون سمجھین کہ احمد علی کا انتقال پہلے ہوا ہے رحمت علی اُسکا بیٹا دو چار منٹ کے بعد مرا ہے تو احمد علی کی جائداد تین حصون پر تقسیم ہو کر تینون بیٹونکو ایک ایک حصہ پہونچ گیا اور چونکہ رحمت علی کا بھی فوراً ہی انتقال ہوگیا لہذا اُسکا حصہ اسکے بیٹون نصرت علی و شوکت علی کو پہونچ گیا لیکن ایسا نہین سمجھتے اور اسطرح تقسیم نہین کرتے بلکہ یون سمجھا جاتا ہے کہ احمد علی اور اُسکا بیٹا رحمت علی ساتھ ہی مرے ہین لہذا احمد علی کی جائداد دو حصہ ہو کر اُسکے دونون بیٹون قدرت علی و عظمت علی کو ملجائیگی پوتے محروم رہین گے۔ کیونکہ ان کے باپ رحمت علی کو کچھ حصہ ہی نہین ملا جو بیٹون تک پہونچتا بلکہ وہ گویا باپ کے ساتھ ہی مر گیا اور کچھ میراث نہ پائی۔ غرض اس صورت مین موت کا حال اور وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے رحمت علی میراث سے محروم رہا اور اسی وجہ سے اُسکے بیٹے بھی محروم رہ گئے۔ معلوم نہین فی الحقیقت وہ باپ سے پہلے مرا تھا یا پیچھے۔

چھٹا سبب میراث سے محروم رہنے کا نبوت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ انبیاؑ نہ اپنے کسی رشتہ دار سے میراث پا سکتے ہین نہ اُن کی میراث کسی کو پہونچتی ہے۔ چنانچہ میراث کی حقیقت مین اس کا بیان گذر چکا ہے۔ لیکن چونکہ ہماری ناچیز کتاب صرف عام مسلمانون کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس چھٹے سبب کو مستقل اور خاص طور سے شمار کرنے کی ضرورت نہین۔

کجا انبیا اور کجا یہ کتاب ٭ یہ ادنیٰ رسالہ وہ عالی جناب ٭

فصل دوسری اُن امور کا بیان جو باعث محرومی نہین[1]

صغرسنی۔ یعنی کم عمر ہونے سے میراث اور حصّہ مین کچھ کمی نہین آتی پس اگر ایک شخص کے ایک بیٹا نہایت قوی جوان پہلوان عالم فاضل عاقل ہو اور دوسرا تین روز کا شیر خوار مریض[2] بچہ ہو۔ تو دونون کو میراث مین برابر حصّہ ملیگا بلکہ حمل کیلئے بھی حصّہ محفوظ رکھا جائیگا حال آخر کتاب مین معلوم ہوگا۔

نکاح ثانی کر لینے سے عورت اپنے شوہر کی میراث سے محروم نہین ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہین جیسے پہلا نکاح جائز مسنون و باعث ثواب ہے اسیطرح دوسرا ہے بلکہ پہلے نکاح سے بڑھکر اسکا ثواب و فضیلت ہے پس جو لوگ نکاح ثانی کو عار اور جرم سمجھکر اسکی وجہ سے عورتونکو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہین وہ نہایت سخت عذاب کے مستحق اور اعلیٰ درجہ کے گنہگار ہوتے ہین بلکہ اصرار کرنیسے اندیشہ کفر کا ہے کیونکہ یہ رواج محض ہندوستان وغیرہ کے کفار کا ہے جنہون نے عورتون کو نکاح ثانی سے باز رکھنے اور روکنے کے لئے یہ سخت سزا یعنی محرومی میراث تجویز کی تھی۔ ایسے افعال اور اعتقاد شنیعہ سے توبہ کرکے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ عورت حسب قاعدہ شرعی یکے بعد دیگرے جسقدر دل چاہے نکاح کرے اپنے وفات یافتہ شوہرون کے مال مین سے علاوہ مہر کے میراث کی پوری مستحق و حق دار ہوگی۔

نافرمان یا بدکار ہونیسے کوئی شخص میراث سے محروم نہین ہو سکتا اگر ایک بیٹے نے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور مطیع و فرمانبردار رہا اور دوسرا کبھی پاس نہ پھٹکا بلکہ رنج پہنچاتا رہا تو دونون بیٹے برابر میراث کے مستحق ہونگے اسی طرح اور کوئی رشتہ دار وارث جو ہمیشہ درپئے آزار و مخالف رہا گو اس ایذا رسانی کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن میراث سے محروم نہ ہوگا اگرچہ میّت نے زبانی یا تحریری کارروائی سے اسکو عاق و محروم بھی کر دیا ہو تو بھی

[1] لیکن ناواقف ان کو محرومی کا سبب سمجھتے ہین۔ [2] اتفقوا علی ان المیراث یجب لمن لم یبلغ من الرجولیۃ دو کان ابن ساعۃ ۱۲ فتح جلد ۱۲ صفحہ ۱۔

محروم نہ ہوگا اور نہ عاق کر دینے سے عاق ہوگا۔ ایسی صورت مین مناسب یہ ہے کہ جو کچھ کسیکو دینا چاہتا ہے زندگی مین دیکر قبضہ کرا جائے اور سب مال کا فیصلہ کر جائے جب میّت کے بعد مال ہی نہوگا تو یہ وارث جو نافرمان اور ایذا رسان تھا خودہی محروم ہو جائے گا۔ لیکن بلا وجہ ضرورت شرعی کسی وارث کو حق سے محروم رکھنا بڑا گناہ اور معصیت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص (بلا وجہ شرعی) اپنے وارث کا حق قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسکا حق جنت سے قطع کر دینگے (اسکا بیان باب اوّل کی فصل دوم مین یعنی میراث کی حقیقت کے آخر مین گذر چکا ہے[1]

فصل تیسری حجب کا بیان

وارثون کے حصّون کے بیان مین آپ پڑھین گے کہ بعض رشتہ دارون کی موجودگی مین بعض وارثون کا حصّہ کم ہو جاتا ہے اور بعض کا حصہ بالکل مارا جاتا ہے مثلاً جب میت کے اولاد نہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ مین سے ایک ثلث ملتا ہے اور اگر میت کی اولاد موجود ہو تو میت کی والدہ کو سُدس یعنی صرف چھٹا ملے گا۔ اور میت کے بیٹے کی موجودگی مین بھائی بالکل محروم رہجاتا ہے پس اسی طرح کسی وارث کے حِصّہ کو بالکل روک دینے یا کم کر دینے کو حجب کہتے ہین۔ بعض وارث ایسے ہین جنکی وجہ سے بعض عزیزون کی میراث بالکل رُک جاتی ہے یعنی وہ بالکل محروم ہو جاتے ہین اسکو حجب حرمان کہتے ہین۔ اور بعض ایسے ہین کہ اُن کی وجہ سے دوسرون کا حصہ کم ہو جاتا ہے اسکو حجب نقصان کہتے ہین پس جاننا چاہیئے کہ

(۱) بیٹا اور بیٹی کبھی محروم نہین ہو سکتے اور کسی دوسرے وارث کی وجہ سے اُن کا حصّہ کم نہین ہو سکتا یہ امر دیگر ہے کہ خود بیٹے اور بیٹیون کی تعداد زیادہ ہو کر تقسیم ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو بہت کم حصّہ پہونچے لیکن کسی دوسرے رشتہ دار کی یہ مجال نہین کہ ان کے حصے مین خلل انداز ہو سکے۔ (۲) ماں۔ باپ۔ زوجہ۔ شوہر ایسے وارث ہین کہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یہ نہین ہو سکتا کہ ان کی میراث بالکل رُک جائے ہاں کبھی کبھی ان کا حِصّہ میت کی اولاد وغیرہ کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

[1] دیکھیں صہ ۱۱ ناشر

(جسکا بیان آگے آتا ہے) اور وارثون کے حصّون کے بیان مین مفصل مذکور ہوگا ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول ۳ و ۵ و ۶)

شبہ قاعدہ اولی و دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا بیٹی اور مان باپ اور زوجہ و شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہوسکتے حالانکہ جب بیٹا مسلمان ہو اور باپ کافر ہو تو بیٹا میراث سے بالکل محروم رہجاتا ہے اور بیٹا پہلے مرجائے تو باپ محروم رہتا ہے اسی طرح زوجہ یا شوہر مین سے ایک کافر ہو یا ایک وارث دوسرے کو قتل کردے تو میراث سے محروم رہتے ہین

جواب یہان اُن وارثون کا ذکر ہو رہا ہے جن مین محرومی میراث کے مذکورۂ بالا سببون مین سے کوئی بھی نہ پایا جائے۔ یہان جو بعض جگہ کہا جاتا ہے کہ فلان کی وجہ سے فلان محروم رہیگا اُسکا یہی مطلب ہے کہ دوسرے کی وجہ سے بالکل محجوب ہوجائیگا اور کچھ میراث نہ پائیگا یہان وہ چار قسم کی محرومی مُراد نہین جو پہلے مذکور ہوئی۔ جو وارث اُن سببون کی وجہ سے محروم ہین وہ تو گویا شرعًا موجود ہی نہین ہین اُن کا وجود و عدم برابر ہے البتہ جو باپ بیٹا شوہر وغیرہ ایسے ہون کہ محرومی میراث کے سبب اُن مین نہ پائے جائین وہ کبھی میراث سے خالی نہین رہ سکتے اور جابجا جو وارثون کا ذکر اور احکام اس کتاب مین آتے ہین سب جگہ وہی وارث مُراد ہین جو شرعًا بے اعتبار اور ناقابل میراث نہ ہون اور اسباب محرومی سے پاک ہون۔

(۳) دادی۔ نانی۔ ہر قسم کی بہنین پوتا۔ پڑپوتا۔ پوتی۔ پڑپوتی۔ دادا۔ پڑدادا۔ بھائی۔ بھتیجا۔ چچا۔ بھانجا۔ بھانجی۔ نواسہ۔ نواسی۔ نانا۔ مامون۔ خالہ پھوپی ایسے وارث ہین کہ بعض صورتون مین وارث ہوتے ہین اور بعض دفعہ بوجہ موجودگی دوسرون کے بالکل لاوارث اور محروم ہوجاتے ہین۔

حجب نقصان والونکا بیان

یعنی جنکا حصہ دوسرون کی وجہ سے کم ہوجاتا ہے

(۱) میّت کی ماں اور باپ کا حصّہ تہائی حصہ سے کم ہوکر چھٹا رہجاتا ہے جبکہ میّت کے بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی کوئی موجود ہو۔

(۲) میت کی ماں تہائی سے چھٹے حصے کی طرف گر جاتی ہے جبکہ میت کے ایک سے زیادہ بہن بھائی موجود ہوں

(۳) میت کی ماں کا حصہ کم ہو جاتا ہے جبکہ زوجہ اور باپ دونوں زندہ ہوں۔ اسیطرح اگر میت کا باپ اور شوہر زندہ ہوں جب بھی ماں کا حصہ کم ہو جاتا ہے (دیکھو باب ۴ فصل ۳)

(۴) شوہر کا حصہ نصف کی جگہ ربع ہو جاتا ہے بوجہ زوجہ کی اولاد کے

(۵) زوجہ کا حق بجائے چوتھے حصہ کے آٹھواں رہجاتا ہے بوجہ شوہر کی اولاد کے

(۶) پوتی کو بجائے نصف کے چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت کی ایک بیٹی موجود ہو۔

(۷) علاتی بہن کا حصہ نصف کی جگہ چھٹا رہجاتا ہے جبکہ ایک بہن حقیقی موجود ہو۔

(۸) دادا کو بجائے تہائی کے صرف چھٹا ملیگا جبکہ میت کی اولاد موجود ہو (اور باپ نہو) اور یہی حال پردادا کا سمجھو۔

حجب حرمان والوں کا بیان

یعنی جو وارث دوسروں کی وجہ سے بالکل محروم رہتے ہیں

(۱) اخیافی یعنی ماں کا شریک بھائی محروم ہو جاتا ہے میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی باپ دادا کے سامنے۔

(۲) پوتا پوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کے سامنے۔

(۳) پڑپوتا پڑپوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کی موجودگی میں بھی اور پوتے کی موجودگی میں بھی

(۴) پوتی محروم رہتی ہے جبکہ میت کی دو بیٹیاں موجود ہوں۔ یا کوئی بیٹا ہو۔

(۵) دادیاں اور نانیاں سب محروم رہتی ہیں اگر میت کی ماں زندہ ہو۔

(۶) صرف دادیاں محروم رہتی ہیں باپ کے موجود ہونے کی وجہ سے

(۷) بھائی بہن ہر قسم کے محروم رہتے ہیں۔ اگر میت کے بیٹا پوتا یا باپ دادا کوئی زندہ ہو

(۸) علاتی[عہ] بہن محروم رہتی ہے (بشرطیکہ عصبہ نہ ہوئی ہو) جبکہ دو سگی بہنیں موجود ہوں یا ایک سگا بھائی موجود ہو۔ (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل دہم[عہ])

عہ علاتی یعنی باپ شریک عہ دیکھیں صفحہ ۱۱۴ ناشر

(۹) اخیافیؔ بھائی بہن بالکل محروم ہو جاتے ہین اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی یا باپ دادا کوئی موجود ہو۔
(۱۰) دادا اور پڑدادا محروم رہتے ہین جبکہ باپ زندہ ہو۔
(۱۱) پڑدادا محروم رہتاہے جبکہ دادا زندہ ہو
(۱۲) بھتیجا محروم رہتاہے جبکہ میت کے باپ بھائی بیٹا پوتا کوئی موجود ہو
(۱۳) چچا محروم رہتاہے اگر میت کے باپ دادا پڑدادا بیٹا پوتا بھائی بھتیجا کوئی موجود ہو
(۱۴) نواسا نواسی۔ نانا۔ نانی۔ بھانجا۔ بھانجی۔ خالہ۔ ماموں۔ پھوپی وغیرہ جملہ ذوی الارحام محروم ہو جاتے ہین بوقت موجود ہونے ذوی الفروض یا عصبات کے۔
(۱۵) نانا۔ نانی۔ بھانجا۔ بھانجی۔ خالہ۔ ماموں۔ پھوپھی وغیرہ ذوی الارحام محروم ہو جاتے ہین نواسہ نواسی کی موجودگی مین۔
(۱۶) بھانجا بھانجی۔ خالہ۔ ماموں پھوپی وغیرہ محروم ہو جاتے ہین۔ نانا۔ نانی کی موجودگی مین
(۱۷) خالہ۔ ماموں پھوپی وغیرہ محروم ہو جاتے ہین جب بھانجا بھانجی موجود ہون۔

حاجب نقصان یعنی حصّہ کم کرنیوالون کا بیان

بیٹا۔ پوتا۔ میت کے ماں باپ کا حصہ کم کرکے صرف چھٹا کر دیتا ہے شوہر کا بجائے نصف کے ربع کر دیتاہے زوجہ کا ربع سے آٹھوان کر دیتاہے۔
بیٹی۔ زوجہ کا حصہ چوتھے سے آٹھوان کر دیتی ہے۔ شوہر کا نصف سے ربع کر دیتی ہے پوتی کا بجائے نصف کرکے چھٹا کر دیتی ہے۔ باپؔ ماں کا حصّہ بجائے ثلث کے چھٹا کر دیتی ہے
پوتی پڑپوتی میت کی ماں کا حصّہ تہائی سے چھٹا کر دیتی ہے زوجہ اور شوہر کا حصّہ کم کر دیتی ہے جیسے بیٹا بیٹی کم کر دیتے تھے۔
باپ۔ اگر میت کی زوجہ یا شوہر موجود ہو تو ماں کو کل مال کا ثلث نہین حاصل ہونے دیتا بلکہ زوجہ یا شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُس مین ثلث دلواتاہے
حقیقیؔ بھائی اگر دو ہون یا دو سے زیادہ ہون تو ماں کے حصے کو تیسرے سے چھٹا

له اخیافی یعنی ماں شریک

له یعنی میت کے ماں باپ ۱۲

له دیکھو یادداشت له دیکھو یادداشت ۱۲

کرا دیتے ہین - اسیطرح اگر ایک بھائی ایک بھن ہو تو بھی چھٹا کرا دیتے ہین -
حقیقی بہن - علاتی بھن کو نصف سے گرا کر چھٹے حصہ پر پھونچا دیتی ہے - اگر دو یا دو سے زیادہ ہمشیرہ ہون تو مان کو چھٹے حصہ پر پھونچا دیتی ہے

واضح ہو کہ ذوی الفروض مین سے آٹھ وارث ایسے ہین جو کسی کے حصہ کو کم نہین کرتے اگرچہ بعض وارثون کو بالکل محروم کردیتے ہین لیکن ان کی وجہ سے حصہ کم کسی کا نہین ہوتا - باپ دادا - شوہر - زوجہ - دادی و نانی - اخیافی بھائی - اخیافی بھن - والدہ

حاجب حرمان یعنی محروم کرنے والون کا بیان

بیٹا ہر قسم کے بھائی بھن کو محروم کردیتا ھے - میت کی حقیقی بھن کو اور پوتے اور پوتی کو محروم کردیتا ھے - چچا وغیرہ جملہ قسم کے عصبات کو محروم کردیتا ھے -

پوتا - یہ بھی اُنھین سکو محروم کرتا ھے جنکو بیٹا کرتا تھا مگر پوتی اور پوتے کو محروم نہین کرتا

باپ - دادا اور دادی کو محروم کردیتا ھے ہر قسم کے بھائی بھنون کو محروم کرتا ھے

دادا - اُن سب کو محروم کرتا ھے جنکو باپ کرتا ہے سوائے دادا دادی کے

مان - ہر قسم کی نانیون اور دادیون کو محروم کرتی ہے -

بیٹی - اخیافی بھائی بھن کو محروم کردیتی ھے دو بیٹیان ہون تو پوتی کو بھی محروم کردیتی ہین (بشرطیکہ وہ عصبہ نہوئی ہو)

بھن حقیقی دو ہون تو علاتی بھن کو محروم کردیتی ہین بشرطیکہ وہ عصبہ نھوئی ہو -

بھائی حقیقی - علاتی بھائیون کو اور ہر قسم کے بھتیجون کو اور چچا وغیرہ کو محروم کرتا ھے

بھائی علاتی - ہر قسم کے بھتیجون کو اور چچا کو اور چچا کی اولاد کو محروم رکھتا ھے

یاد رکھو کہ ان چار وارثون کی وجہ سے کوئی دوسرا وارث محروم نہین ہوتا - شوہر - زوجہ - دادی نانی - اخیافی بھائی - اخیافی بھن

فرق - حجب کے بیان مین ہمنے جس جگہ لکھا ھے کہ فلان محروم ھے اس سے محجوب بحجب الحرمان مُراد ھے - یعنی دوسرے کی وجہ سے اُسکی میراث اس قدر روکی گئی کہ اسکو ایک حبہ بھی نہ ملیگا

اگر یہ رد کنے والا نہ ہوتا تو اسکو ضرور میراث پہنچتی۔ اور میراث سے محروم کرنیوالی چیزون مین جو محروم لکھا گیا ہے وہان یہ مُراد ہے کہ اُس شخص مین میراث پانے کی قابلیت اور لیاقت ہی نہین رہی۔ بس یہی فرق ہے محجوب و محروم مین کہ جو شخص بالکل محجوب ہو گیا ہے اُس مین میراث کی قابلیت موجود ہے اگر یہ حاجب اُٹھ جائے تو میراث ملجائے جیسے کسی آئینہ پر دیوار کے حائل ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کا نور نہین پہونچ سکتا اگر دیوار کی آڑ نہ رہے اور دیوار ہٹ جائے تو آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑکر اسیوقت چمک اُٹھے۔ جو شخص محرومی میراث کے اسباب سے محروم ہوا ہے اُس مین میراث لینے کی قابلیت ہی نہین رہی جیسے سیاہ پتھر (یا سخت زنگ خوردہ آئینہ) گو آفتاب کے سامنے رکھا ہے مگر روشن نہین ہوتا کیونکہ خود ناقابل ہے اگرچہ کوئی حائل اور آڑ نہین ہے۔

یہانتک حجب کا ضروری بیان اور حاجب محجوب کا ذکر تمام ہو گیا اب چند مفید باتین اسی بحث کے مناسب اور متعلق ذکر کیجاتی ہین۔

فصل چوتھی اُن رشتہ دارون کا بیان جو شرعاً وارث نہین ہین

بعض ایسے بھی قرابت مند اور عزیز رشتہ دار ہین جنکو ناواقف لوگ بوجہ تعلقات اور میل ملاپ کے وارث سمجھتے ہین اور مسئلہ دریافت کرنیکے وقت میت کے وارثون مین انکو شمار کرایا کرتے ہین اور اُن کا حصہ پوچھا کرتے ہین لھذا دو چار قاعدے بیان کرکے اور ہر قاعدہ کے نیچے چند صورتین لکھکر ایسے وارثون کا ذکر کیا جاتا ہے

قاعدۂ اوّل سوتیلے مان باپ اور سوتیلی اولاد کو باہم میراث مین کچھ حق اور حصہ نہین ہے لھذا

(۱) زوجہ کی اولاد جو کسی پہلے شوہر سے موجود ہو موجودہ شوہر (یعنی اپنے سوتیلے باپ) سے کچھ میراث نہین پا سکتی۔

(۲) یہ باپ بھی اس سوتیلی اولاد کی میراث نہین پا سکتا۔

(۳) شوہر کے بیٹے جو کسی دوسری زوجہ سے ہون اپنے باپ کی زوجہ (یعنی اپنی سوتیلی ماں) کے مال سے کچھ حصہ نہین پا سکتے

(۴) اس سوتیلی ماں کو بھی شوہر کی اولاد سے کچھ میراث نہیں ملیگی۔

تنبیہ یہ جو بتلایا گیا کہ سوتیلے ماں باپ اور سوتیلی اولاد کو میراث نہیں پہونچتی۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ سوتیلی اولاد کو اولاد ہونے کی وجہ سے کچھ میراث نہین ملتی اگر کسی دوسرے علاقہ سے سوتیلے ماں باپ کی میراث ملجائے تو کچھ تعجب نہین۔ پس اگر کوئی لڑکا کسی شخص کا سوتیلا بیٹا بھی ہو اور بھتیجا بھی ہو تو اسکو اگر عصبہ ہونیکی وجہ سے میراث ملجائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہین اسیطرح اگر ان دونون مین ایک دوسرے کا عصبہ بعید ہونیکی وجہ سے باہم میراث جاری ہو جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہین۔ علی ہذا القیاس سوتیلی ماں اگر خالہ بھی ہو تو اس علاقہ سے اُس مین اور سوتیلی اولاد مین باہم میراث جاری ہو سکتی ہے

قاعدۂ دوم۔ شوہر کے جسقدر اقربا ہین ماں باپ بھائی بھن وغیرہ وہ سب زوجہ کے حق مین بالکل اجنبی (درغیر سمجھے جاتے ہین۔ نہ شوہر کے عزیزون کی میراث زوجہ کو پہونچتی ہے نہ اس زوجہ کا مال شوہر کے عزیز لے سکتے ہین اسلئے

(۱) کوئی عورت اپنے خسر اور خوشدامن (یعنی ساس) کے مال سے میراث نہین پا سکتی اور نہ دیوا اور نند (یعنی شوہر کے بھائی بھن) کے مال مین اسکا کچھ حق ہے۔ **فائدہ** اگر کسی عورت کا شوہر اپنے باپ کے سامنے مرگیا اور مہر ادا نہین کیا اور کچھ مال نہین چھوڑا تو یہ عورت اپنے خسر کی جائداد و مال سے اپنا مہر وصول نہین کر سکتی اور نہ اُسپر مہر کا دعوی کر سکتی ہے۔

(۲) علی ہذا القیاس یہ لوگ بھی اپنی بھاوج (یعنی بھائی کی زوجہ) کے مال سے حصہ نہین پا سکتے نہ خسر اور خوشدامن اپنی بھو (یعنی بیٹے کی زوجہ) کے وارث ہو سکتے ہین

قاعدۂ سوم۔ زوجہ کے عزیز واقربا شوہر کے حق مین دربارۂ میراث بالکل غیر ہین نہ زوجہ کے رشتہ دار اپنے داماد کی میراث لے سکتے ہین نہ داماد ان لوگون کا ترکہ لے سکتا ہے

(۱) داماد اپنے خسر اور خوشدامن اور سالون اور سالیون کی میراث نہین پا سکتا۔

(۱) خسر اور خوشدامن اپنے داماد کی نسبت میراث مین بالکل غیر سمجھے جائینگے اِن کو کچھ بھی

نہ پہونچے گا۔ اور نہ سالے اور سالیان اپنے بھنوئی کے مال سے کچھ پا سکتے ہین۔
تنبیہ۔ یہ جو عرض کیا گیا کہ شوہر کے مان باپ رشتہ دار وغیرہ زوجہ کی میراث نہین پائینگے اور زوجہ کے اقربا اپنے داماد کی میراث نہین لے سکتے مدعا اس سے یہ ہے کہ خاص اس نکاح اور دامادی اور زوجیت کے علاقہ سے میراث نہین پا سکتے۔ کسی دوسرے علاقہ سے میراث ملجائے تو ممکن ہے مثلاً کسی شخص کا خسر اُسکا چچا بھی ہو تو اس داماد مین جو بھتیجا ہے اور اُس خسر مین جو چچا ہے عصبہ اور چچا بھتیجا ہونے کی وجہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے علی ہذا القیاس اگر سالہ و بھنوئی چچا زاد بھائی بھی ہون تو اس علاقہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے۔ اسیطرح اگر خسر اور داماد مین ماموں بھانجے کا علاقہ ہو یا داماد اور خوشدامن مین خالہ بھانجے کا علاقہ یا پھوپی بھتیجا ہونیکا علاقہ ہو تو بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے ایک کو دوسرے کی میراث مل سکتی ہے یا مثلاً کسی عورت کا خسر اُسکا چچا بھی ہو یا خوشدامن اسکی خالہ پھوپی ہو تو میراث ملنے مین مُضائقہ نہین۔ حاصل یہ کہ اگر کسی دوسرے خاندانی علاقہ اور قرابت سے شوہر و زوجہ کے خاندان مین ایک کی میراث دوسرے کو پہونچ جائے تو اسکا انکار نہین

بعض دفعہ ایک دوسری وجہ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ ان لوگون مین باہم میراث جاری ہوئی ہے مثلاً زید کی خواشدامن کے انتقال پر اُسکی زوجہ کو بوجہ بیٹی ہونے کے والدہ کی میراث پہونچی اور پھر زوجہ مر گئی تو شوہر صاحب مالک ہو گئے اب ناواقف سمجھتے ہین کہ زید صاحب خوشدامن کے وارث ہوئے لیکن فی الحقیقت ایسا نہین کیونکہ وہ تو اپنی زوجہ کا وارث ہوا ہے۔

یا مسماۃ رقیہ کا شوہر عبدالعزیز اپنے باپ کے مرجانے کے بعد جائداد کا مالک ہوا اور شوہر کے بعد زوجہ رقیہ کو قبضہ و تصرف حاصل ہوا تو شبہ ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے خسر کی میراث پہونچی حالانکہ واقع مین رقیہ کو اپنے شوہر کی میراث پہونچی ہے۔ اسیطرح اور بعض صورتون مین کسی دوسرے کے ذریعہ سے میراث و مال پہونچ جاتا ہے علاقہ دامادی و خسر وغیرہ سے کبھی میراث نہین ملتی۔

قاعدۂ چہارم جو مرد ہمارا وارث ہو سکتا ہے اور ہم اُسکے ہو سکتے ہین یہ نہین ہوتا کہ اُس کی زوجہ بھی ہماری وارث ہو اور ہم اُسکے ہون۔ البتہ اگر کسی دوسرے علاقہ سے اُسکی زوجہ مین اور ہم مین میراث جاری ہو جائے تو مضائقہ نہین۔ خیال فرمائیے کہ

(۱) بیٹا وارث ہے مگر اُسکی زوجہ وارث نہین نہ ہم اسکے وارث۔ ہاں اگر بیٹے کی زوجہ بھانجی یا بھتیجی وغیرہ بھی ہو اور اس علاقہ سے ہم مین اور اُس مین بعض صورتون مین میراث جاری ہو جائے توانکار نہین

(۲) باپ سے ہمکو میراث کا بہت بڑا علاقہ حاصل ہے لیکن اُس کی زوجہ نہ ہماری وارث نہ ہم اُسکے، ماں کو جو میراث ملتی ہے یا اُس سے ہمکو پہونچتی ہے وہ والدہ ہونیکے علاقہ اور رشتہ سے پہونچتی ہے باپ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے نہین پہونچتی۔ چنانچہ باپ کی دوسری عورتون کے ساتھ ہمکو علاقہ میراث حاصل نہین ہوتا۔ جو ماں ہوتی ہے اُسی کے ساتھ میراث جاری ہوتی ہے حالانکہ باپ کی زوجہ ہونے مین سب برابر ہیں

(۳) دادا وارث ہے مگر اُسکی زوجہ سے ہمکو علاقہ میراث نہیں۔ دادی سے جو ہم میراث لیتے ہین یا اسکو ہماری میراث ملتی ہے وہ باپ کی والدہ ہونے کی وجہ سے ملتی ہے دیکھو دادا کی دوسری بی بیان جو ہمارے باپ کی ماں نہ ہون ہمسے بالکل بے علاقہ ہین۔ ہم مین اور اُن مین میراث جاری نہین ہوتی

(۴) نانا کی دوسری زوجہ جو ہماری ماں کی ماں نہو نہ ہمکو میراث دیگی نہ لیگی حالانکہ نانا ہمارا وارث اور ہم اُسکے وارث ہین

(۵) پوتے اور دادا مین علاقۂ میراث حاصل ہے مگر پوتے کی زوجہ سے دادا کو میراث کا کچھ بھی علاقہ نہین (البتہ اگر پوتے کی زوجہ اُسی دادا کی نواسی ہو تو علاقہ ہے)

(۶) نواسا ذوی الارحام وارثون مین ہے۔ مگر اُسکی زوجہ کا نانا کی میراث مین کچھ حق نہیں نہ دیتی ہے نہ لیتی ہے (ہان اگر نواسہ کی زوجہ پوتی بھی ہو تو حق ہے)

(۷) بھائی بہت بڑا عصبہ وارث ہے مگر بھائی کی زوجہ (بھاوج) سے ہمکو میراث کا کچھ تعلق نہین نہ اُسے ہماری میراث سے کچھ ملتا ہے نہ اسکی میراث سے ہمکو (البتہ کسی دوسرے علاقہ سے ہم مین اور اُس مین میراث جاری ہو سکتی ہے مثلاً وہی بھاوج چچا کی بیٹی یا پھوپی کی بیٹی بھی ہو یا ماموں کی یا خالہ کی بیٹی ہو تو اس دوسرے علاقہ سے بعض صورتون مین میراث دیے سکتی اور لے سکتی ہے (ملاحظہ کرو ذوی الارحام وعصبات درجہ چہارم نمبر ۳ و ذوی الارحام درجہ چہارم قسم دوم)

(۸) چچا ہمارا اور ہم اُسکے عصبے اور وارث ہین لیکن اُن کی زوجہ یعنی چچی صاحبہ بالکل غیر ہین نہ ہم سے میراث لیتی ہین نہ دیتی ہین (لیکن اگر خالہ بھی وہی ہو تو علاقہ میراث ہے)

(۹) ہم مین اور ماموں صاحب مین ذوی الارحام کا علاقہ اور میراث کا تعلق ہے لیکن اُن کی زوجہ یعنی ممانی صاحبہ نہ ہمسے میراث لیتی ہین نہ دیتی ہین ہان اگر ماموں کے نکاح مین پھوپی صاحبہ ہون تو پھوپی کے رشتہ سے ہم اور وہ ذوی الارحام اور وہ وارث ہین

قاعدۂ پنجم۔ جو عورت آپ کی وارث ہوسکتی ہے اور آپ اُسکے وارث ہوسکتے ہین یہ نہین ہوتا کہ اسکا شوہر بھی آپسے میراث لے اور آپ کو دے آپ کا وہ وارث ہوا اور آپ اُسکے

(۱) بیٹی اپنے باپ کی میراث لیتی ہے اور اپنی میراث باپ کو دیتی ہے لیکن اُسکا شوہر یعنی داماد یہ علاقہ نہین رکھتا (بشرطیکہ بھتیجا نہ ہو)

(۲) والدہ مین اور آپ مین بہت بڑا علاقہ میراث کا حاصل ہے لیکن اُسکے ہر ایک شوہر سے تعلق میراث بیٹے کو حاصل نہین بلکہ میراث لینا دینا اُسی کے ساتھ ہوگا جو والدہ کا شوہر ہونے کے ساتھ اپنا والد بھی ہو۔ والدہ کے دوسرے شوہر جو سوتیلے باپ کھلاتے ہین بالکل غیر سمجھے جاتے ہین نہ زوجہ کے بیٹے کو میراث دیتے ہین نہ اُسکی میراث کے مستحق ہین (البتہ اگر والدہ کا دوسرا شوہر چچا بھی ہو تو چچا ہونیکے علاقہ سے اس میں اور بھتیجوں میں میراث جاری ہوسکتی ہے۔

(۳) دادی سے میراث دینے اور لینے کا علاقہ حاصل ہوتا ہے لیکن اُسکا ہر ایک شوہر اس علاقہ کا مستحق نہین ہوسکتا یہ تعلق میراث دادی کے اُسی شوہر سے ہوگا جو ان پوتا پوتی کے والد کا والد بھی ہو

(۴) نانی سے میراث دینے اور لینے کا رشتہ ہے لیکن نانی کا ہر ایک شوہر نواسہ نواسی سے تعلق میراث نہین رکھے گا۔ وراثت اُسی کے ساتھ جاری ہوگی جو نانی کا شوہر ہونے کیساتھ مان کا باپ یا دادا بھی ہو۔

(۵) پوتی کے ساتھ علاقہ میراث ہے لیکن اُسکے شوہر کے ساتھ نہین (مگر جبکہ نواسا بھی وہی ہو)

(۶) نواسی سے میراث کا تعلق ہے مگر اُسکے شوہر سے بالکل نہین (ہان اگر پوتا بھی وہی ہو تو امر دیگر ہے)

(۷) بہن کے ساتھ علاقۂ میراث سب کو معلوم ہے۔ لیکن اسکا شوہر یعنی بھنوئی دربارۂ میراث بالکل غیر سمجھا جائیگا (البتہ اگر اُس سے کوئی دوسرا خاندانی علاقہ چچازاد وغیرہ ہونے کا حاصل ہو تو اجنبی اور غیر نہ سمجھا جائے گا۔

(۸) پھوپی وارث ہے اور ہم اُسکے وارث ہین لیکن پھوپا صاحب میراث کے معاملہ مین ہمسے کچھ علاقہ نہین رکھتے (ہان اگر ماموں بھی وہی ہون تو علاقہ حاصل ہے)

(۹) خالہ صاحبہ چوتھے درجہ کے ذوی الارحامؒ داخل ہین اور آپ اُنکے درجۂ سوم کے ذوی الارحام ہین لیکن اُن کا شوہر یعنی خالو بالکل غیر اور بے علاقہ سمجھا جاتا ہے نہ میراث دیتا ہے نہ لیتا ہے (البتہ اگر خالو بھی ہو اور چچا بھی تو مضائقہ نہین)

قاعدۂ ششم۔ جو شخص وارث نہو وہ خدمت و پرورش اور غمخواری کرنے اور اپنا مال صرف کرنے سے وارث نہین ہو سکتا۔ اور نہ خدمت و احسان کی وجہ سے کسی وارث کا حصّہ کچھ بڑھ سکتا ہے کیونکہ حقیقت میراث مین آپکو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ میراث معاوضہ کسی مُروّت و احسان اور خدمت کا نہین بلکہ جب انسان کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو جو سامان اسکو مستعار عطا ہوا تھا وہ دوسرون کو دلوایا جاتا ہے۔ البتہ اپنی خاص عنایت سے اتنی رعایت خدائے تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ یہ مال و اسباب ان لوگون کو دلوایا ہے جو میّت سے علاقہ اور نسبت رکھنے والے ہین۔ اگر بلاتعلق و علاقہ عام مسلمانون کو بھی دلوایا جاتا تو نامناسب نہین کہہ سکتے تھے پس۔

(۱) جو شخص شرعاً کسی بچہ کا وارث نہین اگر اسکو پرورش کرے تعلیم پر روپیہ صرف کرے اُسکے نکاح و شادی مین مال لٹاوے اب اگر وہی لڑکا بڑا ہو کر کچھ مال چھوڑ کر مرجاوے تو یہ پرورش کرنیوالا شخص بالکل محروم رہے گا اور دُور دراز کے ایسے وارث اگر مال کے مستحق ہو جائین گے جنہون نے نہ کبھی اُس لڑکے کی بات پوچھی نہ صورت دیکھی۔

(۲) اگر کسی ایسے شخص نے جو وارث شرعی نہین ہے کسی مفلس و محتاج کی ہمیشہ اعانت و امداد کی

سلہ یہی وجہ ہے کہ دیت ہمیشہ عاقلہ و عصبات پر ہوتی ہے اور میراث لے جاتے ہین ذوی الفروض اور بعض مواقع مین عاقلہ بالکل محروم رہجاتے ہین فافہموا ایہا الطلاب ۱۲

اور ہر طرح اُسکی ضروریات مین اپنا مال صرف کیا اور اُسکے وارثون اور عزیزون نے کبھی خبر نہ لی تو اُسکے انتقال کے بعد جو کچھ مال مکان واسباب وغیرہ ہوگا وہ اُسکے بیمروت وارثون اور عزیزون ہی کا حق ہوگا۔ اس امداد و اعانت کرنیوالے کو اسکے مال مین سے کچھ بھی نہ ملے گا البتہ آخرت مین بہت بڑا ثواب اور درجہ حاصل ہوگا۔

(۳) اگر کسی بوڑھے ضعیف مالدار کی کسی غیر شخص نے بدل وجان خدمت کی اور طرح طرح کی تکلیف اسکی خدمت مین اٹھائی اور اسکی اولاد واقارب ہمیشہ دُور دور رہے اور کبھی آکر قدم بھی نہ رکھا تو مرنیکے بعد یہی لوگ وارث ہو جائینگے یہ خادم قدیم صاحب ایک کوڑی بھی نہ پائین گے لہذا ایسے موقع مین یہ مناسب یہ ہے کہ اپنے خادم و مددگار کے لئے کچھ وصیت کر جائے یا زندگی مین اُسکو کچھ مال اسباب جائداد دیکر اسکا قبضہ اور تصرف کرادے تاکہ وہ اپنے حق الخدمت سے محروم اور بے نصیب نہ رہے۔

(۴) دو وارثون مین سے ایک ہمیشہ دل وجان سے حاضر اور معین و مددگار رہا اور دوسرا کبھی پاس بھی نہ پھٹکا تو میراث مین کسی کی کچھ زیادتی کمی نہ ہوگی جو حصہ شریعت سے مقرر ہے وہی پہونچے گا مروّت و احسان و اعانت کرنے والیکا حصہ زیادہ نہ ہوگا۔ بیمروت کا حصہ کم نہ ہوگا (ایسی صورت مین اگر خدمت گذار وارث کو زندگی مین کچھ عطا کردے تو مکروہ نہین بلکہ بہتر ہے)

مسئلہ اگر کسی ایسے عزیز و قریب نے جسکو میراث نہین پہونچتی کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی وغیرہ تقریبات مین اپنا بہت سا مال صرف کیا اور اتفاق سے وہ لڑکا لڑکی اپنا بہت سا مال چھوڑ کر مر گئے (جو انکو اپنے والدین کی طرف سے پہونچا تھا) تو اب جو صاحب وارث شرعی ہین مال اُنہین کا حق ہوگا اس رشتہ دار کو نہ میراث مل سکتی ہے اور نہ اپنے خرچ کی مقدار اُسکے مال سے وصول کرسکتا ہے[1] کیونکہ نہ نابالغ نے اپنی شادی کے خرچ کثیر کی اجازت دی تھی اور نہ اُس کی اجازت معتبر ہے[ع] مثلاً ماموں اور چچا موجود تھے اور ماموں نے اپنا مال خرچ کیا تو میراث چچا کو ملیگی ماموں محروم ہوگا[2]

---

[1] مگر ہان ضروری خرچ وصول کرسکتا ہے مثلاً خسر کے مکان تک زوجہ اور شوہر کی آمدرفت کا خرچ یا مہر اگر اسنے ادا کیا ہو دلبشرطیکہ معمولی رواج سے زیادہ نہ ہو ۱۲

[2] ایسی مثال جسمین مال خرچ کرنیوالا وارث ہے لیکن دوسرے کی وجہ سے محروم رہا ۱۲

ع کیونکہ نابالغ کی اجازت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ۱۲۔ ناشر

یا بھائی[۹۱] اور بھنوئی موجود ہین اور خرچ اُٹھایا بھنوئی نے تو میراث بھائی لیگا بھنوئی محروم رہے گا

قاعدہ ہفتم۔ کسی شخص کو وارث کے مانند مان لینے اور بنا لینے سے وہ شرعًا وارث اور مستحق میراث نہین ہوجائیگا

(۱) پس اگر کسی مرد یا عورت نے کسی لڑکے یا لڑکی کو منھ بولا بیٹا بیٹی یعنی مُتبنّیٰ اور لے پالک بنا لیا[۹۲] تو یہ لڑکی لڑکا اسکا وارث نہوگا اور شرعًا اُسکی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ نہ مُتبنّیٰ ہونے کی وجہ[۹۳] سے اس لڑکے یا لڑکی کو کچھ میراث ملیگی اور نہ متبنی بنانیوالون کو ان کی میراث ملیگی اور میّت کی اولاد کی وجہ سے جو زوجہ اور شوہر اور والدین کا حصّہ کم ہوجایا کرتا ہے وہ اس متبنی لڑکے اور لڑکی کی وجہ سے کم نہ ہوگا اور بیٹے یا بیٹی کی وجہ سے جو وارث محروم ہوجایا کرتے تھے وہ متبنی کے سبب سے محروم نہ ہون گے۔ غرض اولاد کے لئے جو حکم شرعًا ثابت ہین اُن مین سے کوئی بھی متبنیٰ پر صادق وثابت نہ ہوگا[۹۴]۔ لہٰذا اگر اپنے متبنی کو کچھ دینا منظور ہو تو صحت وحیات مین اُسکو دیکر قبضہ دلادے مگر وارثون کو بالکل محروم نہ کرے یہ شرعًا جائز ہوجائیگا اور قانونی جھگڑے سے بچنے کے لئے داخل خارج وغیرہ عدالت کی کارروائی کامل کرادے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا دینی بھائی یا دینی بہن بنا کر تمام معاملات اسکے ساتھ مثل رشتہ دارون اور وارثون کے کرے تو اُس سے وہ رشتہ داری اور علاقہ ثابت نہ ہوگا اور اس رشتہ کی وجہ سے جو باہم میراث جاری ہوتی تھی وہ نہ ہوگی اور کوئی حکم وارث ہونے کا ثابت نہ ہوگا۔

فرق وارثون کی اقسام کے بیان مین یہ لکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے یا لڑکی کی نسبت یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا بیٹی ہے تو نسب ثابت ہوجائیگا۔ اور یہ لڑکا لڑکی مستحق میراث

---

۹۱ ایسی مثال جسمین مال خرچ کرنے والا بالکل وارث ہی نہین یعنی بھنوئی ۱۲ ۹۲ سواء کان معروف النسب او مجہول النسب ۱۲ ۹۳ اگر کسی دوسرے علاقہ عصبہ یا ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے ملجائے تو مضائقہ نہین ۹۴ یہان تک کہ متبنی کی زوجہ سے متبنی بنانے والے باپ کو نکاح جائز ہے اسی طرح متبنی بنائی ہوئی بیٹی سے نکاح درست ہے بشرطیکہ کوئی دوسرا علاقہ حُرمت کا موجود نہ ہو۔ ملاحظہ فرماؤ ہدایۃ المتقین صفحہ ۲۰ واللّٰہ اعلم۔ (یعنی رسالہ دینی مسائل ؛ ناشر ادارہ اسلامیات)

ہون گے۔ اُس مین اور متبنیٰ مین یہ فرق ہے کہ وہان یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ شخص میری اولاد ہے اسلئے وہان یہ شرط ہے کہ وہ لڑکا لڑکی مجہول النسب ہو اُسکے باپ دادا وغیرہ کوئی معلوم ومشہور نہ ہون اور یہ بھی شرط ہے کہ جس لڑکے لڑکی کی نسبت اقرار کرتا ہے اُسکی اتنی عمر ہو کہ اس اقرار اور دعویٰ کرنے والے کی اولاد بن سکے۔ اگر تیس برس کا آدمی بیس برس کی عمر کے مجہول النسب لڑکے کو اپنا بیٹا کہے تو معتبر نہ ہوگا۔ اور متبنیٰ مین فی الحقیقت اولاد ہونیکا دعویٰ نہین ہوتا بلکہ اسکو غیر کی اولاد تسلیم کرکے اپنی اولاد کے قائم مقام بنانا چاہتا ہے اسلئے متبنیٰ مین مجہول النسب ہونا شرط نہین اور عمر کی قید نہین اور اسی وجہ سے میراث نہین ملتی۔ بالکل یہی فرق ہے کسیکو اپنا بھائی تسلیم کر لینے مین (جسکا ذکر وارثون کی قسمون مین مقرلہ بالنسب علی الغیر کی مثال مین آیا تھا) اور کسیکو دینی بھائی بھن بنا لینے مین حقیقی قرابت کا اقرار نہین ہوتا اسی وجہ سے میراث نہین ملتی اور وہان مقرلہ مین حقیقی قرابت کو تسلیم کرنا ہے اور مجہول النسب ہونا شرط ہے۔

قاعدہ ہشتم۔ زنا کی وجہ سے کوئی علاقہ اور تعلق میراث کا حاصل نہین ہوتا لہذا

(۱) جو اولاد زنا سے پیدا ہوئی ہو وہ اپنے باپ کی وارث نہ ہوگی اور نہ یہ باپ (زانی) اُن کا وارث ہو سکتا ہے نہ اس اولاد کی وجہ سے زانی کی زوجہ اور والدین کا حصّہ کم ہو سکتا ہے اور نہ ان کی وجہ سے کوئی محروم ہو سکتا ہے (لیکن اس اولاد کو مان کی طرف سے میراث ملیگی اور مان کو اس اولاد کی میراث پھونچے گی اور اس اولاد زنا کی وجہ سے زانیہ کے والدین اور شوہر کا حصّہ کم ہو جائے گا اسلئے باب چہارم کی فصل چہارم مین بیان کیا گیا تھا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو رُبع ترکہ ملتا ہے خواہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے یا زنا سے ہو)

(۲) اگر کسی عورت کو گھر مین ڈال لیا اور تمام تعلقات مثل زن وشوہر کے باہم جاری رہے اور خاندان مین بھی وہ عورت اس کی زوجہ سمجھی جاتی رہی لیکن شرعی ضابطہ اور قاعدہ سے نکاح اور ایجاب وقبول نہین کیا گیا تھا تو وہ عورت اس مرد کے ترکہ سے نہ کسی مہر کی مستحق ہوگی اور نہ اسکو کچھ میراث ملے گی اور اگر اولاد پیدا ہوئی ہو تو وہ بھی اولاد زنا سمجھی جائیگی

اور باپ کے ترکہ سے قطعًا محروم رہے گی۔

تنبیہ۔ بعض دفعہ پہلے شوہر سے قطع تعلق کرکے (بلا طلاق) نکاح کرلیا جاتا ہے اور پہلا شوہر بوجہ نفرت و بے رغبتی یا بوجہ مجبوری اُسکے درپے اور مزاحم نہین[1] ہوتا۔ اور کبھی طلاق دینے والے یا مرنے والے شوہر کی عدت ختم ہونے[2] سے پہلے نکاح کردیا جاتا ہے یہ نکاح بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہین ان صورتون مین بھی عورت و مرد گنہگار اور زنا کار ہوتے ہین اور اولاد ان کی ولد الزنا سمجھی جاتی ہے ایسی عورتین شوہر[3] کی میراث اور مہر سے محروم رہتی ہین اور ان کی اولاد بھی باپ کے ترکہ سے محروم رہتی ہے۔

---

[1] ایسی صورت مین شوہر پر واجب ہے کہ حتی الوسع مزاحمت کرے اور دوسری جگہ نکاح نہ ہونے دے۔ مایوس و مجبور ہوجائے تو طلاق دیدینا چاہئے ۱۲

[2] بعض دفعہ اس مصلحت سے نکاح کردیا جاتا ہے کہ دوسری جگہ نکاح نہ کرسکے۔ اگرچہ یہ بھی گناہ و معصیت ہے لیکن اگر عدت ختم ہونے کے بعد ازسرنو کرلیا جائے تو صحیح و درست ہوجائے۔ ۱۲

[3] فی الحقیقت وہ شوہر نہین لیکن چونکہ لوگ سمجھتے تھے اسلئے شوہر لکھدیا گیا۔ ۱۲

چوتھا باب

ایک مقدمہ اور ذوی الفروض کی بارہ ۱۲ قسمیں

مقدمہ۔ وارثون کا بیان اور انکی قسمین

عام طور سے جو وارث پائے جاتے ہین وہ تین طرح کے ہوتے ہین اور اس زمانہ مین ہندوستان مین توان تین قسمون کے سوا کسی کا وجود ہی نہین۔

وہ تین قسم کے وارث یہ ہیں

(۱) **ذوی الفروض**۔ یعنی وہ وارث جنکے حصّہ اور میراث کی مقدار شریعت مین مقرر و معین فرمادی گئی ہے۔

(۲) **عصبات نسبی**۔ یعنی میت سے نسبی علاقہ رکھنے والے وہ لوگ جنکے رشتہ مین عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہو اور شریعت مین ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے ان کو ملجائے اور گر باقی نہ رہے تو محروم رہجائین۔

فائدہ۔ عصبات نسبی وہ ہین جو نسب مین میت کے شریک ہون اور نسب کا اعتبار شریعت اسلامی مین مرد[۱] کی طرف ہے لہذا عصبات نسبی وہی لوگ ہونگے کہ ان مین اور میت مین بلا واسطہ عورت علاقہ موجود ہو اور خود بھی مرد ہون۔ پس چچا کا بیٹا عصبہ ہوگا۔ کیونکہ یہ میت کے باپ کے

[۱] چنانچہ اگر کسی شخص کی والدہ سیدزادی ہو اور باپ شیخ ہو تو وہ شخص اپنے آپ کو سید کہنا اور حسنی حسینی لکھنے کا مجاز نہ ہوگا البتہ ایک فضیلت اسکو والدہ کی طرف سے حاصل ہوجائے گی۔ ۱۲

بھائی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ نہین۔ اور نواسہ اور بھانجا عصبہ نہ ہونگے کیونکہ نواسہ تو میت کی بیٹی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ آگیا اور بھانجا میت کی بہن کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ ظاہر موجود ہے۔ اور چچا کی بیٹی اور پھوپی صاحبہ عصبہ نہین اسلئے کہ اگرچہ واسطہ عورت کا درمیان مین نہین لیکن خود مرد نہین اور یہان عصبہ کے لئے مرد ہونا شرط ہے۔

(۳) **ذوی الارحام**۔ وہ وارث ہین جنکا حصّہ بھی شریعت مین مقرر نہو اور عصبہ بھی نہ ہون بلکہ میت مین اور اُن مین عورت کے علاقہ اور وسیلے سے رشتہ اور قرابت ہو یا خود عورت ہون۔

دیکھو۔ خالہ ذوی الارحام ہے کیونکہ ماں کی بہن ہے۔ ایسے ہی پھوپی بھی ذوی الارحام ہے کیونکہ خود مرد نہین۔ اگرچہ واسطہ مرد کا ہے یعنی باپ کی بہن ہے۔ پوتی اگرچہ مرد نہین لیکن اسکو ذوی الارحام نہ کہین گے اسلئے کہ اسکا حصّہ شریعت مین مقرر شدہ ہے جو بہن صرف ماں مین شریک ہے وہ خود بھی عورت ہے اور واسطہ بھی عورت کا ہے لیکن ذوی الارحام نہین اسلئے کہ یہ ذوی الفروض مین داخل ہے حصّہ اسکا مقرر ہے بھتیجی ذوی الارحام ہے مگر بھتیجا ذوی الارحام نہین کیونکہ یہ میت کے بھائی کا بیٹا ہے نہ اس مین عورت کا علاقہ آیا نہ خود عورت ہے پھر بھلا ذوی الارحام کیسے ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو عصبہ ہے۔

یہ تین قسم کے وارث جو بیان ہوئے ان مین نمبر اول کے وارث یعنی **ذوی الفروض** سب سے مقدم ہین جب تک ان کا حصہ پورا نہ ملجائے قسم دوم وسوم یعنی عصبہ وذوی الارحام کو کچھ نہین مل سکتا۔

مثال۔ ایک عورت مسماۃ راشدہ کا انتقال ہوا اُسنے تین ذوی الفروض چھوڑے یعنی شوہر۔ بیٹی۔ والدہ۔ اور دو عصبے یعنی ایک بھائی اور چچا اور دو ذوی الارحام یعنی ایک خالہ ایک ماموں۔ پس جب تک زوجہ اور بیٹی اور والدہ کو مقرر شدہ حصّہ نہ ملجائے کسی اور وارث کو کچھ نہ پہونچے گا کیونکہ شوہر اور والدہ اور بیٹی ذوی الفروض ہین[لہ]

دوسرا درجہ قسم دوم کے وارثون یعنی **عصبات** کو حاصل ہے۔ اگر ذوی الفروض کے

لہ صورت مسئلہ کی یہ ہوگی مسئلہ ۱۲ شوہر۔ والدہ۔ دختر۔ بھائی۔ چچا۔ ماموں۔ خالہ۔ محروم محروم محروم واللہ اعلم بالصواب ۱۲

حصے دیکر کچھ باقی رہجائے تو عصبات کو وہ باقی ماندہ مال ملجاتا ہے۔ اور اگر ذوی الفروض مین سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو عصبات کو تمام ترکہ اور کل مال ملجائیگا۔ قسم سوم یعنی ذوی الارحام کو کچھ نہ ملے گا۔

پھلی مثال۔ رحمت علی کا انتقال ہوا تو اُسنے زوجہ۔ دختر۔ والدہ۔ اور ایک بھائی چھوڑا رحمت علی کا مال چوبیس سہام کرکے تین زوجہ کو دئے گئے (آٹھوان حصّہ) اور چار والدہ کو دیئے گئے (یعنی چھٹا حصہ) اور بارہ سہام دختر کو دئے گئے۔ (یعنی کل مال کا نصف) اب ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد چوبیس مین سے پانچ سہام باقی رہ گئے وہ رحمت علی کے بھائی عظمت علی کو دیدئے گئے کیونکہ یہ عصبہ ہے اور بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ عصبہ کا حق ہوتا ہے

دوسری مثال۔ ایک واقعہ۔ رحیمن مریض ہوئی اسکی ایک ہمشیرہ ایک شوہر ایک چچا تیمارداری مین ایک ماہ تک مصروف رہے۔ اگر یہ اس حالت مین مرجاتی تو چچا صاحب محروم رہتے کیونکہ نصف ترکہ شوہر کو اور نصف ہمشیرہ کو پھونچتا۔ تقدیر خداوندی کے کرشمے دیکھو۔ شوہر طاعون مین مبتلا ہوکر تین ہی دن مین رخصت ہوگیا (اب اگر رحیمن کا انتقال ہوتا تو نصف میراث ہمشیرہ کو پھونچتی اور نصف چچا کو۔ لیکن) رحیمن کی ہمشیرہ طاعون سے ڈرکر اس مکان مین نہ رہ سکی بھن کو سخت بیمار چھوڑ کر اپنے مکان پر چلی گئی۔ چورون کو خبر لگی کہ رحیمن کی ہمشیرہ بہت مال اسباب لیکر آئی ہے۔ شب کو نقب لگا کر سر پر آکھڑے ہوئے اور دھمکی دی کہ مال بتلاؤ۔ اس غریب کے پاس کچھ بھی نہ تھا کیا بتلادیتی۔ جب بار بار ڈرانے دھمکانے سے نہ بتلایا تو چھرا مار کر چلے گئے۔ صبح تک اسکا کام تمام ہوگیا۔ رحیمن تو عرصہ سے صبح شام کی مہمان تھی کچھ شوہر کے رنج اور بہن کی ناگہان موت نے نڈھال کردیا۔ اگلے روز سب مال و متاع چھوڑکر لحد کے گوشہ مین چھپ گئی۔ اب کوئی ذوی الفروض تو رہا ہی نہ تھا۔ چچا صاحب عصبہ تھے وہی تشریف لائے اور سب مال پر قبضہ کرکے مکان کو قفل لگا کر پورے مالک و وارث بن گئے۔

قاعدہ۔ یہ تو معلوم ہوگیا کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد اگر کچھ باقی رہجائے تو عصبات

کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر ذوی الفروض کے حصے دینے کے کچھ باقی رہجائے اور عصبہ کوئی موجود نہو تو جو کچھ باقی رہا ہے اسکو دوبارہ انھیں موجودہ ذوی الفروض پر اُسی حساب سے تقسیم کردین جس حساب سے پہلے تقسیم ہوا تھا اسکو رد کہتے ہیں۔ چونکہ اسکا مستقل ذکر آیندہ ہوگا۔ اسلئے یہان زیادہ تشریح اور مثال وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

تیسری قسم اور تیسرے درجے کے وارث ذوی الارحام ہین۔ ان کو میراث اُسیوقت مل سکتی ہے جبکہ نمبر اوّل و دوم کا کوئی وارث موجود نہ ہو یعنی جب میت کا کوئی ذوی الفروض وارث اور کوئی عصبہ موجود نہو جب یہ مستحق ہوتے ہین۔ لیکن اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو ذوی الارحام اسکی وجہ سے محروم نہ ہون گے بلکہ زوجہ یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ ذوی الارحام لینگے (اس سے زیادہ تشریح ذوی الارحام کے بیان کی ابتدا مین کردیگئی ہے ملاحظہ فرماؤ شروع باب ششم صد ۱۵۳)

(۳) عصبات سببی :

اس میں تین قسم کے وارث ہیں جو عموماً آج کل نہیں پائے جاتے۔

(۱ ؎) مولیٰ عتاقہ۔ جو شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے وہ اُسکا مُعتِق (آزاد کرنیوالا) اور مولیٰ عتاقہ کہلاتا ہے۔ اگر یہ آزاد شدہ بردہ مرجائے اور اُسکے ذوی الفروض اور عصبات مین سے کوئی موجود نہ ہو۔ یا ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہجائے اور آزاد شدہ کے عصبات مین سے کوئی نہو تو اسکی میراث اسکے مولیٰ عتاقہ یعنی آزاد کنندہ کو ملجائے گی۔ خواہ یہ آزاد کنندہ عورت ہو یا مرد اور اگر مولیٰ عتاقہ خود موجود نہین وہ اپنے آزاد کردہ کی زندگی ہی مین مرگیا ہے تو یہ میراث مولیٰ عتاقہ کے عصبون کو ملے گی کسی عورت کو ہرگز نہین پہونچے گی۔ الحاصل مولیٰ عتاقہ یا اُسکے عصبات اگر موجود ہون گے تو ذوی الارحام سے مقدم رہین گے ذوی الارحام انکے سامنے محروم ہون گے

(۲ ؎) مولیٰ الموالاۃ۔ کوئی مجہول النسب شخص (مرد ہو یا عورت) جسکا نسب اور رشتہ کچھ

سلہ اگر ابتدا سے شمار کرین تو چہارم نمبر ہے اور اگر ان تین وارثون کو علیحدہ رکھین تو نمبر اول ہے اسلئے نمبر دو لکھا گیا ہے

معلوم نہ ہو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان[۱] ہو کر یہ کہے کہ تم ہمارے مولیٰ (یعنی سردار
دکفیل کار) ہو۔ اگر مین آپ کے سامنے مرگیا تو آپ میرے ترکہ کے مستحق ہونگے اور اگر مین کسی
جگہ قصور کرکے آؤن تو تاوان بھی آپ کو دینا پڑے گا جب وہ دوسرا شخص اسکو قبول کرے تو
وہ مولی الموالات کہلاتا ہے۔ یہ مجہول النسب اُس کی زندگی مین مرجائے تو اُسکی میراث مولی
الموالات کو پہونچے گی کیونکہ میت کا اور کوئی وارث تو کسی قسم کا ہے ہی نہین۔ البتہ مجہول النسب
مرنیوالیکا شوہر یا اُسکی زوجہ موجود ہو سکتی ہے اُسکا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ مولی الموالاۃ

(۶) **مقر لہ بالنسب علی الغیر** یعنی وہ آدمی جسکی نسبت میت نے اپنے وارثون مین داخل ہونے
اور اپنے نسب مین شریک ہونیکا اسطرح اقرار کیا ہو کہ اس آدمی کا علاقہ نسب کسی دوسرے
سے لگ جائے لیکن اصل نسب والے نے اسکا اقرار نہ کیا ہو اور نہ گواہ ہون۔ البتہ
میت اسکو اپنے وارثون مین اور نسب مین آخری دم تک داخل مانتا رہا ہو۔ جو شخص اس
قسم کے اقرار سے وارثون مین داخل ہوا ہے اسکو اقرار کرنیوالے میت کی میراث ملجائیگی
بشرطیکہ مذکورۂ بالا اقسام کے وارثون مین سے کوئی بھی موجود نہو۔ جب پانچ اقسام کے
وارثون مین سے کوئی بھی نہ ہو تب اس چھٹے نمبر کے وارث کا حق ثابت ہوتا ہے البتہ اگر
میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو اور کوئی وارث کسی قسم کا بالکل نہو تو شوہر یا زوجہ
کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ اس مقر لہ کو دیا جائیگا۔

مثال مقر لہ کی۔ زید ایک مجہول النسب لڑکے کی نسبت کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اور لڑکے
کی عمر اس قابل ہے کہ اسکا بھائی ہو سکے یعنی زید کے باپ سے پندرہ بیس برس چھوٹا ہی

---

[۱] کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہونا شرط نہین اگر مجہول النسب اس سے قبل بطور خود یا کسی کے ہاتھ پر ایمان لا چکا ہو اور
پھر کسی دوسرے شخص سے ایسا اقرار کرے تو جائز و درست ہے چونکہ یہی دستور تھا کہ جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوتے اُسیکو
مولی الموالاۃ بنا لیتے تھے اسلئے اسلام لانیکا ذکر کیا جاتا ہے جبتک مولی الموالاۃ نے کسی قسم کا تاوان اسکی طرف سے ادا نہین
کیا اسوقت تک مجہول النسب کو اس اقرار سے پھر جانا اور مولی الموالاۃ کو چھوڑ دینا جائز ہے جب مولی کوئی تاوان اسکی طرف سے
بھر چکا اسوقت علیحدہ ہونا اور اقرار توڑنا جائز نہین۔ اگر دو مجہول النسب شخص جانبین سے باہم ایسا اقرار کرین تو جانبین
سے مولی الموالاۃ ہو جائینگے اور پہلے مرنے والے کی میراث دوسرے کو پہونچے گی ۱۲

اب زید کے اسکو بھائی ماننے اور اپنے وارثون مین داخل کرنے سے یہ لازم آیا کہ یہ لڑکا اسکے باپ کا بیٹا ہے لیکن زید کے باپنے اس کی نسبت کبھی اقرار نہین کیا اور نہ گواہ ہین کہ یہ لڑکا زید کے باپ کا بیٹا ہے ایسی صورت مین زید کا اقرار اپنے حق مین صحیح ہوگا اور یہ لڑکا مقرلہ کہلائیگا اور زید کے وارثون مین داخل ہوجائیگا لیکن ذوی الفروض یا عصبہ نہ بن جائیگا بلکہ مقرلہ ہی رہیگا اور اگر کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو اسکو میراث پہونچے گی جیسا ابھی ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ مقرلہ زید کے باپ کا بیٹا نہین بن جائیگا اور زید کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہین ہوگا کیونکہ زید کو یہ اختیار نہین کہ باپ وغیرہ کسی دوسرے شخص کے نسب مین کسیکو داخل کرے

تنبیہ۔ یہ وہ صورت بیان ہوئی ہے جسمین میت نے کسیکو اپنا وارث ایسی طرح بنایا کہ یہ شخص دوسرے کے نسب مین داخل ہوا جاتا تھا۔ لیکن اگر کوئی میّت کسی شخص کی نسبت اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا میری بیٹی ہے اور اس لڑکا لڑکی کا کوئی نسب مشہور بھی نہین بلکہ مجہول النسب ہی اور عمر بھی اتنی زیادہ نہین کہ اقرار کرنیوالا اسکا باپ نہ ہوسکے تو یہ نسب ثابت ہوجائیگا اور یہ بیٹا بیٹی حقیقی اولاد کی مانند عصبہ اور ذوی الفروض مین داخل ہوجائینگے اور پوری طرح بلا تکلف میراث پائینگے

مقرلہ کے ذکر پر وارثون کی باقی تین قسمون کا بھی بیان ختم ہوگیا۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہی ان قسمون کا وجود اس زمانہ مین نہین ہے۔ اسجگہ صرف بیان کو کامل کرنیکے لئے انکو ذکر کر دیا ہے آیندہ (سوائے ایک نقشہ کے) انسے بحث نہ ہوگی صرف مذکورہ سابقہ تین قسمون کا ذکر ہوگا (یعنی ذو الفروض عصبہ۔ ذوی الارحام) اب ہم وارثون کی قسمون کا ایک نمبروار نقشہ لکھتے ہین جسمین جملہ قسمون کا مجملاً حال مع دلیل شرعی معلوم ہوجائے گا۔ (ملاحظہ فرماؤ نقشہ نمبر اول)[1]

بیت المال۔ حقیقت میراث مین یہ معلوم ہوچکا ہے کہ دنیا کے چندروزہ مسافر کا مال بوقت رخصت خدائے تعالے نے اسکی تسلی کے لئے ایسے لوگون کو دلوادیا ہے جو اس سے قرابت کا تعلق رکھتے ہون جنکو وارثان شرعی کہتے ہین لیکن اگر کسی میت کے فی الحقیقت کوئی وارث اقسام مذکورہ بالا مین سے موجود ہی نہ ہو یا کوئی ہو مگر کسیکو بھی معلوم نہ ہو تو اس

[1] دیکھیں صہ ۹۴، صہ ۹۵ ناشر

مسافر کے پس ماندہ اسباب کے تمام مسلمان مستحق ہونگے جو اسلامی تعلق میت سے رکھنے والے ہین لیکن اگر تقسیم کیا جائے تو ایک ایک ذرہ بھی کسی کے حصہ مین نہ آوے لہذا شرعی حکم یہ مقرر ہوا کہ وہ مال بادشاہ اسلام کے خزانہ مین داخل کیا جائے جسکو بیت المال کہتے ہین وہان سے وہ ایسے مفید خلائق اور رفاہ عام کے کامون مین خرچ ہو گا جس سے بلاخصوصیت عام مسلمانون کو نفع پہونچے۔ مثلاً جہاد کے لئے فوج و لشکر تیار کرنا سرحدون پر حفاظت کے لئے۔ چھاؤنیان اور چوکیان قائم کرنا۔ دریاؤن کے پل اور سڑکین بنانا۔ مدارس و مہمانسرائے پر خرچ کرنا۔

آجکل ہندوستان مین چونکہ اسلامی خزانہ اور بیت المال نہیں ہے لہذا جب کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو میت کا ترکہ بجائے بیت المال کے فقراء پر صرف کر دیا جائے خواہ یہ فقراء مدارس کے طلبہ و مدرس ہون یا خانقاہون کے صوفی اور درویش یا مساجد کے امام وخادم لیکن یہ خیال رہے کہ کسی شخص کو اجرت مین نہ دیا جائے اور نہ کسی مالدار غنی شخص کو دیا جائے

تنبیہ۔ جب کوئی مسافر پردیس مین مرجائے تو اہل شہر اور محلہ والون کو یہ جائز نہیں کہ اس کا مال بلا تکلف فی سبیل اللہ تقسیم کر دین بلکہ اوّل خط بھیجکر یا کسی دوسرے ذریعہ سے خوب تحقیق کر لیا جائے کہ کوئی بعید و قریب وارث موجود ہے یا نہین اگر تحقیق سے کوئی وارث معلوم ہو جائے تو اسکو دیا جائے ورنہ جب یہ یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ کوئی وارث نہیں ہے اسوقت فقراء پر صرف کر دین۔

فائدہ۔ جب شرعی وارث کوئی موجود نہ ہو تو میراث اور مال کو بیت المال مین داخل کرنا واجب ہے چونکہ اس زمانہ مین بیت المال نہین لہذا فقراء پر صرف کرنیکا حکم دیا جاتا ہے لیکن اگر میت کے بعض ایسے عزیز و قریب مفلس غریب موجود ہون جو شرعاً وارث نہین ہین تو عام فقراء سے وہ لوگ مقدم ہون گے اور بموجب فتویٰ علمائے قدیم بوجہ فقر و احتیاج اس بعید رشتہ والے میت کا مال و ترکہ انکو دلوا دیا جائے گا لیکن بقاعدۂ میراث و حصۂ شرعی نہیں بلکہ خاص رشتہ اور تعلق کیوجہ سے انکو دیگر فقراء سے مقدم سمجھکر۔ مثلاً رضاعی بہن یا سوتیلی اولاد

نقشہ نمبر اول متعلقہ باب چہارم مشتمل بر شش اقسام وارثان مع تفصیل دلیل شرعی جملہ اقسام

وارثان نمبر اقسام	اقسام وارثان	کس دلیل سے ثابت ہے — نام وارث	کس دلیل سے ثابت ہے — نام دلیل	تفصیل دلیل	ترجمہ و تشریح وغیرہ
قسم اول جنکا حصہ شریعت میں مقرر و معین فرما دیا گیا ہے	ذوی الفروض	بیٹی	قرآن مجید	فَاِنْ كُنَّ نِسَاۤءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ -	بیٹیان اگر دو ہون یا) دو سے زیادہ ہون تو انکو ترکہ مین سے دو ثلث ملتا ہے اور اگر ایک بیٹی ہو تو کل مال مین سے نصف
	ایضًا	پوتی	حدیث رسول اللہ و اجماع صحابہ و علماء الفقہاء	ابن مسعود رض فرماتے تھے کہ مین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ نصف بیٹی کو چھٹا حصہ پوتی کو باقی بہن کو دیا جائے (بخاری شریف) اور صحابہ و فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب بیٹی نہ ہو تو پوتی تمام حالتون مین اسکی قائم مقام ہے	
	〃	مان / باپ	قرآن مجید	وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ	اگر میت کے اولاد موجود ہو تو اُسکے مان اور باپ کو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اگر اولاد نہ ہو تو مانکو ایک ثلث (اور باقی باپ کو) اور اگر میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنین ہون تو بھی مان کو چھٹا حصہ ملتا ہے
	〃	دادا	اجماع امت	ابوبکر ابن عباس ابن زبیر رض فرماتے تھے کہ الجد اب یعنی جب باپ زندہ نہو تو دادا بھی باپ ہی کے حکم مین ہے - اور باوجودیکہ صحابہ رض اسوقت بکثرت موجود تھے لیکن یہ نہین سنا گیا کہ کسی نے اس بارہ مین ابوبکر رض کا خلاف کیا ہو - (بخاری شریف)	
	〃	شوہر	قرآن مجید	وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ	اگر تمہاری بی بیون کے اولاد نہو تو اُنکے ترکہ مین سے تمکو نصف ملے گا - اور اگر اُن کے اولاد ہو تو تمکو ربع حصہ ملے گا -
	〃	زوجہ	قرآن مجید	وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ	جب تم لوگون کے اولاد نہ ہو تو تمہاری بی بیون کو تمہارے ترکہ مین سے چوتھائی ملیگا اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کو آٹھوان حصہ ملے گا
	〃	اخیافی بھائی / اخیافی بہن	قرآن مجید	وَلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۤءُ فِى الثُّلُثِ	اگر کسی مورث مرد یا عورت کے اولاد اور والدین نہ ہون اور اُسکے کوئی (اخیافی) بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اگر (اخیافی بھائی بہن) اس سے زیادہ ہون تو وہ سب ایک تہائی مین شریک
	〃	ہمشیرہ حقیقی و علاتی	قرآن مجید	اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ ... فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ	اگر ایسا شخص مر جائے (والدین اور) اولاد نہو تو اور اُسکے ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو تو اسکو ترکہ مین سے نصف ملیگا - اگر دو (یا دو سے زیادہ) ہون تو سب کیلئے دو ثلث ہے

″	″	جدّہ دادی۔ نانی	حدیث شریف و آثار صحابہ	ابو سعید اور قبیصہ بن ذویب اور مغیرہ بن شعبہ رض فرماتے ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ عطا کرایا ۔ بُریدہ لکھتے ہین کہ آنحضرت م نے جدہ کیلیے چھٹا حصہ مقرر فرمایا جبکہ اس سے قریب میت کی کوئی مان موجود نہ ہوا ابوبکر رض نے دو جدہ کو سُدس مین شریک کرادیا (ترمذی ابوداؤد دارقطنی ابن ماجہ وغیرہا)	
قسم دوم	عصبات	بیٹا۔ بیٹی بیٹے کی اولاد باپ۔ دادا باپ کی اولاد دادا کی اولاد	قرآن مجید و حدیث رسول اللہ و اجماع امت	يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۔ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الحقوا الفرائض باهلها فما بقي فهو لاولى رجل ذكر (بخاری ومسلم)	پہلی آیت مین بیٹا بیٹی کے عصبہ ہونے کی حالت کا بیان ہے ۔ دوسری مین باپ کے عصبہ ہونیکا حال ہے ۔ تیسری مین حقیقی اور علاتی بھائی بہنون کا ذکر ہے بخاری و مسلم کی حدیث شریف کا مطلب ہے کہ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ اُس مرد کا حق ہے جو میت سے سب سے زیادہ قریب علاقہ اور قرابت رکھتا ہو
قسم سوم	مولیٰ عتاقہ	خود عصبات	حدیث رسول اللہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد کرنے والے کو فرمایا کہ اگر یہ تمہارا آزاد کردہ غلام مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو تم ہی اُسکے عصبہ ہو جاؤ گے اور فرمایا کہ آزاد کردہ کسی قوم کا اُنھین مین داخل سمجھا جاتا ہے	
قسم چہارم	ذوی الارحام	میت کی اولاد میت کے اصول باپ کی اولاد دادا۔ دادی کی اولاد	قرآن مجید و آثار صحابہ و حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ الخ (سورہ نساء) وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (سورۂ انفال) الخال وارث من لا وارث له (ابن اخت القوم منهم (بخاری)	پہلی آیت سے توریث ذوی الارحام ثابت ہے دوسری آیت عند الحنفیہ منسوخ نہین بلکہ میراث ذوی الارحام مُراد ہے (تفسیر کبیر) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں کی نسبت ارشاد فرمایا کہ جسکا کوئی وارث نہ ہو اُسکا وارث ماموں ہے اور فرمایا کہ بھانجا بھی اُسی قوم مین شمار ہوتا ہے یہان سے ذوی الارحام کی میراث ثابت ہوئی
قسم پنجم	مولیٰ الموالاۃ	خود	قرآن مجید و حدیث	وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (ف) قال عليه السلام لتميم الداري هو اخوك ومولاك فانت احق بمحياه ومماته (ترمذی و دارمی وغیرہ)	اس آیت سے مولی الموالاۃ کی میراث ثابت ہے اور تمیم داری نے جناب رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ جو شخص میرے ہاتھ پر اسلام لاکر میرا مولی موالات بنجائے اُسکا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ وہ تمہارا بھائی اور مولیٰ ہو گیا تم اُسکی موت و حیات مین سب سے زیادہ مستحق ہوئے
قسم ششم	مقرلہ بالنسب	خود	قرآن مجید و قیاس	مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ولان المرء يوخذ باقراره	ایسے شخص کی میراث فی الحقیقت وصیت کے حکم مین داخل ہے لہذا اُسکا پورا اگر نافذ ہوگا اور چونکہ اسکے سوا کوئی وارث نہیں اسلیے کل مال مین جاری ہوگی نیز جب میت نے اسکو رشتہ دار مان لیا ۔ اس اقرار کی وجہ سے اپنا مال بطور میراث اُسکو دینا پڑے گا

یا آزاد شدہ غلام وغیرہ مفلس متعلقین موجود ہون تو یہ عام فقرا سے مقدم ہو کر ترکہ اور مال میت کا لے سکتے ہین[۵]

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جنکا حصہ شریعت نے مقرر ومعین فرمادیا ہے تیرہ شخص ہین۔ چار مرد اور نو عورتین ہین۔

باپ[۱] دادا[۲] اخیافی بھائی[۳]۔ شوہر[۴] زوجہ[۵] والدہ[۶] بیٹی[۷] پوتی[۸] حقیقی بہن[۹]
علاتی بہن[۱۰]۔ اخیافی بہن[۱۱]۔ جدہ۔ یعنی دادی[۱۲]۔ نانی[۱۳]

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرائض ہین جسقدر رشتے بیان کئے جاتے ہین وہ سب مرنے والیکے لحاظ سے بیان کئے جاتے ہین مثلاً جب ہم لکھتے ہین کہ باپ کو چھٹا حصہ اور زوجہ کو آٹھواں۔ تو یہان مرنیوالے کی زوجہ مراد ہے اُسی کے اعتبار سے زوجہ لکھا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ باپ کی زوجہ کا یہ حصہ ہے کیونکہ اگر ہمکو باپ کی زوجہ کا حال لکھنا ہوتا تو میت کی والدہ یا مان لکھتے زوجہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ غرض ہر جگہ خیال رہے کہ باپ۔ دادا۔ زوجہ۔ والدہ۔ ہمشیرہ۔ بیٹا وغیرہ جو کچھ کسی جگہ لکھا ہے وہان میت کی ہمشیرہ زوجہ بیٹا وغیرہ مراد ہین۔ اس مین اکثر دھوکا ہو جاتا ہے

فصل اوّل۔ باپ کی میراث کا حال اور حصے

خوب یاد رکھو کہ باپ کا حق چھٹے حصے سے کم کبھی نہین ہوتا۔ ہان بعض دفعہ ترکہ مین سے تہائی حصہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ ملجاتا ہے اور اگر باپ کے سوا میت کا کوئی وارث ہی نہو تو کل مال باپ کو مل جاتا ہے۔ غرض باپ کے تین حال ہین۔

[۵] یہ مضمون مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر اور اشباہ ونظائر اور ذخیرہ مین اور جامع الرموز مین موجود ہے اور اعتاق مین اکبر خزانہ اور معتق کو میراث دیا جانا اسکو مؤید ہے واللہ اعلم ۱۲

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد چھوڑی ہو مثال

مسئلہ ۲۴ زید متوفی
زوجہ ۳ والد ۴ پسر ۱۷

(۲) اگر مرنیوالے کے کوئی مذکر (یعنی نرینہ) اولاد کسی درجہ مین بھی نہو بلکہ بیٹی[1] یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو مرنیوالے کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجود کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ بھی دیا جاتا ہے۔

اس صورت مین باپ ذوی الفروض بھی رہا کیونکہ اُس نے اپنا وہ مقررہ حصہ لیا جو شریعت نے اسکے لئے مقرر کر دیا ہے اور عصبہ بھی رہا کیونکہ اُس نے باقی مال لے لیا اور عصبہ اُسکو کہتے ہین جو ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا مستحق ہو۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اُسنے پانچ وارث چھوڑے باپ دادا بیٹی زوجہ والدہ اسکے مال کا آٹھوان حصہ زوجہ کو چھٹا والدہ کو نصف بیٹی کو دیا گیا اور چھٹا حصہ حسب قاعدہ باپ کو دیا گیا۔ اب ذوی الفروض کے یہ سب حصے پورے ملجانے کے بعد جو کچھ باقی رہا وہ بھی باپ کو مل گیا یعنی کُل مال کے چوبیس حصے کر کے تین سہام زوجہ کو چار والدہ کو اور بارہ بیٹی کو اور چار والد کو دئے گئے ذوی الفروض کے کل حصے تیئس ۲۳ سہام مین پورے ہوگئے اب جو ایک باقی رہا وہ بھی باپ کو ملجائیگا۔ اس صورت مین باپ دو وجہ سے حصہ کا مستحق ہوا۔ چار سہام یعنی کل مال کا چھٹا حصہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے لیا اور ایک حصہ یعنی کل مال کا چوبیسوان حصہ عصبہ ہونے کے لحاظ سے پایا۔ غرض چوبیس مین سے پانچ حصے باپ کو وصول ہوئے اسطرح

مسئلہ ۲۴ [2] متوفی
زوجہ آٹھوان ۳ - والدہ چھٹا ۴ - دختر نصف ۱۲ - والد چھٹا ۴ + ۱ - دادا ۰

تنبیہ۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جب میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو تو وہان باپ کو اپنے چھٹے حصے کے علاوہ ہمیشہ ایک ہی حصہ ملتا ہے بلکہ جو کچھ باقی رہے وہ دیا جاتا ہے زیادہ ہو یا کم ہو۔ مثلاً اسی صورت مذکورہ مین اگر میت کی مان زندہ نہ ہوتی تو پھر بھی زوجہ کو

---

[1] بیٹی کی اولاد کا اعتبار نہین ۱۲ [2] مختلف حصے دکھلانے کی غرض سے خلاف قاعدہ والد کا نام دو جگہ لکھا ۱۲

تین سہام ملتے دختر کو بارہ۔ باپ کو چار اور باقی ماندہ پانچ بھی عصبہ ہونے کی وجہ سے
باپ کو حاصل ہوتے اسطرح

مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	پدر	پدر
۳	۱۲	۴	۵

(۳) اگر میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ بیٹے کی اولاد ہے نہ پوتے کی نہ پڑپوتے کی تو
ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب باپ کو ملجائیگا اس صورت مین
باپ کا کوئی حصہ مقررہ نہین نمبر دوم مین اور اس مین یہی فرق ہے کہ وہان مقررہ حصہ
چھٹا بھی ملتا تھا اور باقی ماندہ بھی ملتا تھا اور یہان حصّہ مقررہ کچھ نہین صرف باقی ماندہ
ملتا ہے۔ لیکن یہان خدا کے فضل سے باقی ماندہ اسقدر ہوتا ہے کہ نمبر دوم مین جو کچھ
ملتا تھا اُس سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

مثال۔ بکر کا انتقال ہوا اُسنے چار وارث چھوڑے۔ زوجہ [۱]۔ نواسی [۰]۔ والدہ [۱]۔ باپ [۲]
نواسی چونکہ ذوی الارحام مین ہے اور ذوی الارحام کو جب ہی حصہ ملتا ہے کہ ذوی
الفروض مین سے کوئی نہ ہو اسلئے نواسی محروم رہی۔ زوجہ کو چوتھا حصہ دیا گیا اب جو
کچھ باقی رہا اُس مین سے ایک ثلث والدہ کو دیا۔ اب جو کچھ باقی رہا وہ باپ کا حق ہے
یعنی کل مال کے چار حصے کرکے ایک زوجہ کو دیا۔ اسکو دینے کے بعد تین باقی رہے
اُن مین سے تہائی یعنی ایک سہم والدہ کو دیدیا باقی دو سہام والد کا حق ہین۔

اس حالت نمبر ۳ مین باپ صرف عصبہ ہی عصبہ ہے ذوی الفروض نہین اور حالت دوم مین
عصبہ بھی تھا اور ذوی الفروض بھی۔ اور پہلی حالت مین صرف ذوی الفروض تھا عصبہ نہ
تھا۔ باپ کی میراث کے جو تین حال ہمنے بیان کئے انکے سوا چوتھا حال قیامت تک
نہین ہوسکتا

فصل دوم میّت کے دادا کے حصے اور میراث کا بیان

یہ بات یاد رکھو کہ اگر میت کا باپ زندہ ہوتا ہے تو دادا کو کچھ حصہ نہین ملتا وہ بالکل محروم
رہتا ہے کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے اُسکی موجودگی مین دادا مستحق نہیں ہوسکتا۔ البتہ
جب باپ موجود نہ ہو تو دادا کو بالکل اسی طرح وہی حصے ملتے ہین جو باپ کو ملتے تھے جیساکہ

اب مفصل بیان ہوتا ہے۔ پس دادا کے بیان مین ہر جگہ یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ جب میت کا باپ زندہ نہو تب دادا کو یہ حصے ملینگے

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ مرنیوالے کے کوئی بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا یا پڑپوتے کی مذکر اولاد کسی درجہ مین موجود ہو۔ **مثال** مسئلہ ۱۲ زوجہ ۳ دادا ۲ بیٹا ۷ — مسئلہ ۲ شوہر دادا ۲ پڑپوتا

(۲) اگر مرنے والے کے کوئی مذکر اولاد کسی درجہ مین بھی موجود نہ ہو بلکہ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ بھی ملجاتا ہے۔

مثال۔ سعیدہ نے انتقال کیا اور شوہر اور دادا اور بیٹی چھوڑے۔ کل ترکہ کا چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادا کو دیا جائیگا۔ یعنی بارہ سہام مین سے تین شوہر کو چھ بیٹی کو اور دو دادا صاحب کو دیئے اور کل گیارہ سہام مین ان وارثان ذوی الفروض کے حصے پورے ہو گئے اب ایک سہام جو باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونے کے دادا کو مل گیا اس صورت مین دادا ذوی الفروض بھی ہوا عصبہ بھی رہا۔

(۳) جبکہ میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ پوتی ہے نہ پوتا نہ پڑپوتی نہ پڑپوتا۔ تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ سب دادا صاحب کو ملجائے گا

مثال عمرو کا انتقال ہوا اُسنے دادا زوجہ والدہ تین وارث چھوڑے چوتھا حصہ زوجہ کو دیا گیا اور کل مال کا تہائی حصہ والدہ کو دیا گیا۔ جو کچھ باقی رہا وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے دادا کا حق ہے یعنی کل ترکہ اول بارہ سہام پر تقسیم کرکے تین زوجہ کو دئے گئے چار والدہ کو دیئے گئے اور باقی ماندہ پانچ سہام دادا نے پائے۔

اس صورت مین دادا صرف عصبہ ہے اور حالت نمبر اول مین صرف ذوی الفروض تھا اور حالت نمبر دوم مین ذوی الفروض بھی تھا اور عصبہ بھی۔

ان تینوں حالتون مین باپ اور دادا کا حصہ بالکل یکسان ہے ایک بہت خفیف فرق ہے

سلہ مسئلہ ۱۲ شوہر ۳ بیٹی ۶ دادا ۲ دادا ۱ — اگر باپ موجود ہوتا اسکو بھی یہی تین سہام ملتے مگر دادا محروم ہوتا

جس سے بعض صورتون مین والدہ کے حصہ کی مقدار گھٹ کر باپ کے حصے کی مقدار بڑھ جاتی ہے لیکن حِصّہ کا نام اور تعداد پھر بھی وہی رہتی ہے۔ اور دادا مین یہ زیادتی کمی نہین ہوتی

فرق۔ اگر میت نے صرف زوجہ اور والدین چھوڑے ہین یا صرف شوہر اور والدین چھوڑے ہون تو زوجہ اور شوہر کا حِصّہ دیدینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُس مین سے ایک ثلث والدہ کو ملیگا اور باقی باپ کو اس صورت مین باپ کو باقی ماندہ ملا لیکن زیادہ ملا کیونکہ والدہ کا حصہ گھٹ گیا۔ اگر کُل مال مین سے ثلث ملتا تو زیادہ ملتا اب شوہر کو دینے کے بعد باقی ماندہ مین سے ثلث والدہ کو ملا تو کم ملا لیکن باپ کا حِصّہ بڑھ گیا۔ اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو یہ کمی بیشی نہین ہوتی بلکہ حسب دستور والدہ کو کل مال کا ثلث دیا جائیگا۔ یعنی اگر کوئی میت صرف شوہر اور والدہ اور دادا چھوڑے یا کوئی میت صرف زوجہ اور والدہ اور دادا چھوڑے تو یہ نہ ہوگا کہ زوجہ یا شوہر کا حصہ علیحدہ کرکے باقی مال مین سے ایک ثلث والدہ کو دین بلکہ کل مال مین سے ثلث دیا جائیگا۔ مثالون سے فرق ظاہر ہوجائیگا کہ جسجگہ باپ ہے وہان والدہ کو باقی ماندہ کا ثلث دلایا گیا ہے اور جس جگہ دادا ہمراہ ہے وہان کل مال کا ثلث والدہ کو دلایا گیا ہے۔

مثال اوّل

مسئلہ ۴

زوجہ	والدہ	والد
۱	۱	۲

۲ مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	والد
۳	۱	۲

۳ مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	دادا
۳	۴	۵

۴ مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	دادا
۳	۲	۱

(۴) چوتھا حال دادا کا یہ ہے جسکو ابتدا ہی مین بخوبی ظاہر کر دیا گیا تھا کہ جب باپ موجود ہوتا ہے تو دادا بالکل محروم[1] رہجاتا ہے۔

واضح ہو کہ پڑدادا اور سکڑدادا کے بھی یہی حصے ہین اور یہی حال ہے جو دادا مین مذکور ہوا لیکن دادا کے سامنے پڑدادا محروم ہوتا ہے اور پڑدادا کے سامنے سکڑدادا

سلہ مثال کے لئے دیکھو مسئلہ ۸

زوجہ	دختر	باپ	دادا
۱	۴	۳	محروم

(دیکھیں ضمیمہ کا ع۱)

فائدہ - شریعت اور لغت مین دادی کے باپ کو اور دادی کی مان کے باپ اور دادا کو بھی جد یعنی دادا لکھتے ہین - لیکن یہ لوگ ذوی الفروض مین داخل نہین - ذوی الفروض وہی دادے ہین جنکے رشتہ مین عورت کا واسطہ اثر نہ کرے جیسے باپ کا باپ دادا کا باپ پڑدادا کا باپ انھین لوگون کو جد صحیح کہتے ہین اور انھین کی میراث اور حصے کا حال اسجگہ بیان ہوا ہے - جن دادون کے رشتے مین عورت کا واسطہ آگیا ہے وہ ذوی الارحام مین داخل ہین اور انکو جد فاسد کہتے ہین اُن کا بیان چھٹے باب کی دوسری فصل مین آئیگا -

فصل تیسری اخیافی بھائی کی میراث کا بیان

وہ بھائی جو صرف مان مین شریک ہے باپ دونون کا جدا ہے اسکو اخیافی کہتے ہین یہ ذوی الفروض مین داخل ہے عصبات مین شمار نہین کیونکہ عصبۂ نسبی وہی ہے جو باپ کی طرف سے علاقہ رکھتا ہو ایسے بھائی کو چھٹا حصّہ ملتا ہے بشرطیکہ میت کے باپ دادا موجود نہ ہون اور بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو - پس اسکے تین حال ہوئے -

(۱) اگر صرف ایک بھائی ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصّہ پاویگا [۱]

(۲) اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہون خواہ صرف بھائی ہون یا بھائی بہن ہون تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصّہ پہونچے گا - اگر دو ہون جب بھی یہی اور اگر بالفرض سو ہون تب بھی یہی ایک ثلث ہے اسکو باہم برابر تقسیم کرین نہ تعداد کی کمی زیادتی کا فرق ہے نہ عورت مرد کا تفاوت بلکہ ہمیشہ برابر تقسیم ہوگا -

یہ خصوصیت صرف اخیافی بھائی بہنون کی ہے کہ مرد و عورت کو برابر حصّہ ملتا ہے ورنہ ان کے سوا ہر جگہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ کا قاعدہ جاری ہے -

مثال اوّل [۱] — مسئلہ ۶ — شوہر: نصف ۳ — دادی: چھٹا ۱ — دو اخیافی بھائی: ثلث ۲

مثال ۲ — مسئلہ ۲۴ — زوجہ: آٹھوان ۳ — دختر: نصف ۱۲ — دس اخیافی بھائی: ثلث ۸ — چچا: ۱

(۳) تیسرا حال یہ ہے کہ اگر میت کا بیٹا [۲] یا پوتا یا پوتی یا پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو اس قسم کے

مثال — مسئلہ ۶ — والدہ: ۱ — برادر اخیافی: ۱ — حقیقی بھائی: ۴

[۲] یعنی مرد کو عورت سے دو چند ملتا ہے ۱۲

[۱] اس مثال میں تسامح کے لیے دیکھیں ضمیمہ کا ۲۱ نمبر - ناشر [۲] یا بیٹی دیکھیں ص۱۰۶ - ناشر

بھائی بہن بالکل محروم رہتے ہین۔ علی ہذا القیاس اگر میت کا باپ دادا۔ پڑدادا زندہ ہو تب بھی اخیافی بھائی بہن میراث کے مستحق نہین ہو سکتے۔

مثال اول مسئلہ ۴

زوجہ	والدہ	باپ	اخیافی
ربع	ثلث باقی	باقی	محروم
۱	۱	۲	

۲ مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	دادا	اخیافی
نصف	ثلث باقی	باقی	محروم
۳	۲	۱	

۳ مسئلہ ۶

والدہ	بیٹا	اخیافی
چھٹا	باقی	محروم
۱	۵	

فصل چوتھی شوہر کے حصون اور میراث کا بیان

شوہر کی میراث کی دو حالتین ہین۔ ان کے سوا تیسری نہین ہو سکتی اور نہ کوئی ایسی صورت ہے جس مین شوہر محروم[1] ہو جائے۔ میراث پانے کی دو حالتین یہ ہین۔

(۱) اگر زوجہ کا انتقال ہوا اور اُس نے کوئی بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی نہین چھوڑا تو شوہر کو زوجہ کے ترکہ[2] کا نصف حصہ ملتا ہے

مثال مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	باپ
نصف	ثلث باقی	باقی
۳	۱	۲

۲ مسئلہ ۲

شوہر	ہمشیر	چچا
نصف	نصف	محروم
۱	۱	

(۲) اگر زوجہ کے کوئی بیٹا یا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو شوہر کو کُل مال مین سے رُبع یعنی چوتھائی پھونچے گا۔

مثال مسئلہ ۱۲

شوہر	والدہ	بیٹا
چوتھا	چھٹا	باقی
۳	۲	۷

۲ مسئلہ ۴

شوہر	بیٹی	چچا
چوتھا	نصف	باقی
۱	۲	۱

۳ مسئلہ ۱۲

شوہر	پڑپوتا	باپ
چوتھا	باقی	چھٹا
۳	۷	۲

ضروری بات۔ یہ جو بیان ہوا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اس کا یہ مطلب نہین کہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو بلکہ جسوقت زوجہ کی اولاد موجود ہوگی شوہر کو چوتھا حصہ پھونچے گا خواہ[3] وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا اس سے پہلے شوہر کی ہو یا دونون شوہرون سے اولاد ہو

---

[1] البتہ اگر ان چار اسباب محرومی مین سے کوئی سبب پایا جاوے تو محروم ہو سکتا ہے لیکن یہان اُنسے بحث نہین مطلب یہ ہے کہ جب وہ اسباب محرومی نہ پائے جائین تو شوہر کی کوئی حالت ایسی نہین جسمین میراث نہ پاتا ہو [2] ہر جگہ وہی ترکہ مراد ہے جو بعد تجہیز و تکفین اور بعد ادائے قرض و وصیت کے باقی رہا ہو [3] یہان تک کہ اگر عورت کے صرف زنا کی اولاد ہو تب بھی شوہر کو ربع ملے گا ۱۲

مثال اوّل ۔ نعیمہ کا انتقال ہوا تو اُسکے موجودہ شوہر سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا موجود تھا اس صورت مین شوہر کو چوتھا حصّہ ملیگا اور باقی بیٹا بیٹی کو یہ اولاد شوہر کی بھی ہے اور زوجہ کی بھی۔ **مثال دوسری** ۔ رشیدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا موجود تھا دوسرا نکاح کیا مگر اس شوہر سے کچھ اولاد نہ ہوئی تو شوہر کو چوتھا ملے گا کیونکہ مرنیوالیکی اولاد موجود ہے گو اس موجودہ شوہر سے نہین بلکہ سابق شوہر سے ہے **مثال تیسری** زاہدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے دوسرے شوہر سے بھی ایک لڑکا لڑکی پیدا ہوئے تو اب زاہدہ کے انتقال پر موجودہ شوہر کو چوتھا حصّہ میراث کا ملیگا۔ اسلئے کہ زاہدہ کے ہر قسم کی اولاد موجود ہے **مثال چوتھی** عظیم خان کی پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہین زبیدہ سے نکاح کرلیا وہ لاولد مرگئی تو زبیدہ کے ترکہ مین سے عظیم خان شوہر کو نصف حصّہ ملیگا حالانکہ اولاد موجود ہے اسلئے کہ یہ اولاد زبیدہ کے بطن سے نہین اور جب زوجہ کے اولاد نہین ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے لھذا یہان بھی وہی نصف ملے گا۔

ان سب مثالون سے واضح ہوگیا کہ اولاد ہونے نہ ہونے مین مرنیوالی عورت کا اعتبار رہے اگر اُسکے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی کوئی ہو تو شوہر کو چوتھا حصّہ ملیگا اور اگر ان مین سے کوئی بھی نہ ہوگا تو شوہر کو نصف ترکہ ملجائے گا علی ہذا القیاس اور جس جگہ کھتے ہین کہ اگر اولاد ہو تو والدین کو چھٹا حصّہ ملتا ہے اگر اولاد نہو تو والدہ کو ایک ثلث ملتا ہے وہان بھی میت کی اولاد کا اعتبار ہوتا ہے۔

دو شوہرون کا بیان ۔ مسلمان عورت کے ایک وقت مین ایک سے زیادہ شوہر نہین ہوسکتے لھذا جب مرے گی ایک ہی نکاح مین انتقال کرے گی وہی اُسکا وارث ہوگا۔

لیکن اگر بالفرض کسیطرح دو شوہر ثابت ہوجائین تو جو کچھ حصّہ ایک شوہر کا مقرر ہے اُسکو باہم نصفا نصف تقسیم کرلین یہ نہوگا کہ ہر ایک کو پوری میراث علٰحدہ علٰحدہ دیجائے مثلاً دو شخصون نے ایک عورت کے انتقال کے بعد دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ گذار دیئے کہ یہ میری زوجہ تھی اور گواہون نے کوئی تاریخ اور وقت بیان نہین کیا یا دو شخصون کے گواہون نے ایک ہی وقت و تاریخ بیان کیا تو یہ دونون شخص شوہر سمجھے جائینگے اور جو کچھ

ایک شوہر کو حصہ دیا جاتا ہے اسکو باہم تقسیم کرلین اگر گواہون نے مختلف تاریخین بیان کین تو جسکا نکاح پہلے ہوا ہے وہی شوہر سمجھا جائیگا اور مستحق میراث ہوگا جسکے گواہ پیچھے کی تاریخ بیان کرتے ہین وہ محروم رہے گا۔

ذوی الفروض مرد و عورت صرف چار تھے اُن کا بیان ختم ہوا۔ اب عورتون کے ذوی الفروض کا حال لکھا جاتا ہے اور شوہر زوجہ کے حالات کو متصل و قریب رکھنے کے لئے عورتون مین سب سے پہلے زوجہ کا حال بیان کیا جاتا ہے کیونکہ شوہر و زوجہ کے بعض حال بالکل یکسان ہین اور بہت سی باتون مین ان دونون کا ایک حکم ہے ورنہ سب سے پہلے والدہ کا حال بیان کرنا مناسب تھا اور ذوی الفروض عورتون مین وہ سب سے مقدم ہونے کی مستحق تھی۔

فصل پانچوین زوجہ کی میراث کے حالات

جسطرح شوہر کبھی میراث سے محروم نہین ہوسکتا زوجہ بھی محروم نہین رہ سکتی اور جیسے شوہر کی میراث کی دو حالتین تھین زوجہ کے بھی دو حال ہین صرف حصون کے کم و بیش ہونیکا فرق ہے

(۱) اگر شوہر کا انتقال ہوا اور اُسکے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی سکڑپوتا سکڑپوتی موجود نہو تو کُل ترکہ[۱] مین سے زوجہ کو رُبع (یعنی چوتھائی) دیا جاتا ہے۔

(۲) اگر شوہر کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو زوجہ کو صرف آٹھوان حصہ ترکہ مین سے ملتا ہے۔

شرح یہ جو عرض کیا گیا کہ اگر شوہر کے اولاد (یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ) موجود ہو تو زوجہ کو آٹھوان حصہ ملتا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اولاد اسی زوجہ سے ہو جو موجود ہے اور آٹھوین حصے کی مستحق ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ مرنیوالے نے اولاد چھوڑی ہو خواہ وہ اولاد اسی عورت کے بطن سے ہو یا کسی پہلی زوجہ کے پیٹ سے یا دونون قسم کی ہو یعنی اس زوجہ سے بھی ہو اور پہلی بیویون سے بھی۔

مثال اوّل مسعود کا انتقال ہوا اور اُسکے پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہین بالفعل جو زوجہ

[۱] یعنی تجہیز تکفین قرض وصیت کے بعد جو کچھ باقی رہے ۱۲

زندہ ہے اس سے کچھ بھی اولاد نہین تو اس زوجہ کو صرف آٹھوان حصہ ترکہ مین سے ملیگا[۵۱]

مثال دوم[۵۲]۔ زید کے انتقال کیوقت دو زوجہ موجود ہین پہلی سے کچھ اولاد نہین دوسری سے ایک لڑکی ایک لڑکا ہے اس صورت مین ہر دو زوجہ کو میراث کا آٹھوان حصہ[۵۲] دیا جائے باہم اُسکو تقسیم کرلین۔

مثال سوم عزیز بیگ کے پہلی زوجہ سے ایک دختر اور دوسری زوجہ سے جو زندہ ہے دو پسر ہین تو عزیز بیگ کے انتقال پر موجودہ زوجہ کو آٹھوان حصہ دیا جائے گا[۵۳]

چار سے زیادہ زوجہ کوئی مسلمان ایک وقت مین نہین رکھ سکتا لہذا کسی میت کے انتقال کے وقت چار سے زیادہ زوجہ وارث نہین ہو سکتین لیکن چار تک جسقدر زوجہ موجود ہونگی وہ سب چوتھے یا آٹھوین حصے مین شریک رہینگی خواہ ایک زوجہ ہو یا دو تین چار یہ نہوگا کہ ہر زوجہ کو علیحدہ آٹھوان یا چہارم دلایا جائے۔

عدت۔ گذرنیسے پہلے شوہر و زوجہ مین ایک قسم کا علاقہ باقی رہتا ہے اسیوجہ سے عورت دوسرا نکاح نہین کر سکتی اور اگر مرد کے پاس تین زوجہ موجود ہون اور چوتھی عدت گذار رہی ہو تو جب تک اُسکی عدت نہ گذر جائے مرد کو پانچوین زوجہ سے نکاح حلال نہین۔ غرض عدت مین عورت گویا اُسی شوہر کی زوجہ سمجھی جاتی ہے۔ لہذا اگر طلاق رجعی یا طلاق بائنہ دینے کے بعد عدت گذرنیسے پہلے شوہر نے انتقال کیا تو زوجہ کو میراث مین سے حسب قواعد مذکورہ بالا ضرور چوتھائی یا آٹھوان حصہ ملیگا خواہ یہ طلاق مرض الموت مین دی ہو یا اُس سے پہلے اور اگر عورت نے کچھ مال دیکر شوہر سے طلاق لی یعنی خلع کر لیا یا بلا معاوضہ شوہر سے طلاق بائنہ مانگ لی تو میراث کی مستحق نہ ہوگی خواہ عدت کے بعد شوہر نے انتقال کیا ہو یا عدت گذرنیسے پہلے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کے مرض الموت مین اسکو طلاق بائنہ یا رجعیہ دیدی یا خلع منظور کر لیا تو شوہر میراث کا مستحق نہوگا کیونکہ اُس نے اپنے اختیار سے علاقہ زوجیت کو توڑا ہے (اسی قسم کا بیان اقرار مریض کے حال مین فصل سوم باب دوم مین گذر چکا ہے)

---

[۵۱] مسئلہ ۸ — زوجہ ۱ — تین پسر از زوجہ سابقہ ۷

[۵۲] مسئلہ ۱۶ — زوجہ ۱ — زوجہ ۱ — دختر و پسر زوجہ ثانیہ ۱۴

[۵۳] مسئلہ ۸ — زوجہ — دختر زوجہ اول — دو پسر زوجہ ثانیہ

شوہر اور زوجہ کے حصّون کو پڑھکر ناظرین معلوم کرلین گے کہ خدائے تعالیٰ نے انکے حصون مین لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کی رعایت رکھی ہے یعنی مرد کو دوچند عورت کو اکہرا یعنی میت کی اولاد نہ ہونے کی حالت مین زوجہ کو رُبع ملتاہے اور شوہر کو اُس سے دوچند یعنی کُل ترکہ مین سے نصف۔ اور اگر میت کے اولاد ہو تو زوجہ کو آٹھوان حصّہ ملتاہے اور شوہر کو اس حالت مین دوچند یعنی کُل مال مین سے چوتھائی۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ زوجہ کی اولاد موجود ہونے سے شوہر کا حصہ کم ہوجاتاہے اور شوہر کی اولاد سے زوجہ کے حصے مین خلل آتاہے۔ اب صرف اس بات پر دوبارہ غور کرلینا چاہئے۔ کہ جس اولاد کیوجہ سے زوجہ اور شوہر کا حصہ کم ہوجاتاہے وہ یہ اولاد ہے۔

بیٹا۔ پوتا۔ بیٹی۔ پوتی۔ پوتے کا بیٹا یا بیٹی (یعنی پڑپوتا۔ پڑپوتی)

پس اگر کسی میت کے بیٹی کی اولاد یعنی نواسا نواسی۔ یا نواسی کی اولاد ہو یا پوتی کی اولاد ہو اسکی وجہ سے زوجہ اور شوہر کے حصون مین کمی نہ آوے گی

فصل چھٹی۔ مان کی میراث اور حصون کا بیان

والدہ کو چھٹے حصے سے کبھی کم نہین ملتا اور نہ کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کبھی محروم ہوتی ہے اور اسکے تین حال ہین۔

حالت اوّل۔ اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملیگا۔ اگر میت کے دو بھائی بہن موجود ہون تب بھی والدہ کو صرف چھٹا حصہ ملیگا یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہون حقیقی یا علاتی یا اخیافی جب ایک سے زیادہ ہون والدہ کو چھٹے حصہ سے زیادہ نہ مل سکیگا۔ خواہ صرف بھائی ہون یا صرف بہنین یا بھائی بہنین دونون ملے ہوئے ہون (۲) اگر مرد کا انتقال ہواہے اور اُسکی زوجہ اور باپ دونون موجود ہین یا عورت کا انتقال ہواہے اور اُسکے شوہر اور باپ دونون موجود ہین

تو شوہر یا زوجہ کا حصہ شرعی مقرر شدہ نکال لینے کے بعد جو مال باقی رہے اُس مین سے ایک تہائی والدہ کا حصّہ ہے

(۴۲) اگر مذکورۂ بالا وارثون مین کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل مال میت سے تہائی ملیگا یعنی والدہ کو کل ترکہ مین سے تہائی ملنے کے لئے تین شرطین ضروری ہین۔
میت کے بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی۔ کوئی نہو۔
میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے موجود نہ ہون۔
میت کا شوہر اور باپ دونون اکھٹے زندہ نہون۔ اگران مین سے کوئی ایک زندہ ہو تو مضائقہ نہین۔ علی ہذا القیاس میت اگر مرد ہے تو اسکی زوجہ اور باپ دونون اکھٹے زندہ نہون اگر صرف زوجہ ہو یا صرف باپ ہو تو مضائقہ نہین

فرق۔ دادا کے حال مین بتلا دیا گیا تھا کہ باپ جب شوہر یا زوجہ کے ساتھ ہوتا ہے تو میت کی والدہ کا حصہ کم کردیتا ہے اور اگر بجائے باپ کے شوہر یا زوجہ کے ساتھ میت کا دادا ہو تو والدہ کا حصہ کم نہین ہوتا۔

سوال میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت مین ہر جگہ باپ کی رعایت کی گئی کسی جگہ ماں کا حصہ کم کرکے باپ کا حصہ بڑھایا گیا اور کسی جگہ ذوالفروض کے بعد باقی ماندہ مال باپ کو دلوا دیا گیا حالانکہ ماں جو کچھ محنت و مشقت بچے کی پیدائش اور پرورش وغیرہ مین اٹھاتی ہے وہ کسی سے مخفی نہین۔ نیز عورت خود مال نہین حاصل کرتی اسلئے زیادہ محتاج ہے۔ پس اگر ماں کا حصہ باپ سے زیادہ نہین مقرر کیا گیا تو ہر جگہ برابر ہونا تو مناسب تھا۔

جواب والدہ کی تکلیف و محنت کا شریعت نے بخوبی لحاظ کیا اور زندگی مین صلہ رحمی اور سلوک کا حق بیٹے کے ذمہ بہ نسبت باپ کے دوچند مقرر کردیا بیٹے کے ذمہ پر لازم کیا کہ ماں کی خدمت اور صلہ رحمی اور سلوک باپ سے دو تین حصے زیادہ کیا کرے۔ گویا ماں کو ایک قسم کی ترجیح حاصل ہوگئی۔ کیونکہ میراث صرف اُسی بیٹے سے ملتی ہے جو مالدار ہو اور ماں باپ کا ہم مذہب بھی ہو۔ اور خدمت ہر ایک بیٹے کے ذمہ پر لازم ہے ماں کی خدمت بھی دوچند ہوئی اور میراث مین بھی ہر جگہ حصہ لیا ۱۲ منہ

سلہ اور ماں کے سامنے مرجاے ۱۲ منہ جبکہ شریعت نے اولاد کا سارا خرچ (نفقہ واجبہ) باپ کے ذمہ رکھا ہے ۱۲ ناشر

فصل ساتوین بیٹی کے حصّون اور میراث کا بیان

بیٹی کبھی محروم نہین ہوتی۔ اگر اسکا بھائی یعنی میت کا بیٹا ساتھ ہوتا ہے تو عصبہ بنجاتی ہے ورنہ ذوی الفروض رہتی ہے اسلیئے اسکے تین حال ہین۔

(۱) اگر صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہو تو میت کے ترکہ مین سے اسکو نصف حصہ ملتا ہی (اور اگر اور کوئی وارث بالکل نہو تو باقی نصف بھی اسیکو ملجاتا ہے اسکا ذکر رد کے بیان مین آوے گا)

(۲) اور اگر دو بیٹیان ہون یا دو سے زیادہ ہون اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان بیٹیون کو ترکہ مین سے دو ثلث پھونچے گا اُس دو ثلث کو باہم تقسیم کرلین خواہ کتنی ہی بیٹیان ہون دو ثلث مین شریک رہین گی اور برابر تقسیم کرلیں گی۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا۔ اُسنے زوجہ۔ باپ۔ دو بیٹیان چھوڑی آٹھوان حصہ زوجہ کو دو تہائی بیٹون کو۔ باقی باپ کو ملے گا۔ دو ثلث کو دونون بیٹیان باہم نصفا نصف کرلین اور اگر بجائے دو کے چار یا پانچ یا آٹھ دس بیٹیان ہون تب بھی دو ثلث (یعنی چوبیس مین سے سولہ) انکو ملین گے اسیکو تقسیم کرلین۔ اسطرح

۲۴

زوجہ	دختر	دختر	باپ
آٹھوان	دو ثلث		باقی
۳	۸	۸	۵

۲۴

زوجہ	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	باپ
آٹھوان	دو ثلث								باقی
۳	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۵

(۳) اگر بیٹیون کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت مین بیٹی کا کوئی حصہ مقرر نہین۔ بلکہ جسقدر بیٹے کو ملیگا اُس سے نصف ہر ایک بیٹی کو ملیگا۔ خواہ ایک بیٹی ہو یا دو چار ہون۔ اسحالت مین بیٹیان ذوی الفروض نہین رہی بلکہ اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ بالغیر ہوگئی ہین۔

شرح۔ اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور اُسکے دو شوہرون سے اولاد موجود ہے تب بھی یہی حال ہے جو مذکور ہوا یعنی اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیان ہون تو دو ثلث ترکہ ان کو ملیگا اور اگر بیٹا بھی ساتھ ہو تو ہر ایک بیٹی کو بیٹے سے نصف ملیگا۔ خواہ یہ بیٹا پہلے

شوہر سے ہو یا دوسرے سے اور یہ بیٹیاں بھی خواہ اول شوہر کی ہون یا ثانی کی۔ اس سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ بوقت وفات میت کیا کیا اولاد موجود تھی علی ہذا القیاس اگر مرد کا انتقال ہو تو اُسکی بیٹیون مین یہ تفصیل و تمیز نہین کرینگے کہ ایک ماں سے ہین یا دوسے اور اگر ان کے ساتھ بیٹا ہو تو یہ نہ پوچھینگے کہ وہ پہلی زوجہ سے ہے یا دوسری سے یہ نہوگا کہ ایک زوجہ کی اولاد نصف مال پر قبضہ کرلے اور دوسرے کی اولاد نصف لے لین بلکہ جتنی اولاد کی تعداد ہوگی اسیقدر حصّے ملین گے لیکن مرد کو دُہرا اور عورت کو اکہرا دیا جائیگا پس اگر کسی کی ایک زوجہ سے صرف ایک لڑکی ہو اور دوسری سے پانچ بیٹے ہون تو گیارہ حصّے ہوکر ایک حصہ بیٹی کو پہونچے گا اور دو دو حصّے پانچون بیٹون کو

فصل آٹھوین پوتی کے حصّون کا بیان

عُرف مین بیٹے کی دختر کو پوتی کہتے ہین لیکن یہان خاص وہی مراد نہین بلکہ پوتے اور پرپوتے کی بیٹی کو بھی پوتی کہتے ہین اور اگر بیٹے کی بیٹی موجود نہو تو پوتے کی بیٹی کو حصے ملتے ہیں اور اگر پوتے کی بیٹی بھی نہو تو پڑپوتے کی بیٹی انھین حصون کی مستحق ہوگی۔ پوتی کی میراث کی چھ صورتین ہوسکتی ہیں لیکن پڑپوتی وغیرہ کے حال کو بھی اسی کے تحت مین داخل کرکے دس کیا حالتین لکھی جاتی ہین۔

(۱) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اسکو ترکہ مین سے نصف ملیگا جیسے بیٹی کو ملتا تھا گویا اس صورت مین بیٹی کے قائم مقام ہوگئی (اگر پوتی نہو تو پڑپوتی کا یہی حال ہوگا)

(۲) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو اور پوتیاں یا دو سے زیادہ موجود ہون تو اُن کو کل مال مین سے دو تہائی دیا جائیگا۔ اس صورت مین بھی یہ پوتیاں بیٹیون کے قائم مقام ہین اور جسطرح بیٹیان دو ثلث کو باہم تقسیم کرلیتی تھین اسی طرح یہ بھی کرلینگی۔ خواہ دو پوتیاں ہون یا زیادہ ہون (اگر پوتی کوئی نہو تو پڑپوتیون کا یہی حال ہوگا)

(۳) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہون اور اُن کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد باقی رہے اُسکو یہ پوتا پوتی باہم تقسیم کرلین

(اس جگہ پڑپوتی قائم مقام پوتی کے نہین ہوسکتی کیونکہ پوتے کے سامنے وہ محروم رہتی ہے
(الف) اگر میت[1] کے بیٹا بیٹی نہو اور کوئی پوتا بھی ایک یا کئی پوتیان ہون اور پڑپوتا ہو تب بھی ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے اسکو یہ پوتیان اور پڑپوتا باہم تقسیم کرلین مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا۔ د اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی کوئی نہین پڑپوتے اور پڑپوتیان ہین تب بھی ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو باہم تقسیم کرلین۔ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الانثیین ۵۔

(ب) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا موجود نہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیون کو صرف چھٹا حصّہ ملیگا۔ خواہ ایک پوتی ہو یا دو[2] چار ہون۔

(ج) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا موجود نہو اور پوتی بھی موجود نہو بلکہ صرف ایک بیٹی اور پڑپوتی ہو تو پڑپوتی کو چھٹا حصّہ ملیگا۔ خواہ ایک ہو یا چند۔

(د) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا نہو دو بیٹیان یا دو سے زیادہ ہون تو پوتی بالکل محروم رہے گی۔

(ہ) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا نہو دو بیٹیان یا دو سے زیادہ موجود ہون تو پڑپوتی بالکل محروم رہے گی۔

(و) اگر میت کے بیٹا موجود ہے تو پوتیان پڑپوتیان سکڑپوتیان سب محروم رہینگی

(ز)۔ اگر میت کے پوتی موجود ہے تو پڑپوتیان سب محروم رہینگی۔

شرح پوتیون کا جو حال بیان ہوا اُس مین یہ ضروری نہین کہ سب پوتیان ایک بیٹے کی اولاد ہون یا سب پڑپوتیان ایک پوتے سے ہون بلکہ اگر مختلف بیٹون کی بیٹیان ہون تو اُنکے بھی وہی حصے ہین۔ مثلاً ایک بیٹے کی صرف ایک بیٹی ہے اور دوسرے بیٹے کی پانچ ہین تو اب اگر انکو دو ثلث ملینگے تو باہم اُسکے چھ حصے کرکے ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا یہ نہین ہوگا کہ جو بیٹی اپنے باپ کی تنہا ہے اسکو کچھ زیادہ حصہ دیدین

[1] وہذا الی آخرہ تفصیل لما فی السراجیہ الا ان یکون بحذائہن او اسفل منہن غلام فیعصبہن وترکت زیادۃ التفصیل لکونہا خارجۃ عن فہم عامۃ المسلمین۔ ۱۲ [2] نوٹ: اس مسئلہ کی پوری تفصیل مع شرائط ضمیمہ میں اصلاح نمبر ۳ میں ملاحظہ کریں (ناشر)

اسی طرح پوتون کے ساتھ ملکر عصبہ ہونے مین یہ ضرورت نہین کہ وہ پوتی اور پوتے سب ایک شخص کی اولاد ہون بلکہ اگر پوتیان ایک بیٹے کی اولاد ہین اور انکے ساتھ جو پوتا یا پڑپوتا ہے وہ میت کے دوسرے بیٹے کا بیٹا ہو تو بھی عصبہ ہو جائین گے۔ نیز پوتیون کے محروم ہونے کے لئے یہ شرط نہین کہ میت کا بیٹا جو موجود ہے وہ ان کا باپ ہو بلکہ اگر پوتیون کا باپ مرگیا ہو اور دوسرا بیٹا موجود ہو جو ان لڑکیون کا باپ نہین چچا ہے تب بھی محروم رہنگی اب بھائی بہنوں کا حال شروع ہوتا ہے لہذا آیندہ آسانی اور سہولت کیلئے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بہن بھائی تین قسم کے ہوسکتے ہین ایک عینی یعنی حقیقی بھائی بہن جو مان باپ دونون مین شریک ہوتے ہین اور سگے بھائی بہن کہلاتے ہین۔ دوسرے علاتی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف باپ مین شریک ہون مان علحدہ علحدہ ہو۔ انکو سوتیلے بھائی بہن کہتے ہین تیسرے اخیافی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف مان مین شریک ہون باپ سب کا علحدہ ہو انکو بھی سوتیلے بھائی بہن کہا جاتا ہے۔ ان تین قسمون مین سے اخیافی بھائی کا ذکر تو اسی باب کے تیسری فصل مین گذر چکا ہے۔ علاتی اور حقیقی بھائی ذوی الفرض مین داخل نہین اُن کے حالات آیندہ باب مین عصبات مین مذکور ہون گے یہان صرف تینون قسم کی بہنون کے حصے اور میراث کا حال بیان کرنا منظور ہے۔ لیکن یہان بھی ان تینون قسم کے بھائی بہنون کی نسبت یہ یاد کر لینا چاہیئے کہ اگر میت کے باپ دادا وغیرہ یا بیٹا یا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا موجود ہو تو ہر قسم کے بھائی بہن میراث کے بالکل مستحق نہین ہوتے چنانچہ ہر ایک کے مفصل حال مین یہ بات معلوم ہو جائے گی۔

فصل نوین حقیقی ہمشیرہ یعنی سگی بہن کے حالات

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی نہ ہو اور ایک ہمشیرہ ہو تو اسکو میت کے کل ترکہ مین سے نصف مال ملیگا۔

(۲) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی نہو اور دو ہمشیرہ ہون یا زیادہ ہون توان سب کو ترکہ مین سے دو ثلث یعنی دو تھائی مال پہونچے گا اسکو باہم برابر تقسیم کرلین

(۳) اگر میت کے بیٹی یوتی یا پڑپوتی یا سکڑ دتی موجود ہو (خواہ ایک ہو یا زیادہ) تو اس صورت مین ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی ہمشیرہ کو ملجائے گا
مثال - زید کا انتقال ہوا اور ایک بیٹی ایک زوجہ ایک ہمشیرہ چھوڑی تو کل مال مین سے نصف بیٹی کو ملیگا آٹھوان حصہ زوجہ کو باقی ہمشیرہ کو - اسیطرح اگر بیٹی نہو تو پوتی یا پڑپوتی ہو جب بھی ہمشیرہ کو باقی ماندہ ملیگا -

ہمشیرہ	دختر	زوجہ
۳	۴	۱

ہمشیرہ	پوتی	زوجہ
۳	۴	۱

روایت حضرت ابو موسی صحابی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت مین کوفہ کے حاکم اعلی تھے اور سلیمان بن[1] ربیعہ قاضی تھے ایک شخص نے ان دونون حضرات سے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اُسنے ایک بیٹی ایک پوتی ایک بہن چھوڑی اسکا ترکہ کسطرح تقسیم کیا جائے دونون صاحبون نے فرمایا کہ نصف ترکہ بیٹی کا حق ہے اور نصف پوتی کا ہمشیرہ محروم ہے - اور تم جاکر اس مسئلہ کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے بھی دریافت کرنا وہ بھی ہمارے موافق جواب دین گے - سائل نے عبد اللہ بن مسعود رض سے اپنا سوال اور ان صاحبون کا جواب بیان کیا اور یہ بھی کہدیا کہ وہ فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن مسعود رض ہماری موافقت کرینگے عبد اللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ بھلا مین کیسے اُنکی موافقت کر سکتا ہون - اگر اس مسئلہ مین اُنکی موافقت کرون تو گمراہ ہو جاؤن کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے خلاف سنا ہے مین وہی فیصلہ کرتا ہون جو آپنے ارشاد فرمایا تھا نصف بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو دیا جائے اور باقی ہمشیرہ[2] کو - سائل نے واپس ہو کر حضرت عبد اللہ اور سلمان رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا تو دونون صاحبون نے اسکو قبول فرمایا اور اپنے قول سے رجوع فرمایا اور فرمانے لگے کہ جب تک یہ متبحر عالم یہان موجود ہے مجھسے مسئلہ نہ پوچھا کرو -

سبحان اللہ کیا شان تھی صحابہ رض کی کہ ابو موسی رض نے باوجود فضل و کمال اور حکومت و ریاست کے

[1] انکے صحابی ہونے مین اختلاف ہے ۱۲ آپ بھی کوفہ کے حاکم رہ چکے تھے اس واقعہ سے بہت مدت پہلے حکومت سے علیحدہ ہو کر وہین قیام کر لیا تھا [2] اس سے معلوم ہوا کہ بیٹی کی موجودگی مین ہمشیرہ محروم نہین ہوتی بلکہ عصبہ ہوتی ہے جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ دیا جائے جیسا کہ ابھی ہمشیرہ حالت نمبر ۳ مین ہمنے بیان کیا ہے اور ایک بیٹی کے سامنے پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے چنانچہ فصل آٹھوین نمبر ایک مین بیان ہوا تھا - ۱۲

خود مسئلہ بتلا کر دوسرے صحابی کے پاس تحقیق و توثیق کے لئے بہیدیا اور جب وہان سے خلاف امید لیکن بجا اور معقول مخالفت کی صدا آئی۔ تو کلمۂ حق کو بدل و جان قبول فرما کر مخالفت کرنیوالے ہمعصر کے علم کی تعریف اور اُن کی فضیلت کا اقرار فرمایا اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پہلے سے اُنکو نہین پہونچی تھی سُنکر سر جہکا دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ہمشیرہ کے یہ تین حالات جو بیان ہوئے۔ اسوقت ہین کہ ان حقیقی بہنون کے ساتھ کوئی بہائی حقیقی موجود نہو۔ پس

(۴) اگر میت کے حقیقی بہائی (ایک دو یا زیادہ) موجود ہو تو بہن اُنکے ساتھ ملکر عصبہ ہو جائیگی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُسکو یہ بہائی بہن باہم تقسیم کرلین۔ ہر ایک بہائی کو دُہرا بہن کو اکہرا حصہ ملیگا۔

مثال اُ نجیبہ نے انتقال کیا۔ ایک شوہر ایک والدہ ایک بیٹی ایک ہمشیرہ ایک بہائی چہوڑا کل مال مین سے اول ذوی الفروض کا حق دیا گیا شوہر کو چوتھا والدہ کو چہٹا بیٹی کو نصف اب جو کچھ باقی رہا وہ بہائی بہن اس طرح تقسیم کرلین کہ مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا۔

مثال ۱ — تہ ۳۶

شوہر	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
چوتھا	چہٹا	نصف	باقی	
۹	۶	۱۸	۱	۲

مثال ۲ — ۹۶

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
آٹھوان	چہٹا	نصف	باقی		
۱۲	۱۶	۴۸	۵	۵	۱۰

۵۶ع

مثال ۳ — ۲۴

والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۴	۸	۸	۱	۱	۲

مثال ۴ — ۲۴

زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۳	۸	۸	۱	۲	۲

لیکن ہمشیرہ حقیقی عصبہ بن کر بہائی کے شریک اسوقت ہوگی کہ وہ بہائی حقیقی ہو اگر وہ بہائی صرف باپ مین شریک ہے تو یہ ہمشیرہ حقیقی اُس سے مقدم ہو کر بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ کو لے لیگی اور وہ محروم رہجائیگا۔ (چنانچہ علاتی بہائی کے حال مین باب ۵ عصبہ درجہ سوم نمبر ۲ مین یہ بات ذکر کیجائے گی)

یہان تک جو چار حالات ہمشیرہ حقیقی کے بیان ہوئے یہ اسوقت ہین کہ میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا اور باپ دادا پڑدادا موجود نہ ہون

(۵) اگر میت کے باپ دادا پڑدادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہو تو ہمشیرون کو کچھ

۵۶ چوتھی مثال کی صحیح شکل کے لیے دیکھیں ضمیمہ کا نمبر ۴ (ناشر)

حصہ نہ ملے گا بالکل محروم رہینگی۔

فصل دسوین علاتی بہن کے حصے

حقیقی بہن موجود نہو تو علاتی بہن اُسکے قائم مقام ہوجائے گی اور وہی حالات ہونگے جو اُسکے بیان ہوئے لیکن حقیقی بھائی کے ساتھ عصبہ نہین ہوگی بلکہ اُسکے سامنے محروم رہجاوے گی۔ اور حقیقی بہن کے سامنے اسکے حالات بدل جاتے ہین چنانچہ تفصیل اسکے حالات کی یہ

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہو اور علاتی بہن صرف ایک ہو تو اسکو میت کے ترکہ مین سے نصف ملے گا۔ (مانند حقیقی ہمشیرہ کے)

(۲) اگر میت کی کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہو اور علاتی بہنین دو یا دو سے زیادہ ہون تو انکو کل ترکہ مین سے دو ثلث یعنی دو تھائی ملیگا اسکو باہم تقسیم کریں۔ (گویا حقیقی بہنون کے قائم مقام ہوگئین)

(۳) اگر میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہے (خواہ ایک ہو یا زیادہ) مگر حقیقی ہمشیرہ کوئی نہین تو ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہجاوے وہ علاتی بہن کو ملجائیگا۔ اس صورت مین یہ بہن عصبہ بالغیر ہوگئی۔

مثال اسکی بالکل وہی ہے جو حقیقی بہن کی حالت نمبر۳ مین گذری صرف ہمشیرہ حقیقی کی جگہ ہمشیرہ علاتی لکھدیا جائے کیونکہ ان تینون حالتون مین بوقت نہونے ہمشیرہ حقیقی کے یہ علاتی ہمشیرہ اُسکے قائم مقام ہوگئی ہے۔

مثال اول ۸

زوجہ	دختر	ہمشیرہ علاتی
۱	۴	۳

مثال دوم ۸

زوجہ	پوتی	ہمشیرہ	واللہ اعلم
۱	۴	۳	

(۴) اگر میت کی بیٹی پوتی پڑپوتی کوئی موجود نہین لیکن ہمشیرہ حقیقی موجود ہے تو علاتی بہن کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اگر ایک ہوگی تو تنہا چھٹے حصے کی مالک ہوجائیگی اور اگر دو چار علاتی بہنین ہون تو اس سدس یعنی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کرلین۔

یہ چار حالتین اُسوقت تھین کہ جب علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی موجود نہ ہو پانچوین حالت یہ ہے کہ۔

(۵) اگر میت کے جسطرح علاتی بہنین موجود ہین ایسے ہی کوئی علاتی بھائی بھی موجود ہو۔ (خواہ ایک ہو یا چند) تو یہ اپنے علاتی بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جائینگی جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے اُسکو یہ بھائی بہن تقسیم کرلین مرد کو دُہرا حصہ دین عورتون کو اکہرا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ انکے ساتھ والا بھائی بھی انھین کی مانند ہو یعنی جیسے یہ صرف باپ مین میت کیساتھ شریک تھے اسیطرح بھائی بھی صرف باپ مین شریک ہو اگر خدانخواستہ وہ میت کا حقیقی بھائی ہو گا تو علاتی بہنین محروم رہجائینگی اور اگر اخیافی ہو گا تو نہ عصبہ ہو گا نہ کسی کو اپنے ساتھ عصبہ بنائیگا بلکہ میت کی اولاد کے سامنے تو بالکل محروم رہجائیگا۔

چار مثالین جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۴ مین بہ تفصیل لکھی گئی تھین وہی یہان کار آمد ہو سکتی ہین صرف فرق یہ ہے کہ وہان حقیقی ہمشیرہ اور حقیقی بھائی لکھتے تھے یہان علاتی لکھدو

مثال اول

۳۶				
شوہر	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
۹	۶	۱۸	۱	۲

۲

۹۶					
زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۱۲	۱۶	۴۸	۵	۵	۱۰

۳

۲۴					
والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۴	۸	۸	۱	۱	۲

۴

۲۴					
زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	برادر	برادر
۳	۸	۸	۱	۲	۲

یہان تک علاتی بہن کی پانچ حالتین ایسی بیان ہوئین جنمین اسکو کچھ نہ کچھ ملجاتا تھا۔ اب اسکی محرومی کے حال سنو۔

(۶) میت کے حقیقی بھائی بہنون کی موجودگی بھی علاتی ہمشیرون کو اکثر محروم کر دیتی ہے جسکی چند صورتین ہو سکتی ہین۔

اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہے تو علاتی بہن (بلکہ علاتی بھائی بھی) میراث سے محروم رہینگے اور انکو کچھ حق نہین پہونچے گا۔

اگر میت کی حقیقی بہن اور حقیقی بھائی دونون موجود ہون تو سب علاتی محروم رہینگے جبکہ میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی موجود ہو نہ علاتی اور نہ کوئی بیٹی ہو لیکن ہمشیرہ حقیقی دو یا دو سے زیادہ موجود ہون تو علاتی بہنین بالکل محروم رہینگی (اس صورت مین اگر علاتی بھائی اسکے ساتھ ہوتا تو عصبہ بنکر ضرور اسکو حصہ مین اپنے ساتھ شریک کر لیتا)

جس حالت مین میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی ہے نہ علاتی اور ہمشیرہ حقیقی بھی دو نہین صرف ایک ہے۔

لیکن میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑ وتی موجود ہے وہان علاتی بہن کا کچھ حق اور حصہ نہین (اس صورت مین علاتی بہن میت کی بیٹی وغیرہ کی وجہ سے محروم نہین ہوئی بلکہ میت کی بیٹی و پوتی وغیرہ کی موجود گی مین چونکہ حقیقی بہن عصبہ بن گئی ہے اسلئے سب باقی ماندہ مال علاتی سے مقدم ہو کر اُسنے لیا۔

(۷) جب میت کے بیٹا پوتا پڑ وتا وغیرہ موجود ہو یا باپ دادا۔ پڑ دادا زندہ ہو تو علاتی بہن بالکل محروم اور لا وارث رہتی ہے (یہ کچھ علاتی بہن کی خصوصیت نہین یہ غریب تو کم درجہ ہے ان لوگون کے سامنے تو حقیقی بھائی بہن بھی محروم رہجاتے ہین۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ بیٹا پوتا اور باپ دادا وغیرہ کے سامنے ہر قسم کے بھائی بہن میراث سے محروم ہوتے ہین۔ چنانچہ اسی باب کی فصل ہشتم کے آخر مین تحریر ہوا۔

فصل گیارہوین۔ اخیافی بہن کی میراث کا بیان

یہ بات چندمرتبہ بیان کردی گئی ہے کہ ایسے بھائی بہن جو صرف والدہ مین میت کے شریک ہون۔ اور باپ جدا جدا ہون اسیوقت میراث پا سکتے ہین کہ میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑ وتا پڑ وتی موجود نہ ہو اور باپ دادا اور پڑ دادا بھی موجود نہ ہو۔ پس ان باتون کو لحاظ رکھنے کے بعد ایسی بہنون کے مستحق میراث ہونیکے دو حال ہو سکتے ہین۔

(۱) اگر صرف ایک اخیافی بہن ہو بھائی کوئی نہ ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پائیگی

(۲) اگر اس قسم کی دو بہنین ہون یا ایک بہن ایک بھائی یا اس سے زیادہ ہون تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا تہائی حصہ ملیگا۔ اُس ایک تہائی مین سب اخیافی بھائی بہن باہم شریک رہین گے بھائی بہنون کی تعداد کسی قدر ہو اس ایک تہائی کے برابر برابر حصے کرکے سب کو بحصّہ مساوی تقسیم کر دیا جائے۔ (اخیافی بھائی بہنون مین مرد و عورت کا کچھ لحاظ نہین ہوتا سب کو برابر حصّہ ملتا ہے۔

یہ دو حالتین اخیافی بہن کو حصہ ملنے کی تھی تیسری حالت محرومی کی سنو۔

(۳) اگر میت کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ ایک بھی موجود ہو تو اخیافی بہن کو کچھ حق

نہین پہونچتا بالکل محروم رہتی ہے نیز اگر میت کا باپ دادا وغیرہ زندہ ہو تو بھی اخیافی بہن وارث نہین ہوسکتی۔

فصل سوم مین اخیافی بھائی کا حال مع مثالون کے گذر چکا ہے بالکل وہی مثالین اس جگہ کارآمد ہوسکتی ہین کیونکہ اس قسم کے بھائی بہنون کا حال بالکل یکسان ہوتا ہے اسلئے اگر ہم اخیافی بہن کے حال کو مستقل طور سے علیحدہ نہ لکھتے تب بھی کچھ نامناسب تھا لیکن عام فہم بنانے کی غرض سے سابق ذکر پر حوالہ نہین کیا بلکہ مکرر بیان کر دیا ہے۔

اب گیارہ ذوی الفروض کے حال سے فراغت کرنے کے بعد دادی اور نانی کا طویل اور مشکل حال سب سے آخر مین بیان کیا جاتا ہے۔ ان کا حال ختم ہونے کے ساتھ ہی ذوی الفروض کا باب کامل اور تمام ہوجائیگا - ومن اللہ التوفیق۔

فصل بارہوین جدّہ یعنی دادی اور نانی کی میراث کا حال

عربی مین دادی اور نانی دونون کو جدہ کہتے ہین اسلئے شریعت مین ان دونون کی میراث کا حال بالکل یکسان اور دونون کا ایک ہی حصہ ہے اور کتب عربیہ مین ان کا حال ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اور تعداد ذوی الفروض کی بارہ لکھی ہے لیکن ہندی زبان مین دادی اور نانی علیحدہ علیحدہ بولی جاتی ہین۔ اس لحاظ سے اگر ہم انکو جدا جدا دو فصلون مین بیان کرین تو تعداد ذوی الفروض کی تیرہ ہوجائے۔ اور سب کتابون سے مخالف نظر آئے۔ لہذا ہم ان کے حال کو ایک ہی فصل مین بیان کرتے ہین لیکن سمجھانے کے لئے دادی اور نانی کا حال جُدا جُدا لکھتے ہین۔

دادیون کے حصّے کا بیان

دادی سے صرف باپ کی مان مُراد نہین بلکہ دادا کی مان اور دادی کی مان (یعنی باپ کی نانی) وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدّہ کہتے ہین (اور یہ سب ذوی الفروض مین داخل ہین) اسیوجہ سے ایک شخص کے کئی کئی دادیان ہوسکتی ہین مثلاً ایک شخص کے

دادا کی ماں یعنی پردادی بھی موجود ہو اور دادی کی ماں بھی ہو دادا کی نانی بھی زندہ ہو۔ اسیطرح کئی پشت تک سلسلہ چل سکتا ہے اور اگر ہم چار پیڑھی تک شمار کرنے لگین تو ہر ایک شخص کی پندرہ دادیاں نکل سکتی ہین۔ اور اگر اس سے زیادہ اوپر تک پشتون مین شمار کرین تو تعداد بہت بڑھ جاوے لیکن ان سب دادیون کی میراث پانے اور حصہ کی مستحق ہونے مین دو قاعدون کا لحاظ ضروری ہے۔

قاعدۂ اوّل۔ دادیان دو قسم کی ہین صحیحہ۔ اور فاسدہ۔ فاسدہ دادیان ذوی الفروض مین داخل نہین۔ بلکہ ذوی الارحام کے درجۂ دوم مین داخل ہین۔

چار پشت تک اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کی پندرہ دادیون مین سے دس دادیان صحیحہ نکلتی ہین اور پانچ فاسدہ۔ فاسدہ دادیون کا بیان ذوی الارحام مین آئیگا۔ دادیان صحیحہ جو ذوی الفروض مین داخل ہین چار پشت تک ذیل مین درج کیجاتی ہین

پہلی پشت باپ کی ماں (اس پشت مین صرف ایک ہی دادی ہو سکتی ہے)
دوسری پشت دادا کی ماں دادی کی ماں۔
تیسری پشت پردادا کی ماں پردادی کی ماں۔ باپ کی نانی کی ماں۔
چوتھی پشت دادا کی دادی پردادا کی نانی پردادی کی نانی۔ باپکی نانی کی نانی

ان دس دادیون کو احقر نے نقشہ نمبر۲ مین مفصل لکھدیا ہے اور کئی کئی طرح سے رشتہ بتلادیا ہے تاکہ سمجھنے مین ذرا بھی دقت نہو۔

قاعدۂ دوم۔ اگر قریب درجہ کی دادی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہین ملتا مثلاً اوّل پشت کی دادی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی دادیان محروم رہینگی اسیطرح اگر پہلی پشت کی دادی مرگئی تو دوسری پشت کی دادیان حصہ پاوینگی لیکن اُنسے نیچے والی یعنی تیسری اور چوتھی پشت والیان محروم ہونگی البتہ اگر پہلی اور دوسری پشت کی سب دادیان مرگئی ہون تو تیسری پشت والی دادیان حصہ لینگی۔ اور اگر اتفاق سے تینون پشتون کی دادیان مرگئی ہون تو چوتھی پشت کی جو دادیان موجود ہون اُن کو حصہ ملے گا کیونکہ جبتک قریب درجہ والی ایک موجود ہو گی نیچے درجے والی یعنی دور کی پیڑھی کی

دادی کو حصّہ نہ ملیگا۔

جب آپکو یہ دو قاعدے محفوظ ہو گئے کہ صرف صحیحہ[1] دادی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ والی محروم رہتی ہے تو اب دادی کا حصۂ مقررہ سنو

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ ایک دادی ہو یا دو تین ہون بشرطیکہ سب ایک ہی درجہ (اور ایک ہی پشت) کی ہون ورنہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ قریب کے سامنے بعید کو کچھ نہین ملتا۔ اگر ایک ہی درجہ کی چند دادیان ہون تو وہ سب اُسی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کر لین۔

(۲) اگر میت کی کوئی نانی بھی اسی درجہ (اسی پشت) کی موجود ہو جس درجہ کی دادی ہے تو وہ نانی بھی اس ایک دادی یا چند دادیون کے ساتھ شریک ہو جائیگی اور چھٹا حصہ نانی اور دادیون مین باہم تقسیم ہو جائیگا۔ لیکن اگر نانی صاحبہ دادیون سے نیچے درجہ کی ہون تو ایسی نانی کو دادیون کے ساتھ شریک نہ کیا جائیگا۔ بلکہ نیچے درجے والی محروم رہیگی (مثلاً دادی دوسری پشت کی ہے اور نانی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو یہ دادی کے ساتھ شریک نہوگی) نقشہ نمبر دوم سے آپکو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ کونسی دادی اور نانی ایک درجہ کی ہین اور کونسی مین فرق ہے یعنی اوپر نیچے درجہ کی ہین۔

(۳) اگر میت کی ماں یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دادیان بالکل محروم رہتی ہین۔

(۴) اگر میت کے دادا موجود ہو تو بھی دادیان محروم رہتی ہین۔ لیکن باپ کی ماں اور باپ کی نانی اور باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی یہ چار دادیان دادا کے سامنے محروم نہین رہتین۔ انکے سوا سب دادیان دادا کے سامنے محروم رہتی ہین

(۵) اگر میت کی کوئی نانی قریب درجہ کی زندہ ہو۔ اور دادی بعید درجہ کی ہو تو دادی محروم رہے گی اور نانی حصہ پائے گی۔ مثلاً دادی تیسری پشت کی ہے اور نانی اول یا دوم

---

[1] چونکہ ہمنے چار پشت تک حال لکھا ہے اسلئے چار دادیان شمار کیین ورنہ اوپر تک اسی طرح سلسلہ چل سکتا ہے۔ کہ جو دادیان بلا واسطہ دادا کے علاقہ رکھتی ہین وہ سب وارث ہون گی۔ مثلاً باپ کی نانی کی پڑنانی وغیرہ وسقوط الابویات بالجد اذا کان بعد الجد عن المیت بدرجة واحدة واما اذا البعد بدرجتین فانہ یرث معہ ابوتیان ولم نفصلہ لدقتہ ۱۲

پشت کی ہے تو دادی محروم رہے گی نانی حصہ پائیگی کیونکہ وہ قریب ہے (نانی اوردادی کا قریب وبعید ہونا ایک درجہ مین داخل ہونا نقشہ نمبر ۲ سے معلوم ہوگا)

نانیون کے حصے کا بیان

جسطرح دادی سے صرف باپ کی مان مراد نہ تھی نانی سے بھی صرف مان کی مان مراد نہین بلکہ مان کی نانی اور نانی کی نانی بھی عربی مین جدّہ کہلاتی ہین اور ذوی الفروض وارثون مین داخل ہین اسیوجہ سے ایک شخص کی چند نانیان ہوسکتی ہین۔ مثلاً میت کی مان کی مان بھی موجود ہو اور مان کی نانی بھی اسی طرح اگر ہم چار پشت یعنی چوتھی پیڑھی تک شمار کرین تو ہر شخص کی پندرہ نانیان ہوسکتی ہین اور اگر اوپر تک زیادہ پیڑھیون کی نانیون کا حساب لگا دین تو بڑھتی چلی جاوین۔ لیکن ہر ایک نانی کو بلا تکلف میراث نہین مل سکتی بلکہ دو قاعدون کی پابندی ضروری ہے۔

قاعدہ اوّل - دادیون کی مانند نانیان بھی دو قسم کی ہین ایک صحیحہ اور دوسری فاسدہ فاسدہ نانیان انکو کھتے ہین جنکے رشتہ مین مرد کا واسطہ اور علاقہ آجائے (مثلاً مان کے باپ کی مان یا مان کے دادا کی مان) فاسدہ نانیون کا کوئی حصّہ شریعت مین مقرر نہین اور یہ ذوی الفروض نہین بلکہ ذوی الارحام ہین اسلئے یہان ان کا بیان نہین ہوتا ذوی الارحام کے دوسرے درجے مین ان کا حال بیان ہوگا

صحیحہ نانیان وہ ہین جنکے رشتہ مین مرد کا علاقہ درمیان مین نہو (مثلاً مان کی مان۔ نانی کی مان) انکو جدہ صحیحہ کھتے ہین اور یہی نانیان ذوی الفروض مین داخل ہین۔ کسی شخص کی چار پشت تک اگر خیال کرین تو صرف چار نانیان صحیحہ نکلتی ہین یعنی ہر شخص کی چار پشت تک جو پندرہ نانیان ہوسکتی ہین۔ انؔ مین سے گیارہ فاسدہ ہین اور چار نانیان صحیحہ یہی چارون نانیان ذوی الفروض ہین جنکی میراث کا یہان ذکر ہورہا ہے تفصیل ان کی یہ ہے

پشت اول - مان کی مان (نانی)

پشت دوم نانی کی مان (یعنی والدہ کی نانی)

پشت سوم   نانی کی نانی (یعنی والدہ کی پرنانی)
پشت چہارم   نانی کی پرنانی (یعنی والدہ کی سکڑنانی)
ان نانیون کو ہمنے نقشہ نمبر ۲ مین لکھدیا ہے۔

قاعدۂ دوم۔ اگر قریب درجہ کی نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو میراث مین سے کچھ نہ ملیگا مثلاً اول پشت کی نانی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی نانیان بالکل محروم رہینگی اور اگر پہلی پشت کی نانی مرگئی ہو تو دوسری پشت کی نانی جو زندہ ہے وہ حصہ پائیگی لیکن تیسرے اور چوتھے درجے والی نانیان اگر زندہ ہونگی تو محروم رہینگی کیونکہ ان سی قریب پیڑھی والی زندہ اور موجود ہے۔ علی ہذا القیاس اگر بالفرض والتقدیر کسی کی تمام پشتون کی نانیان مرگئی ہون مگر دسوین پشت کی نانی موجود ہو وہی وارث ہوجائیگی لیکن جب اس سے کوئی قریب درجہ والی موجود ہوگی تو نیچے کے درجہ والی یعنی دور کی پیڑھی والی کو کچھ نہ ملیگا جب یہ دو قاعدے ذہن مین جم گئے کہ صرف صحیحہ نانی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ کی نانیان محروم رہتی ہین تو اب انکے مقررہ شدہ حصے دیکھو

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اور بلا شرکت غیری نانی اُس چھٹے حصے کی مالک ہوتی ہے جبکہ کوئی دادی میت کی اسی پشت کی موجود نہ ہو۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیان بھی اسی درجہ کی موجود ہین جس پیڑھی کی نانی ہے تو چھٹا حصہ جو نانی کا حق ہے اسی مین دادی بھی شریک ہوجائیگی۔ اور نانی و دادیان اس حصہ کو باہم برابر تقسیم کرلین لیکن شرط یہی ہے کہ وہ دادی بالکل اُسی درجہ کی ہو جس درجہ اور جس پشت کی نانی ہے کیونکہ اگر دادی نیچے کے درجہ کی ہے تو وہ اس قریب درجہ والی نانی کے ساتھ شریک نہین ہوگی بلکہ محروم رہے گی مثلاً نانی دوسری پشت کی ہے اور دادی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو دادی محروم رہے گی کیونکہ نانیون دادیون مین جو قریب ہوتی ہے وہ حصہ پاتی ہے اور جو بعید ہوتی ہے وہ محروم رہتی ہے

نقشہ نمبر ۲ سے تم کو یہ بات بخوبی معلوم ہوجائے گی کہ کونسی نانی و دادیان ایک درجہ کی ہین اور کونسی مین باہم فرق ہے (دیکھیں صہ ۱۲۵)

تشریح ہمنے جو اوپر بیان کیا ہے کہ جب نانی کے ساتھ دادیان بھی اسی درجہ کی ہون تو چھٹے حصّہ کو باہم تقسیم کرلین اسکا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ چھٹے حصّے مین سے آدھا نانی کو دیدین اور آدھا دادیون کو خواہ ایک دادی ہو یا دو چار۔ نہین۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جسقدر[1] ایک نانی کو دیا جائے اسی قدر ہر ایک دادی کو دیا جائے۔ پس اگر کسی میت کا کل مال چھتیس ۳۶ روپیہ تھا تو نانی دادیون کا حق چھٹا حصّہ یعنی چھ روپیہ نکلے۔ اب اگر ایک نانی ہے اور اسی پشت کی دو دادیان ہین تو ان چھ روپیہ مین سے دو روپیہ نانی کو اور دو دو روپیہ ہر ایک دادی کو ملجائیگا۔ یہ نہوگا کہ چھ مین سے تین روپیہ نانی کو دیدین اور باقی تین روپیہ دادیان تقسیم

(۳) اگر میت کی مان زندہ ہو تو تمام نانیان محروم رہتی ہین خواہ کسی پشت کی ہون قریب ہون یا بعید ہون۔

فرق۔ دادیون کے حال مین لکھا گیا ہے کہ باپ اور دادا کی موجودگی مین دادی محروم رہتی ہے۔ نانی مین یہ بات نہین۔ باپ دادا وغیرہ کی موجودگی مین بھی نانی حصّہ پاتی ہے۔ میت کے باپ دادا کا موجود ہونا اسکو مُضر نہین البتہ میت کی مان کے موجود ہونے سے کسی نانی کا کچھ حق نہین رہتا جسطرح دادیان محروم ہو جاتی ہین ایسے ہی نانی محروم ہو جاتی ہے۔

(۴) اگر میت کی ایک یا کئی دادیان قریب درجے کی موجود ہون اور نانی اُن سے نیچے درجہ کی ہو تو نانی محروم رہے گی۔ مثلاً دادی اول پیڑھی کی زندہ ہے اور نانی دوسری پیڑھی کی ہے تو چھٹا حصّہ دادی کو ملجائیگا نانی اُس مین شریک نہ ہوگی محروم رہیگی کیونکہ نانی و دادی شریک جب ہوتی ہین کہ دونون ایک ہی پشت کی ہون۔

ذکر نقشہ

چونکہ کئی دفعہ بار بار بتلایا گیا ہے کہ نانیان اور دادیان اگر ایک درجہ کی ہون تو چھٹے حصے مین شریک ہو جاتی ہین اور اگر اوپر نیچے کے درجہ کی ہون تو نیچے والی محروم رہتی ہین لہذا ہم چار پشت تک صحیح دادیون اور صحیح نانیون کا نقشہ لکھتے ہین فاسدہ کو یہان نہین لکھا کیونکہ وہ ذوی الارحام مین داخل ہین چونکہ یہ کتاب بلحاظ ضرورت اور عام لوگون کے لئے لکھی گئی ہے اور چار پشت سے زیادہ تانی د

[1] یعنی چھٹے حصہ مین سے ۱۲

و دادی کسی میت کی عمومًا موجود نہین رہتی بلکہ اس زمانہ مین تو دو تین پشت کے وارث بھی شاذ و نادر موجود ہوتے ہین لہذا چار پشت سے زیادہ سلسلہ بڑہا کر ذہن مسلمین کو پریشان کرنا مناسب نہین سمجھا۔

مکرر لکھا جاتا ہے کہ چار پشت تک ہر شخص کی پندرہ دادیان اور پندرہ نانیان ہوسکتی ہین اب ان مین سے پانچ دادیان اور گیارہ نانیان تو فاسد ہین اور باقی جو دس دادیان اور چار نانیان صحیحہ رہین انکو نقشہ مین بہ ترتیب لکھا جاتا ہے۔ اس سے آپکو معلوم ہوجائیگا کہ دادیون مین کونسی قریب درجہ یعنی نزدیک پشت کی ہے اور کونسی نیچے درجے اور بعید پشت کی ہے علی ہذا القیاس نانیون مین کونسی قریب ہے اور کونسی بعید۔ اور نقشہ کا نمبر اور ترتیب دیکھنے سے بآسانی سمجھہ مین آجائیگا کہ کونسی نانی و دادی ایک درجہ اور ایک پشت کی ہین جو باہم چھٹے حصے مین شریک ہوتی ہین اور کونسی مختلف ہین یعنی اوپر نیچے ہین کہ اوپر والی مستحق اور نیچے والی محروم ہوتی ہے۔ صحیحہ دادیون کی چونکہ تعداد زیادہ ہے اور بعض دفعہ فرق کرنا مشکل ہوتا ہے لہذا ان کی طرح سے ایک ایک رشتہ کو بتلادیا گیا ہے اور اُسکے بعد عربی مین بھی رشتہ لکھدیا ہے تاکہ عالمان عربی صحیح و غلط مین تمیز کرلین صحیحہ اور فاسدہ کے فرق کی وجہ سے دادیون نانیون کے حال کا سمجھنا سمجھانا بہت مشکل ہے احقر نے حتی الوسع اس ذکر کو عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے اسلئے یہ بیان اسقدر طویل ہوگیا کہ کسی ذوی الفروض کا حال اتنا دراز نہین۔ پس اُمید ہے کہ ناظرین ہمارے اس طول فضول اور تکرار عبارت کو معاف فرمادین۔

اگرچہ حد سے زیادہ طول ہوگیا ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ اس ذکر کو چھوڑ دین لیکن کتاب کے کامل کرنے کے لئے مختصرًا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی نانی یا دادی ایسی ہو کہ وہ میت سے دُہرا رشتہ اور قرابت رکھتی ہو اور اُسی درجہ اور اُسی پشت کی کوئی نانی دادی صرف اکہرا رشتہ رکھتی ہو تو چھٹا حصہ ان دونون مین برابر تقسیم ہوجاویگا یہ نہین کہ دُہرے رشتہ والی کو حصہ بھی دُہرا ملے۔

مثال۔ ہندہ ایک عورت ہے جو زید کی مان کی نانی بھی ہے اور زید کے باپ کی دادی

بھی وہی ہندہ ہے اسطرح اس ہندہ کو زید کے ساتھ دُہرا رشتہ اور قرابت حاصل (۱) ہے اور ایک دوسری عورت صالحہ ہے جو صرف زید کے باپ کی نانی ہے اور اسکو زید سے بس یہی ایک علاقہ ہے اب اگر زید کا انتقال ہو تو اُسکے مال مین سے چھٹا حصہ ہندہ (۲) اور صالحہ پر برابر تقسیم ہو جائیگا - کیونکہ زید کی یہ دونون نانی اور دادی ایک درجہ کی ہین یہ نہین ہوگا کہ ہندہ اپنی دُہری قرابت کا لحاظ کرکے دو چند حصّہ طلب کرے - غرض دادی اور نانی مین دو طرف کی رشتہ داری اور قرابت سے کچھ حصہ نہین بڑھتا کیونکہ وہ ہر طرح سے جدّہ ہی رہتی ہے کوئی نئی قرابت اور جدید علاقہ پیدا نہین ہوتا - بخلاف دوسرے مواقع کے کہ وہان دو طرف کی قرابت سے حصہ بھی دو طرح سے ملتا ہے مثلاً ایک شخص کسی عورت کا شوہر بھی ہے اور چچازاد بھائی بھی ہے تو شوہر ہونے کی وجہ سے اپنا حصہ مقرر بھی لیگا کیونکہ ذوی الفرض ہے - اور (اگر کوئی عصبہ اس سے مقدم موجود نہ ہو تو) ذوی الفرض کے بعد باقی ماندہ مال بھی یہی شوہر لیگا کیونکہ چچازاد بھائی عصبہ ہے - الحمد للہ کہ بارہوین فصل مین جدّہ کا مفصل ذکر ختم ہو کر بارہ ذوی الفرض کا حال کامل ہوگیا - اور یہ باب اختتام کو پہونچا -

---

(۱) (دیکھئے اس جگہ ہندہ کو زید سے دو طرح سے علاقہ ہے (لیکن زید کی میراث کے چھٹے حصے مین دونون شریک ہینگی کسیکو کم زیادہ نملیگا اور صالحہ کو صرف ایک طرف سے)

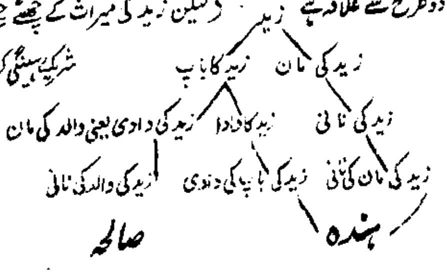

(۲) یعنے دادی و نانی ہو

نقشہ نمبر ۲ متعلقہ فصل ۲ باب چہارم مشتمل بر چہاردہ عدد جدات صحیحہ ذوی الفروض (دادیان دہ نانیان چار) تا چہار پشت -

نمبر درجہ و پشت	دادیان صحیحہ				نانیان صحیحہ
درجہ و پشت اول	باپ کی ماں یعنی دادی (ام الاب)	پہلی پشت مین صرف ایک دادی صحیحہ ہو سکتی ہے -			ماں کی ماں یعنی نانی (ام الام)
درجہ دوم پشت دوم	دادا کی ماں یعنی پڑدادی (ام اب الاب)	دادی کی ماں یعنی باپ کی نانی (ام ام الاب)	اس پشت مین دو ہو سکتی ہین		نانی کی ماں یعنی پڑنانی یعنی ماں کی نانی (ام ام الام)
درجہ سوم پشت سوم	پردادا کی ماں یعنی دادا کی دادی - یعنی سکڑدادی (ام اب اب الاب)	پڑدادی کی ماں یعنی (دادا کی نانی) ام ام اب الاب	باپ کی نانی کی ماں یعنی دادی کی نانی یعنی باپ کی ماں کی نانی (ام ام ام الاب)	اس پشت مین تین دادیان صحیحہ ہین	پڑنانی کی ماں یعنی ماں کی نانی کی ماں یعنی نانی کی نانی (ام ام ام الام)
درجہ چہارم پشت چہارم	دادا کی دادی یعنی باپ کے پڑدادا کی ماں یعنی سکڑدادی کی ماں (ام اب اب اب الاب)[1]	پڑدادا کی نانی یعنی سکڑدادی کی ماں یعنی باپ کی پڑدادی کی ماں ام ام اب اب الاب[2]	پڑدادی کی نانی یعنی دادا کی نانی کی ماں یعنی دادا کی ماں کی ماں کی ماں ام ام ام اب الاب[3]	دادی کی نانی کی ماں یعنی باپ کی نانی کی نانی یعنی دادی کی ماں کی نانی ام ام ام ام الاب	پڑنانی کی نانی یعنی ماں کی نانی کی نانی ام ام ام ام الام

[1] دادا کے دادا کی ماں ۱۲ [2] دادا کی دادی کی ماں ۱۲ [3] دادا کی پڑنانی یعنی باپ کی دادی کی نانی ۱۲

ذوی الفروض کے بیان کا ضمیمہ مفید سوال و جواب

اگر آپ ذوی الفروض کے حالات اور حصے محفوظ کرنا اور مسئلہ بتلانیکی مشق کرنا چاہتے ہین تو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ مین کتاب دیدیجئے وہ کتاب مین دیکھکر آپسے سوال کرے اور آپ غور کر کے جواب دین اگر وہ کہے کہ جواب کتاب کے مطابق نہین تو آپ دوبارہ اور سہ بارہ غور کرین بدرجۂ مجبوری کتاب مین لکھا ہوا جواب سُن لیجئے۔ اسیطرح دوچار مرتبہ سوال اوّل سے آخر تک جوابات دینے سے ذوی الفروض کے حالات یاد ہو جائینگے۔

سوال۔ ایک شخص نے تین بیٹیان ایک والد ایک دادی وارث چھوڑے ان کے حصے بتلاؤ۔

جواب۔ دو ثلث تین بیٹیون کو ملیگا وہ اُسکو باہم تقسیم کرلینگی اور چھٹا حصہ بوجہ ذوی الفروض ہونے کے باپ کو ملے گا اور پھر باقی ماندہ چھٹا حصہ بوجہ عصبہ ہونیکے باپ کو ملے گا اور دادی محروم رہے گی (دیکھو حاجب حرمان اور حجب حرمان کی بحث مین باپ اور دادی کا حال۔

سوال۔ میت نے باپ اور دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑے ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا

جواب چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو یعنی دو دو ہر ایک بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

سوال۔ والدہ نانی۔ دادا۔ زوجہ وارث ہین مال کسطرح تقسیم ہوگا

جواب۔ چوتھا حصہ زوجہ کو ایک ثلث والدہ کو اور باقی دادا کو ملیگا۔ نانی بوجہ موجودگی والدہ کے محروم رہے گی۔ اس مسئلہ مین بارہ سہام بناکر تقسیم کرنا ہوگا۔

سوال۔ اگر باپ دادا زوجہ دو پوتیاں وارث ہون تو کس کس کو کسقدر حصہ ملیگا

جواب۔ چوبیس سہام کئے جائینگے اور آٹھوان حصہ زوجہ کو دو ثلث پوتیون کو چھٹا حصہ باپ کو بوجہ ذوی الفروض ہونے کے اور باقی بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کو دیا جائیگا

سوال - ایک عورت کا شوہر اور نانی اور ایک بھائی اخیافی اور ایک علاتی بھائی موجود ہین کس طرح مال تقسیم ہو۔

جواب نصف حصہ شوہر کو اور چھٹا چھٹا حصہ اخیافی بھائی کو اور نانی کو اور باقی ماندہ علاتی بھائی کو۔

سوال - دو ہمشیرہ حقیقی ایک بیٹی دو اخیافی بھائی بہن کی میراث کا حال بتلائیے

جواب - بیٹی کو نصف اخیافی بھائی بہن کو ثلث باقی ہمشیرہ کو ملیگا۔[9]

سوال - ایک عورت ان وارثون کو چھوڑکر مری - تین بیٹے دو پوتیان - ایک والدہ ایک شوہر دو بھائی تقسیم ترکہ کا حساب بتلائیے۔

جواب - چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو باقی سب بیٹون کو ملیگا - بھائی محروم ہین۔

سوال - بتلائیے ان وارثون کو کسطرح حصہ ملیگا - چار ہمشیرہ - باپ - شوہر - دو اخیافی بھائی

جواب - نصف شوہر کو اور نصف باپ کو ملے گا - ہمشیرگان حقیقی اور اخیافی بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہین گے۔

سوال - اگر کسی کے دو پوتیان ایک والدہ ایک زوجہ ایک سگڑ پوتا رہے تو مال کسطرح تقسیم ہو

جواب - زوجہ کو آٹھوان والدہ کو چھٹا - باقی پوتیان اور سگڑ پوتا باہم تقسیم کرلین مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا اسلئے کہ پوتیان اپنے سے نیچے پڑپوتے وغیرہ کیوجہ سے عصبہ بن جاتی ہین

سوال - ایک شخص نے ایک حقیقی ہمشیرہ ایک والدہ ایک زوجہ دو علاتی بھائی بہن اور ایک چچا وارث چھوڑا ان کی میراث کسطرح تقسیم ہوگی۔

جواب - زوجہ کو چہارم والدہ کو چھٹا حقیقی ہمشیرہ کو نصف علاتی بھائی بہن عصبہ ہونیکی وجہ سے باقی ماندہ کے مالک - چچا بوجہ بعید ہونے کے محروم رہین گے۔

سوال - ایک شخص نے اپنے والدین اور ایک اخیافی ایک علاتی بھائی چھوڑا

جواب - والدہ کو چھٹا اور باقی سب باپ کو - دونون قسم کے بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہے لیکن مان کا حصہ پھر بھی ان بھائیون نے بجائے تہائی کے چھٹا کردیا

سوال صرف والدین اور اخیافی بھائی بہن اور شوہر موجود ہین تو کسطرح تقسیم ہو

ع ۹ اس جواب میں تسامح کے لیے دیکھیے ضمیمہ کی اصلاح نمبر ۵ (ناشر) ع ۵ دیکھیں ضمیمہ میں اصلاح ۶ (ناشر)

جواب - شوہر کو کل مال کا نصف اور والدہ کو چھٹا حصّہ اور باقی باپ کو دین اور اخیافی بھائی بہن محروم (اس صورت مین چھ سہام بنا کر تقسیم کرین گے)

سوال - ایک بیٹی دو علاّتی بہنین ایک سگی پوتی رہی تو کیا صورت تقسیم کی ہوگی

جواب - بیٹی کو نصف سگی پوتی کو چھٹا باقی ماندہ علاتیون کو۔

سوال - تین بیٹیان ایک زوجہ ایک پوتا چھوڑا تو کسطرح تقسیم ہو۔

جواب - دو ثلث بیٹیون کو آٹھوان زوجہ کو باقی پوتے کو۔ بیٹیان پوتے کے ساتھ عصبہ نہین ہوتی۔

سوال - دو پوتیان ایک باپ ایک نانی ایک چچا رہا تو کسطرح تقسیم کرین

جواب - دو ثلث پوتیون کو چھٹا نانی کو باقی باپ کو۔ چچا محروم۔

سوال - ایک پوتی ایک شوہر ایک والدہ دو پڑپوتون پر کسطرح تقسیم کرین۔

جواب - شوہر کو چوتھا حصّہ والدہ کو چھٹا باقی پڑپوتون دپوتی کو حسب قاعدہ دیدو۔ عہ

سوال - ایک ہمشیرہ ایک دادی ایک علاّتی بھائی کے حِصّے بتلاؤ۔

جواب - ہمشیرہ نصف کی مستحق ہے دادی چھٹے کی باقی علاتی بھائی کا حق ہے

سوال - ایک پڑپوتی تین ہمشیرہ ایک والدہ رہی تو کسطرح تقسیم ہوگا

جواب - پڑپوتی کو نصف والدہ کو چھٹا۔ باقی ہمشیرہ کو ملیگا۔

سوال دو زوجہ ایک حقیقی ہمشیرہ دو علاتی ہمشیرہ ایک بھتیجا رہا تو کیا صورت ہوگی

جواب دو زوجہ کو چوتھا حقیقی ہمشیرہ کو نصف علاتی ہمشیرون کو چھٹا باقی بھتیجے کو

سوال - بیٹی پوتی اور اخیافی بھائی بہن اور علاتی بھائی بہن چھوڑے۔

جواب - نصف بیٹی کو۔ چھٹا پوتی کو۔ باقی علاتی بھائی بہن کو حسب قاعدہ۔ اخیافی دونون محروم

سوال - ایک شوہر۔ ایک اخیافی بہن ایک والدہ دو حقیقی بھائیون کا حال کہو۔

جواب - نصف شوہر کو چھٹا اخیافی بہن کو چھٹا والدہ کو باقی بھائیون کو۔

سوال - زوجہ۔ دادی دو علاتی بہنین موجود ہین ترکہ کسطرح تقسیم ہو

جواب - زوجہ کو ربع دادی کو چھٹا علاتی بہنون کو دو ثلث ملیگا۔ اور اس صورت مین

عہ اس مسئلہ میں تسامح کی اصلاح کے لیے دیکھیں ضمیمہ کا نمبر ۲ (ناشر)

عول ہوگا۔

سوال۔ شوہر۔بیٹی۔دادی۔ نانی بھتیجے کا پوتا وارث ہونگے تو کیسے تقسیم ہوگا۔

جواب۔ چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا حصہ باہم نانی ودادی تقسیم کرلین باقی یعنی بارھوان حِصّہ بھتیجے کے پوتے کو دیا جائے۔

سوال۔ ایک شخص کے پڑداداکی مان یعنی داداکی دادی اور پڑنانی کی مان زندہ ہی اور چار بیٹیان موجود ہین تو اُن مین اُس شخص کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

جواب۔ چھٹا اُن دونون دادیون نانیون کو دیا جائے وہ دونون اس مین شریک ہونگی کیونکہ دونون ایک پشت کی ہین اور دونون بیٹیون کو دوثُلث دیاجائے پھر جو کچھ باقی رہے وہ بھی انھین سب وارثون کو حِصّہ رسد تقسیم کردیا جائے۔

سوال۔ داداکی مان۔یعنی پڑدادی اور نانی کی مان یعنی پڑنانی اور پڑداداکی مان یعنی داداکی نانی اور شوہر اور ایک بیٹی چھوڑے۔اور ایک چچا۔تو ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ ربع شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادیون کو۔باقی چچا کو ملیگا۔پردادی کی مان چونکہ تیسری پشت مین ہے لہذا ابعد کے سامنے محروم رہے گی کیونکہ دونون دوسری پشت کے ہین (ملاحظہ کرونقشہ نمبر۲) واللہ اعلم بالصواب

پانچواں باب عصبات کا بیان

ذوی الفروض کا بیان بہت طویل ہو جانیکی وجہ سے ممکن ہے کہ آپ کو خیال نہ رہا ہو کہ عصبہ کسکو کہتے ہین لہذا آپ باب چہارم کے مقدمہ کو پھر ملاحظہ کر لین جس سے عصبہ کی پوری تعریف معلوم ہونے کے ساتھ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ دوم درجہ کے وارث ہین اور ذوی الفروض کے بعد ان کا درجہ ہے اور جب تک ذوی الفروض کے حصے پورے نہ دئے جائین عصبات کو کچھ نہین ملسکتا بلکہ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہجائے یا ذوی الفروض سے کوئی زندہ ہی نہو تو عصبات وارث ہوتے ہین جبتک عصبات پائے جاتے ہین ذوی الارحام کو حق نہین پہونچ سکتا ذوی لفروض کے بیان مین آپنے پڑھا ہوگا

(۱) جب میت کی بیٹی موجود ہوتی ہے تو اُسکی حقیقی بہنین اور باپ کی شریک (جنکو علاتی کہتے ہین) عصبہ ہو جاتی ہین مگر میت کی بیٹی ذوی الفروض ہی رہتی ہے اس صورت مین جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ ان ہمشیرون کو ملتا ہے (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل نہم و دہم) اس صورت مین بہنون کو عصبہ مع الغیر کہتے ہین

(۲) جب میت کی بیٹیون کے ساتھ بیٹے اور پوتیون کے ساتھ پوتے وغیرہ موجود ہون تو یہ عورتین بھی مردون کی وجہ سے عصبہ بنجاتی ہین۔ (ملاحظہ ہو فصل ۲ باب ۴) اس صورت ان بیٹیون کا نام عصبہ بالغیر ہوتا ہے۔

(۳) میت کے حقیقی بھائیون کے ساتھ حقیقی بہنین اور علاتیون کے ساتھ علاتی بہنین جب ملتی ہین تو عصبہ ہو جاتی ہین اور عصبہ بالغیر کہلاتی ہین ملاحظہ ہو فصل ۹ و ۱۰ باب چہارم۔ مذکورۂ بالا تین قسم کی عورتون کے عصبہ ہونیکا حال چونکہ اُنکے حالات مین ذوی الفروض کے باب مین مفصل گذر چکا ہی لہذا اب اُن کا مستقل ذکر نہین کیا جائیگا بلکہ وہ عصبات بیان کئے

جائینگے جو خود مرد ہون اور بلا احتیاج علاقہ کسی عورت کے میت سے رشتہ اور قرابت رکھتے ہون جنکو عصبہ بنفسہ کہتے ہین اور فی الحقیقت عصبہ کامل بھی ہین۔ البتہ ان مردون کے ذکر حسب موقع عورتون کا حال بھی یاد دلا دیا جائیگا

پس بگوش ہوش سننا چاہئیے کہ عصبون کے چار درجے ہین۔ جب اوّل درجے کے عصبات موجود ہوتے ہین تو دوم درجے کے عصبون کو کچھ حق نہین پھونچتا[۱]۔ علی ہذا القیاس درجہ دوم کی موجودگی مین درجہ سوم و چہارم محروم رہین گے اور سوم کے سامنے صرف چہارم درجہ والے بے حق ہوجاوین گے۔ عصبات کے چار درجے ملاحظہ ہون

درجہ اوّل میت کا جزء یعنی اُسکی نسل جیسے بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑ پوتا وغیرہ۔ جب تک ان مین سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ دوم کو کچھ نہ ملیگا۔

درجہ دوم میت کے اصل جیسے باپ۔ دادا۔ پڑدادا۔ سکڑ دادا۔ اسیطرح اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے جب تک انمین سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ سوم کو کچھ حق نہ پھونچے گا

درجہ سوم۔ باپ کا جزء یعنی باپ کی نسل۔ بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا۔ یعنی بھائی کا پوتا بھتیجے کا پوتا۔ ان لوگون کے سامنے درجہ چہارم کے عصبے بالکل محروم رہتے ہین۔

درجہ چہارم۔ دادا کے جزء یعنی دادا کی نسل اور پھر اُن کی اولاد در اولاد جیسے چچا، چچا کا بیٹا۔ چچا کا پوتا۔ چچا کا پڑپوتا۔

یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اگر پہلے تین درجے کے عصبون مین سے کوئی بھی موجود ہوگا تو انکو کچھ نہ ملے گا۔

یہ تو آپ خوب سمجھ گئے کہ جب تک اوپر کے درجون مین سے کوئی وارث زندہ ہوتا ہے تو نیچے کے درجے کے عصبون کو کچھ نہین ملتا۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ پھر ہر ایک درجے کے وارثون مین بھی باہم فرق ہے یعنی اول درجہ کے وارثون مین جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی حقدار ہوگا جو لوگ یہ نسبت اُسکے بعید ہونگے وہ محروم رہجائینگے اگرچہ وہ بھی اول ہی درجہ کے ہون۔ مثلاً ایک شخص کے بیٹا بھی موجود ہے پوتا بھی تو بیٹا چونکہ سب سے قریب ہے سب مال وہی لے لیگا۔ پوتے پڑپوتے محروم رہجائینگے باوجودیکہ پوتے پڑپوتے اور بیٹا

[۱] یعنی عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ملتا ذوی الفروض ہونیکی وجہ سے کچھ ملتا ہو تو اُس سے بحث نہین ۱۲

سب اوّل ہی درجے کے عصبے ہین لیکن بیٹے کا نمبر سب سے اوّل اور بہت قریب ہے (البتہ اگر چند وارث بالکل برابر کے نمبر کے ہون تو وہ باہم تقسیم کرلین گے مثلاً میت کے چار بیٹے ہون تو وہی تقسیم کرلین گے یا صرف چار پوتے ہون تو وہی برابر تقسیم کرلین) پھر درجۂ دوم مین بھی یہی حال ہے کہ جب قریب نمبر والا عصبہ موجود ہوگا تو بعید کو میراث نہ ملے گی مثلاً دادا موجود ہے تو پڑدادا محروم۔ یہی حال درجۂ سوم مین ہے اور یہی چہارم مین۔ یہ مضمون نقشہ نمبر ۳ سے بخوبی آپکے خیال مین آجائیگا۔ نیز ہم ہر ایک درجہ کے عصبونکو علٰحدہ علٰحدہ نمبروار مفصل بیان کرتے ہین

فصل اوّل۔ درجہ اوّل کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑوتا)

عصبہ درجہ اول نمبر اول بیٹا

(۱) یہ سب سے مقدم اور سب سے بڑا عصبہ ہے یہ ہرگز کسی کی وجہ سے محروم نہین ہوسکتا اسکی موجودگی مین عصبہ ہونیکی وجہ سے کسی وارث کو کچھ حصہ بالکل نہین مل سکتا (البتہ میت کی بیٹیان بیٹے کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوکر حصہ لیتی ہین۔) لیکن بیٹے کا کوئی حِصّہ مقرر نہین۔ اسلئے ذوی الفروض مین داخل نہین اور ہر جگہ کسی ایک ہی خاص مقدار کا مستحق نہین بلکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ اسکو ملجائیگا۔ اگر اتفاق سے ذوی الفروض زیادہ ہونگے تو اسکو کسیقدر حصہ کم ملیگا۔ اور اگر اسکی خوش قسمتی سے ذوی الفروض بہت کم ہوئے تو اسکو زیادہ حصہ ملیگا۔ اور اگر کوئی بھی ذوی الفروض نہو تو کُل مال کا مالک بیٹا ہوجائیگا۔

مثال اول بہت وارثون کے موجود ہونے اور بیٹے کو کم حصہ ملنے کی — مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	والد	بیٹا
آٹھوان	چھٹا	چھٹا	باقی
۳	۴	۴	۱۳

مثال ۲ زیادہ ملنے کی — مسئلہ ۲۴

زوجہ	پسر
آٹھوان	باقی
۳	۲۱

مثال ۳ کل مال بیٹے کو ملنے کی — مسئلہ ۱: بیٹا کل مال ۱

(۲) اگر چند بیٹے ہون تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُسکو سب بیٹے برابر برابر تقسیم کرلین۔

سلہ بیٹے کے حصون کی مقدار کا فرق دکھلانے کیلئے یہان بھی چوبیس سہام کرکے تقسیم کیا ۱۲

مثال (۱) ۔۔۔۔۔ ۲ شوہر ۳، والدہ ۲، بیٹا ۱، بیٹا ۱، بیٹا ۱، بیٹا ۱، بیٹا ۱، بیٹا ۱ (۲) ۔۔۔۔۔ ۵ بیٹا ۱، بیٹا ۱، بیٹا ۱، بیٹا ۱، بیٹا ۱

(۳) اگر میت کے بیٹے اور بیٹیان دونون موجود ہون تو بیٹیان بھی بیٹون کے ساتھ شریک ہو جائینگی اور عصبہ بالغیر کہلائینگی۔ لیکن جسقدر حصہ ایک بیٹے کو ملے گا اس سے آدہا ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔

مثال ۔۔۔۔۔ ۶ والدہ، بیٹا ۲، بیٹا ۲، بیٹی ۱ ۔۔۔۔۔ ۲ ۔۔۔۔۔ ۹ بیٹا ۲، بیٹا ۲، بیٹا ۲، بیٹی ۱، بیٹی ۱، بیٹی ۱

(۱۴) پوتا۔ پڑپوتا سکڑ دتا۔ بھی اگرچہ درجہ اول کے عصبات مین داخل ہین لیکن بیٹے کے سامنے یہ سب محروم رہجاتے ہین کیونکہ بیٹا انسے زیادہ قریب ہے۔

مثال۔ زید کے تین بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا زید کے سامنے ہی انتقال کر گیا۔ مگر اُسکے دو لڑکے موجود ہین۔ اب زید کا انتقال ہوا تو دو بیٹے اور دو پوتے چھوڑے تو سب مال دونون بیٹون پر تقسیم ہو جائیگا۔ دونون پوتے محروم رہجائینگے کیونکہ میت کے بیٹون کا علاقہ قریب ہے اور پوتے بہ نسبت انکے بعید ہین اور بار بار آپ سُن چکے ہین کہ ایک درجہ کے عصبون مین بھی جو قریب ہوتا ہے وہ مقدم سمجھا جاتا ہے

ایسی صورت مین دادا کو مناسب ہے کہ اپنی زندگی مین کچھ مال واسباب جائداد پوتون کو دیکر ان کا قبضہ کرا جائے ورنہ یہ غریب بالکل محروم رہینگے۔ البتہ اگر ان پوتون کے باپ مرحوم کی حاصل کردہ کوئی خاص جائداد۔ اور مستقل مال ہو تو یہ پوتے اپنے باپ کے مال کے ضرور مالک ہون گے اور اس مال مین سے کسی قدر بقدر حصۂ مقررہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی سب کچھ اُنکو ملجائے گا۔

فرق نمبر ۱ و ۳ مین یہ بیان ہوا ہے کہ میت کے چند بیٹے ہون تو باہم ترکہ کو برابر تقسیم کرین اُسکی نسبت یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میت اگر عورت ہے تو اُسکے وہ بیٹے خواہ ایک شوہر سے ہون یا مختلف شوہرون سے سب کو برابر حصہ ملے گا

مثلاً ایک شوہر سے پانچ بیٹے ہوئے اور دوسرے سے صرف دو بیٹے ہین تو اس عورت کے مرنے پر اُسکے ترکہ کو سات حصہ کرکے ایک ایک حصہ سب بیٹون کو

ویدینگے یہ نہوگا کہ کل مال کے دو حصے کرکے آدہا ایک شوہر کی اولاد پر تقسیم کردین اور آدہا دوسرے کی اولاد پر۔ اور اگر میت مرد ہے تو اُسکے سب بیٹون کو برابر حصہ ملے گا خواہ ایک زوجہ سے ہون یا دو تین زوجہ سے مثلاً میت کے پانچ بیٹے ایک زوجہ سے ہین اور دوسری زوجہ سے صرف ایک بیٹا ہے تو کل ترکہ کے چھہ حصے کرکے ایک ایک حصہ سب کو ملجائیگا۔ یہ نہین کہ جسقدر ایک زوجہ کے پانچ بیٹون کو ملا ہے اُسقدر دوسری زوجہ کے تنہا ایک بیٹے کو پہونچے بعض دفعہ ترکہ اسطرح تقسیم ہوتا ہے کہ ناواقف سمجھ جاتا ہے کہ ایک زوجہ کی اولاد کو دوسری زوجہ کی اولاد کے برابر حصہ ملا ہے دوسری کی اولاد کم ہو یا زیادہ ایسی صورت وہان پیش آتی ہے جہان ہر دو زوجہ کا مہر ادا نہ کیا گیا ہو[سلہ] اور باپ کی تمام جائداد وغیرہ اولاد نے اپنی مان کے مہر مین حاصل کرلی ہو مثلاً زید مرا اُسنے راشدہ اور زاہدہ دو زوجہ چھوڑین جنکا مہر ادا نہین کیا تھا اور سات بیٹے چھوڑے پانچ راشدہ کے پیٹ سے اور دو زاہدہ کے بطن سے اُسکے بعد زاہدہ اور راشدہ یکے بعد دیگرے مرگئین اب جو کچھ زید کا ترکہ ہوگا وہ نصف راشدہ کے پانچون بیٹون پر تقسیم ہوگا اور نصف زاہدہ کے دو بیٹون کو ملجائیگا جسکی صورت یہ ہے۔

۲۰ سہام

از بطن زاہدہ		از بطن راشدہ				
بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۵	۵	۲	۲	۲	۲	۲

ناواقف سمجھتا ہے کہ باپ کے ترکہ مین سے دس سہام ایک زوجہ کی اولاد کو پہونچے اور دس دوسری کی۔ لیکن فی الحقیقت ایسا نہین بلکہ زید کی جائداد اُسکے بیٹون تک نہین پہونچی کیونکہ دین مہر اسقدر چڑھا ہوا تھا کہ اُسکے ادا کرنے کے بعد کچھ باقی نہ رہا جو کچھ مال و جائداد تھی وہ آدھی ایک زوجہ کو مہر مین ملگئی اور آدہی دوسری کو اسلئے کہ مہر دونون کا برابر تھا۔ اب ہر زوجہ کے انتقال پر ان کی اولاد اپنی اپنی والدہ کی جائداد پر متصرف و قابض ہوگئی یہ اولاد اپنے باپ کی میراث نہین پارہی بلکہ اپنی والدہ کا مہر وصول کررہے ہین کیونکہ جب والدہ مرگئی تو اولاد اُسکے مہر کی وارث ہوگئی اور اس کا مہر وصول کرنیکا حق حاصل ہوگیا۔ جس زوجہ کی اولاد زیادہ تھی اُسکی اولاد نے جب مہر مین حاصل کی ہوئی جائداد کو باہم تقسیم کی تو ہر ایک کو تھوڑا حصہ پہونچا اور جسکی اولاد کم تھی اُنکو بان

سلہ؎ اور مہر دونون کا برابر ہو ۱۲

کے مہر مین سے زیادہ حصّہ ملا (البتہ اگر مہر ادا ہونیکے بعد کچھ مال باقی رہے تو وہ میت کی تمام اولاد پر بقاعدۂ میراث برابر تقسیم ہوگا

عصبہ درجہ اوّل نمبر ۲ - پوتا۔

(۱) جب میت کے بیٹا نہو تو ذوی الفرض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ پوتے کو ملیگا اور اگر کئی پوتے ہون تو اس مال مین سب برابر کے شریک ہو جائینگے (اگر ذوی الفرض کوئی موجود نہو تو کل ترکہ پوتون کو ملجائے گا۔

(۲) اگر میت کے ایک یا زیادہ پوتیان بھی موجود ہون تو پوتے کیساتھ عصبہ بن جائنگی اور عصبہ بالغیر کھلائینگی جسقدر ہر ایک پوتے کو ملیگا۔ اس سے آدہا ہر ایک پوتی حصہ پائیگی

(۳) جب بیٹا نہ ہو تو پوتے کا حال بیٹے کے مانند ہے لیکن دو باتون مین فرق ہے۔

فرق اوّل - میت کے بیٹے کی موجودگی مین بیٹیان ذوی الفرض نہین رہتی عصبہ ہو جاتی ہین اور جسقدر ایک بیٹے کو ملتا ہے اُس سے آدہا بیٹی کو دیا جاتا ہے چنانچہ باب چہارم کی فصل ۲ مین اور بیٹے کے حال مین نمبر ۲ مین یہ بات گذر چکی ہے لیکن پوتے کے سامنے میت کی بیٹیان عصبہ نہین ہوتی بلکہ ذوی الفرض ہی رہتی ہین یعنی اگر ایک بیٹی ہو تو نصف ملتا ہے اور ایک سے زیادہ ہون تو دو تھائی ملتا تھا وہی اب بھی ملتا رہیگا۔

میت
بیٹی پوتا - پوتا

میت
بیٹی بیٹی پوتا پوتا

فرق ۲ بیٹے کی موجودگی مین پوتیان محروم رہتی ہین - اور پوتے کے سامنے محروم نہین ہوتین بلکہ پوتے کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہین اور جسقدر ایک پوتے کو ملتا ہے اس سے آدھا ہر ایک پوتی کو ملے گا

میت
پوتا پوتا پوتی

میت
بیٹا بیٹا پوتی

(۴) جیسے کہ بیٹے کی موجودگی مین میت کے پڑپوتے اور پڑپوتیان محروم رہتی تھین اسیطرح پوتے کے سامنے محروم رہتی ہین۔

(۵) جب میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتے بالکل محروم رہجاتے ہین خواہ وہ پوتے اسی زندہ بیٹے کی اولاد ہون جسنے باپ کی میراث لی ہے یا کسی دوسرے بیٹے کی اولاد ہون جو مر گیا ہے۔

تنبیہ۔ میت کے بیٹے کے موجود ہونیکا یہی مطلب ہے کہ وہ بیٹا وارث بھی ہو اور جو بیٹا کسی وجہ سے محروم الارث ہوگیا اسکا اعتبار ہی نہین۔ پس اگر عبدالرحمٰن کا کافر بیٹا موجود ہے اور پوتا مسلمان ہے تو پوتے کو حق ملیگا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر زید کے بیٹے نے باپ کو مار ڈالا تو بیٹا بوجہ قاتل ہونے کے محروم رہے گا لیکن پوتا میراث پائیگا کیونکہ کافر اور قاتل کے بیٹے کے موجود ہونیکا کچھ اعتبار نہین۔ جب وہ وارث نہ رہا تو شرعًا گویا موجود ہی نہین اس بات کو ہمنے مفصل تیسرے باب کی تیسری فصل مین ذکر کیا ہے بطور یاددہانی کے یہان پر ذکر کر دیا۔ اسکا ہر جگہ خیال رکھنا چاہئے کہ چار امور مندرجہ فصل اوّل باب سوم کی وجہ سے جو وارث محروم ہوتے ہین وہ گویا موجود ہی نہین۔

عصبہ درجہ اوّل نمبر ۳ پڑپوتا

(۱) جب میت کے بیٹا اور پوتا کوئی نہو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ مال باقی رہیگا وہ سب پڑپوتے کو ملجائے گا اور اگر بہت سے پڑپوتے ہون گے وہ سب اس مال مین شریک ہو جائین گے۔

(۲)۔ اگر میت کی ایک یا زیادہ پوتیاں[ع۵] ہون تو وہ پڑپوتے کے ساتھ ملکر عصبہ بن جائینگی جیسے کہ پوتے کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جاتی تھی اور جسطرح وہان مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصّہ دیا جاتا تھا یہان بھی دیا جائیگا۔ (یہ بات پوتیون کے حال مین گذر چکی ہے۔

۳۔ اگر میت کی پڑپوتیاں بھی موجود ہون تو پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائینگی اور وہی لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ یعنی مرد کو عورت سے دوچند حصہ ملیگا۔

(۴) اگر میت کی پوتیاں بھی ہون اور پڑپوتیاں بھی تو یہ سب پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائینگی اور (ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال) دو حصہ مردون کو اور ایک حصہ عورتون کو ملے گا۔ پڑپوتا - پوتی - پوتی ۔ پڑپوتا - پڑپوتی - پڑپوتی ۔ پڑپوتا - پوتی - پڑپوتی

فرق۔ قاعدہ نمبر ۳ و ۴ سے معلوم ہوگیا کہ پڑپوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم نہین ہوتین بلکہ اُسکے ساتھ ملکر عصبہ ہو جاتی ہین اور مرد کے آدھا حصہ پاتی ہین۔ بس پوتے اور پڑپوتے مین بھی فرق ہے کہ پوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم ہو جاتی ہین اور پڑپوتے کے سامنے

لہ دیکھیں ص۲، ص۳، ع۵ دیکھیں ضمیمہ میں اصلاح نمبر ۳ ۔

محروم نہین ہوتی-

(۵) پڑپوتے کی موجودگی مین سکڑپوتے اور سکڑپوتیان محروم رہتی ہین-

(۶) جب میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہوتا ہے تو پڑپوتا بالکل محروم رہجاتا ہے-

عصبہ درجہ اول نمبر ۴ سکڑپوتا-

پوتے کے پوتے کو سکڑپوتا کھتے ہین - یہ بھی درجہ اوّل کے عصبات مین داخل ہے لیکن چونکہ چوتھے نمبر پر ہے لہٰذا جب میت کے بیٹا پوتا - پڑپوتا - کوئی نہین ہوتا تب اسکو میراث پھونچتی ہے اور ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہجاتا ہے وہ اسکو ملتا ہے اور اگر میت کا بیٹا - پوتا - پڑپوتا کوئی بھی موجود ہو تو یہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ وہ اس سے قریب ہین باقی حال اسکے بالکل پڑپوتے کی مانند ہین - فرق صرف یہ ہے کہ پڑپوتے کے سامنے سکڑپوتیان محروم رہتی ہین اور سکڑپوتے کی وجہ سے محروم نہین ہوتین بلکہ اسکے ساتھ ملکر سکڑپوتیان بھی عصبہ ہوجاتی ہین بشرطیکہ بیٹا - پوتا - پڑپوتا - کوئی موجود نہو کیونکہ ان کی موجودگی مین سکڑپوتے اور سکڑپوتیان سب محروم رہتی ہین -

چونکہ سکڑپوتا بہت کم لوگون کے موجود ہوتا ہے لہٰذا اسکے حال کو ہمنے کسیقدر مختصر کرکے درجۂ اوّل کے عصبات کو ختم کردیا - اگر سکڑپوتے کا بیٹا اور پھر اُسکا بیٹا اور اسیطرح دس بیس پشت تک جتنے بیٹے پوتے نکلتے چلے جائین سب درجۂ اول ہی کے عصبات مین داخل ہونگے اور جب اُنسے مقدم کوئی موجود نہین ہوگا تو میراث کے مستحق ہون گے لیکن ہمنے حسب عادت چار پشت تک بیان کرکے چھوڑدیا کیونکہ اس سے زیادہ فضول ہے کوئی ہی خوش قسمت ہوگا جسکی موت کے وقت سکڑپوتا موجود ہو ورنہ آجکل تو وہ جوان موتین ہوتی ہین کہ بیٹا دیکھنا بھی نصیب نہین ہوتا پوتا - پڑپوتا تو بڑی چیز ہے

فصل ۲ - درجہ دوم کے عصبات (باپ - دادا - پڑدادا - سکڑدادا وغیرہ)

درجۂ اول کے عصبات کی موجودگی مین درجہ دوم کے وارثون کو عصبہ ہونے کی وجہ سے بالکل کچھ نہین ملتا - ہان چونکہ یہ لوگ ذوی الفروض میں بھی داخل ہین اسلئے درجہ اول کی موجودگی مین بھی انکو چھٹا حصّہ ملجاتا ہے (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول) اس درجہ کے

عصبون کو بھی ہم چار پشت یا چار نمبر دن مین بیان کرتے ہین۔

عصبہ درجہ دوم نمبر اول باپ

باپ کے حالات باب چہارم کی پہلی فصل مین مذکور ہو چکے ہین مگر سہولت کے لئے یہان بھی یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ باپ محروم کبھی نہین رہتا بلکہ

(۱) اگر درجہ اول کے عصبات مین سے کوئی موجود نہو اور میت کی بیٹی۔ پوتی۔ پڑپوتی سکڑپوتی بھی نہو تو باپ کو وہ تمام ترکہ ملجاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے اس حالت مین باپ صرف عصبہ ہے ذوی الفروض مین سے نہین (ملاحظہ ہو باب چہارم کی فصل اول کی حالت سوم

(۲) اگر میت کے عصبات درجۂ اول مین سے کوئی موجود نہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ موجود ہو تو میت کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملیگا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے سے باقی رہے وہ بھی ملجائیگا۔ اس صورت مین باپ عصبہ بھی ہوا ذوی الفروض بھی (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل حالت نمبر۲)

(۳) جب درجہ اول کے عصبات مین سے کوئی بھی موجود ہو تو باپ عصبہ نہ رہیگا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے اسکو کچھ نہ ملیگا بلکہ درجۂ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ وغیرہ) اُسکے حقدار ہون گے۔ البتہ باپ محروم اس حالت مین بھی نہین رہ سکتا بلکہ اپنا چھٹا حصہ پائے گا اور اسوقت صرف ذوی الفروض ہوگا۔

(۴) باپ کی موجودگی مین دادا۔ پڑدادا۔ سکڑدادا وغیرہ ہر قسم کے حصہ سے محروم رہتے ہین نہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے کچھ پاتے ہین نہ عصبات ہونیکے لحاظ سے

دو باپ فی الحقیقت کسی شخص کے نہین ہو سکتے لیکن اگر کسی لڑکے پر دو آدمی دعوی کرین اور دونون کا دعوی حسب قاعدہ شرعًا ثابت ہو جائے تو بوجہ ناواقفیت اور لاعلمی و مجبوری کے دونون کو باپ کو سمجھا جاتا ہے ورنہ فی الواقع ایک جھوٹا ہوتا ہے ایسی حالت مین جب بیٹا مر جائے تو جو حصہ ایک باپ کے لئے مقرر تھا وہ دونون پر تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر باپ پہلے مر جائین تو یہ بیٹا ہر ایک باپ سے پوری میراث

لیگا اور یہ دونوں شخص اُسکے مستقل باپ سمجھے جائینگے۔

عصبہ درجہ دوم نمبر [۵] دادا

جب میت کا باپ زندہ نہو تو دادا اُسکا قائم مقام ہوتا ہے اور اسی طرح میراث پاتا ہے جسطرح باپ پاتا تھا یعنی

(۱) جب درجۂ اوّل کے عصبات مین سے کوئی موجود نہو اور میت کی بیٹی پوتی پڑپوتی سکڑپوتی بھی نہو تو دادا کو وہ تمام مال ملجاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ہے اس حالت مین دادا صرف عصبہ ہے ذوی الفروض مین سے نہین (ملاحظہ ہو فصل دوم باب چہارم نمبر ۳)۔

(۲) اگر میت کے عصبات درجۂ اوّل مین سے کوئی موجود نہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملیگا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی رہے گا وہ بھی ملیگا (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل دوم نمبر ۲) اس صورت مین دادا عصبہ بھی ہوا اور ذوی الفروض بھی۔

(۳) اگر درجۂ اوّل کے عصبات مین سے کوئی ایک (ذرا سا بچہ) بھی موجود ہو تو دادا عصبہ نہ رہے گا۔ اور عصبہ ہونیکی وجہ سے اسکو کچھ بھی نہ ملیگا (بلکہ عصبہ درجۂ اوّل بیٹا پوتا وغیرہ مستحق ہونگے)۔ البتہ دادا محروم پھر بھی نہوگا بلکہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ اسکو پہونچے گا (بشرطیکہ باپ زندہ نہو)

(۴) باپ کی موجودگی مین دادا ہر قسم کے حصے سے محروم رہیگا نہ ذوی الفروض ہونا کام آئیگا نہ عصبہ ہونے سے کچھ فائدہ ہوگا۔ اگرچہ باپ دادا دونون درجۂ دوم کے عصبات ہین لیکن چونکہ باپ مقدم اور قریب ہے اور نمبر اول پر لکھا گیا ہے لہذا دادا سے مقدم ہوکر میراث حاصل کرے گا۔

(۵) دادا کی موجودگی مین پڑدادا سکڑدادا وغیرہ سب محروم رہینگے۔

---

[۱] اگر صرف درجہ دوم کے عصبات کو شمار کرین تو نمبر دوم ہے۔ اور اگر ابتدا سے عصبات کو شمار کرو تو چھٹے نمبر پر ہے اسلئے نمبر ۲ و ۶ ڈالے گئے اسیطرح سب جگہ سمجھ لو۔

عصبہ درجہ دوم نمبر ۳ پڑدادا

(۱) اگر باپ اور دادا موجود نہون تو پڑدادا کا بالکل وہی حال ہے جو دادا کا۔ ابھی عنقریب بہت مفصل مذکور ہوا۔ یعنی دادا کے حال مین جو اوّل و دوم و سوم چہارم قاعدے لکھے گئے
(۲) دادا کی موجودگی مین پڑدادا بالکل محروم رہتا ہے اور اوس سے اگلی پشت کے جو دادا ہون (مثلاً سکڑدادا لکڑدادا)

عصبہ درجہ دوم نمبر ۴ سکڑدادا

دادا کے دادا کو سکڑدادا کہتے ہین اسکے حال بالکل پڑدادا کے مانند ہین لیکن یہ پڑدادا کی موجودگی مین محروم رہتا ہے (چونکہ پڑدادا و سکڑدادا بہت کم زندہ ہوتے ہین لہذا اجمالاً بیان کیا گیا۔ آپکو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ جب باپ نہو تو دادے اُسکے قائم مقام ہوتے ہین اور ان کی میراث کا حال بالکل وہی ہوتا ہے جو باپ کا ہوتا ہے اور دادون مین جو مقدم اور قریب تر ہوتا ہے وہی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس سے پیچھے والے یعنی اوپر کی پشتون کے دادا محروم رہتے ہین لیکن باپ اور دادون مین دو فرق بھی ہین جنکو سمجھنا نہایت مفید ہے۔

فرق اوّل - اگر میت کے صرف ماں باپ اور زوجہ موجود ہون تو زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُسمین سے ماں کو ثلث ملیگا - اور اگر باپ کی جگہ کوئی دادا یا پڑدادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف ماں اور دادا اور زوجہ چھوڑی ہون تو ماں کو کل ترکہ مین سے ثلث ملیگا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور شوہر اور اپنے ماں باپ چھوڑے اور کوئی وارث نہین ہے تو شوہر کو نصف دینے کے بعد جو کچھ باقی رہا ہے اُس مین سے ثلث ماں کو پہونچے گا اور اگر باپ کی جگہ دادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف شوہر اور ماں اور دادا یا پڑدادا چھوڑے ہون تو ماں کو کل ترکہ مین سے ثلث ملیگا۔ غرض مذکورہ بالا صورتون مین باپ موجود ہو تو ماں کو حصہ کم ملتا ہے اور اگر باپ نہو اُسکی جگہ کوئی دادا ہو تو ماں کو زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ کل مال مین سے تہائی دیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو باب ۴)

دوم - باپ کی موجودگی مین دادی محروم ہوتی ہے
دادا کی موجودگی مین محروم نہین ہوتی خواہ دادا ہو یا پڑدادا یا سکڑدادا (ملاحظہ ہو باپ دادا کا فرق باب چہارم۔

درجۂ دوم عصبات کا بیان یہان تک ختم کر دیا گیا- اسیطرح پانچوین چھٹی پشت تک لکڑدادا اور پکڑدادا تک اور پھر اُس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے جب تک ان مین سے کوئی بھی موجود ہوگا- خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو درجہ سوم کے عصبات ہرگز وارث نہونگے

فصل ۳ درجہ سوم کے عصبات (بھائی- بھتیجا- بھتیجے کا بیٹا- اُسکا پوتا)

اگر درجہ اول و دوم کے عصبات مین سے کوئی بھی موجود نہو تو درجہ سوم کے عصبات وارث ہوتے ہین اور ان مین بھی جو مقدم اور قریب ہے اور زیادہ تعلق رکھنے والا ہے اسکے سامنے بعید درجہ کا عصبہ اور کم تعلق رکھنے والا محروم ہو جائیگا- ہر ایک کا مفصل حال ملاحظہ کرو

عصبہ درجہ سوم نمبر اول حقیقی بھائی-

(۱) اگر درجہ اوّل و دوم کے عصبون مین سے کوئی بھی موجود نہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ ترکہ باقی بچے[1] وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے بھائی کو ملجاتا ہے (اور کوئی بھی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال بھائی کو ملجائیگا)

(۲)- اگر حقیقی بھائی دو چار دس پانچ ہون تو جو کچھ ترکہ اُنکو ملا ہے وہ سب اس مین شریک رہین گے اور باہم تقسیم کرین گے-

(۳) اگر میت کی ایک یا زیادہ حقیقی بہنین بھی ہون تو وہ بھی بھائی کے ساتھ شامل ہوکر عصبہ ہو جائینگے اور وہی لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کا قاعدہ جاری ہوگا (ملاحظہ کرو ذوی الفروض کی فصل نہم و دہم)

(۴) درجہ اول و دوم کے عصبات کے سامنے درجۂ سوم کے عصبات یعنی ہر قسم کے بھائی بہن محروم رہتے ہین-

(۵) جب حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی اور علاتی بہنین محروم رہین گے

[1] باقی رہنے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ ذوی الفروض موجود ہون اور انکو حصہ دیا جائے اور کچھ مال باقی رہجائے دوسرے یہ کہ کوئی ذوی الفروض زندہ بھی نہو تو کل مال باقی رہجائے گا- فقولنا وان لم یکن من ذوات الفروض الخ تصریح لما علم ضمنا ۱۲ منہ

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱ علّاتی بھائی

علّاتی بھائی اُسے کہتے ہین جو صرف باپ مین میت کا شریک ہو۔ ماں دونوں کی جدا ہو چونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی اور دُہری قرابت ہے لہذا یہ اُس سے پیچھے رکھا گیا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ۔

(۱) جب درجہ اول و دوم کے عصبات مین سے کوئی بھی موجود نہو اور تیسرے درجہ مین حقیقی بھائی بھی کوئی نہ ہو۔ تو علّاتی بھائی کو وہ تمام ترکہ ملتا ہے جو ذوی الفروض سے[سلہ] باقی بچا ہے۔

(۲) اگر علّاتی بھائی ایک سے زیادہ ہون تو وہ سب اس مین مساوی درجہ کے شریک ہوکر برابر تقسیم کر لینگے۔

(۳) اگر میت کی علاتی بہنین بھی موجود ہون تو وہ بھی علاتی بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جائینگے اور ہر ایک بہن کو بھائی سے نصف حصہ ملیگا۔

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی محروم رہیگا۔ کیونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی ہے وہ اس سے مقدم ہے چنانچہ عنقریب بیان اُسکا گذرا

(۵) اگر میت کے حقیقی بھائی کوئی نہو لیکن میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہے تو بھی علاتی بھائی (اور بہنین) محروم رہینگی۔ جو کچھ ذوی الفروض کے بعد باقی رہیگا وہ حقیقی بہن کو عصبہ ہونیکے سبب سے ملیگا (ملاحظہ ہو حقیقی بہن کی میراث کا حال حقیقی بہن اس صورت مین میت کی بیٹی کیوجہ سے عصبہ مع الغیر ہوگئی ہے اور قوی علاقہ اور قرابت رکھتی ہے لہذا علاتی سے مقدم ہے۔

(۶) جب علاتی بھائی موجود ہو تو حقیقی بھتیجا محروم رہتا ہے۔ کیونکہ بھائی قریب ہے اگرچہ علاتی ہے اور بھتیجے کا درجہ بعید ہے۔

فائدہ۔ اخیافی بھائی کا اس باب مین کہین ذکر نہین آدیگا کیونکہ وہ عصبات مین شامل نہین ذوی الفروض مین داخل ہے اور اسکی اولاد بھی عصبہ نہین بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام مین شریک ہے۔

سلہ۔ باقی رہنے کی دو صورتین گذشتہ حاشیہ مین ملاحظہ کرو ۱۲

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۱/۳ حقیقی بھتیجا (یعنی حقیقی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی اور علاتی بھائی کوئی نہو تو حقیقی بھائی کا بیٹا اس تمام مال کا مستحق ہوگا جو ذوی الفروض کے حصے لگا دینے کے بعد باقی رہا ہے۔

(۲) اگر دو چار حقیقی بھتیجے[ل] ہون تو وہ سب اِس مال مین شریک ہو کر بحصہ مساوی تقسیم کر لینگے

(۳) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنین موجود ہون تو بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہین ہونگی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہینگی۔ (کیونکہ بہنین صرف بھائی کے ساتھ یا میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہین (ملاحظہ ہو ذوی الفروض مین ہمشیرون کا حال)

(۴) اگر میت کے کوئی حقیقی یا علاتی بھائی موجود ہو (یا درجہ اوّل و دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو) تو بھتیجا بالکل محروم رہجائیگا۔ اور اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن دونون موجود ہون تب بھی محروم

(۵) بھتیجیان خواہ حقیقی بھائی کی بیٹیان ہون یا علاتی کی یا اخیافی کی عصبات مین داخل نہین اور نہ ذوی الفروض مین بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام مین داخل ہین وہان انکا بیان آئیگا

(۶) جب تک حقیقی بھتیجا موجود ہو علاتی بھائی کے بیٹے کو بالکل میراث نہین پہونچ سکتی۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۲/۴ علاتی بھتیجا (یعنی علاتی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کے حقیقی بھائی اور بھتیجا اور علاتی بھائی نہو تو علاتی بھائی کے بیٹے کو وہ سب مال ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی ہے اور اگر علاتی بھائی کے دو چار بیٹے ہون تو وہ سب اس مال مین برابر کے شریک اور حصہ دار ہون گے خواہ وہ سب بیٹے ایک علاتی بھائی کے ہون یا کئی علاتی بھائیون کے بیٹے ہون

(۲) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنین ہون تو علاتی بھتیجے کیساتھ عصبہ نہین بن جائینگی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہینگی (ملاحظہ ہو باب ۴ فصل ۹ و ۱۰

(۳) اگر میت کی بیٹی بھی موجود ہو اور حقیقی بہن بھی تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہیگا۔

(۴) اگر درجہ اوّل یا درجہ دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو یا میت کا حقیقی یا علاتی بھائی یا حقیقی بھتیجا موجود ہو تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہتا ہے

ل خواہ وہ بھتیجے ایک بھائی کے لڑکے ہون یا کئی بھائیون کے بیٹے ہون ۱۲ منہ

(۵) جب تک یہ علاّتی بھتیجا موجود ہوگا نہ حقیقی بھائی کے پوتون کو کچھ ملیگا نہ علاتی بھائی کے

عصبہ درجہ سوم نمبر ۵/۱۴ حقیقی بھائی کا پوتا (یعنی بھتیجے کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی بھائی بھتیجا اور علاتی بھائی بھتیجا کوئی نہو تب حقیقی بھائی کا پوتا عصبہ ہونیکی وجہ سے وہ سب مال میراث مین پاتا ہے جو ذوی الفروض کے حصے پورے ملجانیکے بعد باقی رہے۔ اگر حقیقی بھائی کے چند پوتے ہون تو سب اس مین برابر شریک رہینگے خواہ ایک بھائی کے پوتے ہون یا کئی بھائیون کے۔

فائدہ میت کی بہنین اُس کی ساتھ ملکر عصبہ نہونگی بدستور ذوی الفروض رہینگی

(۲) اگر میت کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجا یا علاتی بھائی یا اسکا بیٹا موجود ہو تو بھائی کا پوتا محروم رہتا ہے کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب اور مقدم ہین۔

(۳) جب تک حقیقی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے علاتی بھائی کے پوتے کو کچھہ نہین مل سکتا اور نہ کسی بھائی کے پڑپوتے کو حق پھونچ سکتا ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۶/۱۴ علاتی بھائی کا پوتا۔

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی اور اُسکا بیٹا اور اسکا پوتا اور علاّتی بھائی اور بھتیجا موجود نہون تو علاّتی بھائی کے پوتے کو وہ تمام مال وترکہ ملجائیگا جو ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد باقی رہگیا ہے اگر علاّتی بھائی کے چند پوتے ہون وہ اسب اس مین شریک رہینگے اور برابر تقسیم کر لینگے خواہ ایک علاتی بھائی کے پوتے ہون یا مختلف علاتیون کے

(۲) اگر میت کی حقیقی بہن اور بیٹی موجود ہو تو علاتی بھائی کا پوتا محروم رہجائیگا جیساکہ خود علاتی بھائی اور ہر قسم کے بھتیجے میت کی بیٹی اور حقیقی ہمشیرہ کے اکھٹے ہونے کی وجہ سے محروم ہو جاتے تھے (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل ۹۔ اور عصبہ درجہ سوم نمبر ۲

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی بھتیجا بھتیجے کا بیٹا یا علاتی بھائی یا اسکا بیٹا موجود ہو تو یہ (علاتی بھائی کا پوتا) محروم رہیگا کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب یا قوی علاقہ رکھنے ولے ہین۔

(۳) جب تک علاتی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے کسی قسم کے بھائی کی پڑپوتون کو حق نہین پھونچ سکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۵ حقیقی بھائی کا پڑپوتا (یعنی بھتیجے کا پوتا)

(۱) اسکے حالات بالکل حقیقی بھائی کے پوتے کے مانند ہین فرق صرف اتنا ہے کہ یہ علاقی بھائی کے پوتے کے سامنے محروم ہے اور حقیقی بھائی کا پوتا محروم نہین تھا۔

(۲) جب تک حقیقی بھائی کا پڑپوتا موجود ہوتا ہے علاقی بھائی کا پڑپوتے کو کچھ میراث اور حصہ نہین ملسکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۶ علاقی بھائی کا پڑپوتا

(۱) اسکے حالات بالکل علاّتی بھائی کے پوتے کے مانند ہین فرق بس اتنا ہی کہ علاقی بھائی کا پوتا حقیقی بھائی کے پڑپوتے سے مقدم تھا اور حقیقی بھائی کے پڑپوتے کو محروم کردیتا تھا یہ خود ہی حقیقی بھائی کے پڑپوتے کے سامنے محروم ہوجاتا ہے۔

(۲) جب تک حقیقی یا علاقی بھائی کا پڑپوتا موجود رہتا ہے کسی بھائی کے سکڑپوتے کو حصہ اور میراث نہین مل سکتی نہ حقیقی بھائی کے سکڑپوتے کو نہ علاقی بھائی کے اور نہ انسے نیچے درجے کے عصبات کو کیونکہ جو قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور پڑپوتا بہ نسبت سکڑپوتین وغیرہ کے بہت قریب ہے۔

یہان تک درجۂ سوم کے عصبات کی چار پشت تک آٹھ عصبات ختم ہوگئے۔ اسی طرح حقیقی او علاقی بھائیون کے لکڑپوتے اور ڈھکڑپوتے جہان تک نکالتے چلے جائین سب درجۂ سوم ہی کے عصبات مین داخل رہینگے اور جب تک اُن مین سے کوئی موجود ہوگا درجۂ چہارم کے عصبات کو ہرگز میراث نہ ملے گی

یاددہانی۔ یہ بات پہلے عرض کردی گئی تھی کہ کسی شخص کے موجود ہونیکا جب اعتبار ہے کہ وہ شرعًا وارث سمجھا گیا ہو اور قتل وکفر وغلامی وغیرہ کی وجہ سے محروم الارث نہ سمجھا گیا ہو پس اگر اوپر کے قریب درجہ مین کوئی کافر یا قاتل عصبہ موجود ہے تو نیچے والا عصبہ محروم نہ رہے گا کیونکہ قریب درجہ والا جب شرعًا میراث سے محروم ہوگیا تو یون سمجھو کہ وہ گویا بالکل ہی موجود ہی نہین۔

فصل ۴۔ درجہ چہارم کے عصبات (چچا۔ چچا کا بیٹا۔ پوتا۔ پرپوتا باپ کا چچا اُسکے بیٹے

پوتے دادا کا چچا اُسکے بیٹے پوتے وغیرہ)

جب درجہ اوّل و دوم و سوم کے عصبات مین سے کوئی ایک متنفس بھی موجود نہو تب درجہ چہارم والے عصبات وارث ہوتے ہین یہ ایسے بے ضرر وارث ہین کہ ان کی وجہ سے کسی ذوی الفروض کے حصے کو خدا تعالیٰ نے کم نہین کیا البتہ اگر ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہجائے اور اوّل دوم سوم درجہ کے عصبون مین سے کوئی موجود بھی نہ ہو تو ان درجہ چہارم کے عصبات مین سے جو شخص میت سے زیادہ قریب علاقہ رکھتا ہوگا وہ اس باقی ماندہ مال کو لیگا۔ اور اگر دو چار عصبات بالکل برابر رتبہ رکھتے ہون یعنی میت سے سب کا علاقہ یکسان اور مساوی ہو تو اُس مال مین وہ باہم شریک رہینگے اور تقسیم کرلینگے اب درجہ چہارم کے عصبات کی تفصیل لکھی جاتی ہے

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱ اول [۱] حقیقی چچا (یعنی باپ کا حقیقی بھائی خواہ باپ سے [۲] بڑا ہو یا چھوٹا

(۱) جب کسی میت کے تین درجے کے عصبات مین کوئی موجود نہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہجائے وہ چچا کو ملجائیگا۔ اگر دو چار چچا ہون توسب [۳] باقی ماندہ ترکہ مین شریک ہونگے اور باہم تقسیم کرلینگے۔

ف ۱ اگر چچا کے ساتھ چچا کی بہن یعنی میت کی پھوپی بھی موجود ہو تو وہ عصبہ نہ ہوگی بلکہ محروم رہے گی کیونکہ وہ ذوی الارحام مین داخل ہے اور ذوی الارحام کو اسوقت ملتا ہے کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو یہان چونکہ چچا عصبہ موجود ہے لہذا پھوپی محروم ہوگی۔

ف ۲ چچا کی زوجہ (یعنی چچی) کو میراث نہین ملتی کیونکہ اُس سے نسبی علاقہ نہین ہے البتہ اگر چچی

---

[۱] - اس وصف مین درجہ سوم والے بھی شریک ہین ۱۲ [۲] عرف مین باپ کے چھوٹے بھائی کو چچا کہتے ہین بڑے بھائی کو بعض جگہ بڑے ابا اور بڑا باپ کہتے ہین اور نواح سہارنپور مین تایا کہتے ہین لیکن یہان چچا سے مراد باپ کا بھائی۔ بڑا چھوٹا ہونے کی وجہ سے عصبہ اور وارث ہونے مین کچھ فرق نہین ہوتا اور دونون کو عربی مین عم کہتے ہین ۱۲ [۳] ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہے یا کوئی ذوی الفروض نہو تو کل مال باقی رہے ۱۲ [۴] درجہ چہارم سے شمار کرین تو یہ نمبر دوم پر ہے اور اگر ابتدا سے عصبات مذکورہ کو شمار کرین تو یہ اٹھارہ نمبر پر ہے اسی لیے ذیل آئندہ بھی جا بجا نمبر لکھے گئے ہین پہلے بھی یہ بات جتلا دیگئی ہے - ۱۲

کسی و دیگر رشتہ اور قرابت سے کبھی وارث ہوجائے تو حِصّہ پا سکتی ہے مثلاً ایک عورت میت کی چچی بھی ہے اور والدہ بھی ہے تو والدہ ہونیکے علاقہ سے میراث پائے گی اس بحث کو ہمنے پہلے باب کی چوتھی فصل کے قاعدۂ چہارم مین بخوبی لکھدیا ہے

(۲) جب تک حقیقی چچا موجود ہوتا ہے علاتی چچا کو میراث نہین مل سکتی

(عصبہ درجۂ چہارم نمبر ۲ علاتی چچا یعنی باپ کا علاتی بھائی)

(۱) اسکا حال بالکل حقیقی چچا کے مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے سامنے یہ محروم رہتا ہے

(۲) جب تک علاتی چچا موجود ہوتا ہے نہ حقیقی چچا کے بیٹے کو حِصّہ مل سکتا ہے نہ علاتی بیٹے کو

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۳ حقیقی چچا کا بیٹا

(۱) اگر درجہ اوّل و دوم و سوم کے وارثون مین سے کوئی موجود نہو اور حقیقی و علاتی چچا بھی موجود نہون تو باپکے حقیقی بھائی کا بیٹا وارث ہوگا اور وہ تمام مال و اسباب جو میت کے ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہا ہے اسکو پہونچے گا اگر چچا کے دو چار بیٹے ہون تو وہ سب اس مال مین شریک ہونگے خواہ ایک حقیقی چچا کے بیٹے ہون یا کئی حقیقی چچاؤن کے

(۲) چچا کی بیٹیان اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ نہین ہوتی بلکہ محروم رہتی ہین کیونکہ ذوی الارحام درجہ چہارم کی قسم دوم مین آیندہ ان کا بیان ہوگا۔

(۳) جب حقیقی چچا کا بیٹا موجود ہوتا ہے علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۴ علاتی چچا کا بیٹا۔

(۱) اسکا حال حقیقی چچا کے بیٹے کی مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے بیٹے کے سامنے یہ علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے

(۲) جسوقت علاتی چچا کا بیٹا موجود ہوتا ہے کسی چچا کے پوتون کو میراث نہین مل سکتی خواہ وہ حقیقی چچا کے پوتے ہون یا علاتی چچا کے پوتے

ملہ درجہ چہارم سے شمار کرین تو یہ نمبر دوم پر ہے اور اگر ابتدا سے عصبات مذکورہ کو شمار کرین تو یہ اٹھارہ نمبر پر ہے اسی لحاظ سے آیندہ بھی جا بجا دو نمبر لکھے گئے ہین پہلے بھی یہ بات جتلا دی گئی ہے ۱۲ ملہ اگر ذوی الفروض نہون تو کل مال ۱۲ اسکو ملیگا

* جا بجا اختصار کیواسطے علاتی چچا لکھدیا ہے مطلب یہ ہے کہ باپ کا علاتی بھائی ۱۲

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲۱/۵ حقیقی چچا کا پوتا

(۱) جبکہ عصبات درجہ اول و دوم وسوم مین سے کوئی موجود نہو اور میت کا نہ کوئی حقیقی چچا ہو نہ اُسکا بیٹا - نہ علاتی چچا ہو نہ اسکا بیٹا اسوقت حقیقی چچا کا پوتا اُس مال کا وارث ہوگا جو ذوی الفروض کے حصے پورے لگا دینے کے بعد باقی رہے - اگر چچا کے پوتے ایک سے زیادہ ہون تو وہ اس مال کو باہم برابر تقسیم کرلین خواہ ایک باپ کی اولاد ہون یا کئی باپون کی **مثال** زید کا چچا زاہد اور زاہد کا بیٹا ناظم یہ دونون مرگئے لیکن ناظم کے بیٹے زید کی وفات کے وقت موجود رہین تو یہ سب عصبہ ہون گے اور ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال کو باہم برابر تقسیم کرلینگے **دوم** زید کا چچا عمر ہے اُسکے دو بیٹے ہین ولید اور خالد - ولید کے بھی بیٹے ہین اور خالد کے بھی اب اگر زید کا انتقال ہوا اور اُسکے سامنے عمر ولید خالد سب مرگئے ہون تو زید کے چچا کے پوتے یعنی ولید وخالد کے سب بیٹے اُسکے وارث ہون گے حالانکہ سب ایک باپ سے نہین ہین بلکہ کچھ خالد کی اولاد ہین کچھ ولید کی

(۲) جب تک حقیقی چچا کا پوتا موجود ہوگا علاتی چچا کے پوتے کو میراث نہیں ملے گی -

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲۲/۶ علاتی چچا کا پوتا

(۱) اسکا حال بالکل حقیقی چچا کے پوتے کی مانند ہے فرق یہ ہے کہ حقیقی چچا کے پوتے کے سامنے یہ محروم رہجاتا ہے وہ اس سے مقدم ہے کیونکہ اُسکے دادا کو میت کے باپ سے علاقہ اور رشتہ مضبوط حاصل ہے

(۲) جب تک یہ علاتی چچا کا پوتا موجود ہوگا کسی چچا کے پڑپوتے کو کچھ نہ ملیگا کیونکہ پوتے کا درجہ قریب ہے پڑپوتا اس سے نیچے ہے لہذا پوتے کے سامنے محروم رہیگا -

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲۳/۷ حقیقی چچا کا پڑپوتا

(۱) جب حقیقی وعلاتی چچا اور اُنکے بیٹے پوتے موجود نہون تو حقیقی چچا کا پڑپوتا وارث ہوتا ہے،

(۲) جب ان لوگون مین سے کوئی موجود ہو تو یہ محروم رہتا ہے

(۳) جب تک یہ موجود رہتا ہے علاتی چچا کے پڑپوتے کو حق نہین پہونچتا -

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲۴ علاقی چچا کا پڑپوتا

(۱) اسکا حال بالکل حقیقی چچا کے پڑپوتے کی مانند ہے فرق اسقدر ہے کہ یہ اُسکے سامنے محروم رہتا ہے
(۲) جب تک چچا کے پڑپوتے موجود ہون سکڑپوتون کو کچھ نہین ملسکتا خواہ حقیقی چچا کے ہون یا علاقی کے۔ اسی طرح دس بیس پشت بلکہ زیادہ تک بیٹے پوتے نکلتے چلے جاتے ہین اور قریب کے سامنے بعید محروم رہتے ہین۔ لیکن ہمنے حسب عادت چار پشت تک بیان کر کے چھوڑ دیا جب حقیقی اور علاقی چچا بھی نہ ہون اور اُنکے بیٹے پوتے بھی کسی درجہ مین نہون تو اب پڑدادا کی اولاد کے عصبون کے وارث ہونیکا وقت آتا ہے یعنی باپ کے حقیقی اور علاقی چچا اور پھر اُن کی اولاد وارث ہوتی ہے یہ سب بھی جہانتک نکلتے چلے جا ئینگے درجہ چہارم ہی مین شمار ہونگے۔ ان مین سے ہم بلاضرورت چار پشت تک مجملاً ذکر کرتے ہین۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۰ و ۹ / ۲۵ و ۲۶ باپ کا حقیقی و علاقی چچا

(یعنی دادا کا حقیقی بھائی اور علاقی بھائی)

(۱) جب مذکورہ سابقہ وارث جو ان سے مقدم اور قریب ہین موجود نہون تو یہ وارث ہوتے ہین۔ ان دونون مین باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کے سامنے علاقی چچا محروم رہیگا۔
(۲) جب ان سے پہلا کوئی وارث موجود ہوگا تو یہ محروم ہون گے اور جب ان مین سے کوئی موجود ہوگا تو ان سے نیچے درجہ والے محروم ہون گے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۱ و ۱۲ / ۲۷ و ۲۸ میت کے حقیقی چچا کا بیٹا اور علاقی چچا کا بیٹا

(۱) جب اپنے اوپر والے موجود نہون تو یہ وارث ہوتے ہین۔ ان دونون مین باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا مقدم ہے اُسکے سامنے علاقی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔
(۲) اگر باپ کا حقیقی یا علاقی چچا موجود ہوگا تو یہ محروم رہین گے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۳ و ۱۴ / ۲۹ و ۳۰ میت کے باپ کے حقیقی چچا کا پوتا اور علاقی چچا کا پوتا

جب اوپر والے موجود نہون تو یہ عصبہ ہو کر ذوی الفروض سے باقی ماندہ سب مال لینگے ان مین بھی باہم وہی پہلا فرق ہے کہ حقیقی کے سامنے علاقی محروم ہے

اسی طرح دور تک باپ کے چچا کے پڑپوتے اور سکڑپوتے اور اُن کے بیٹے اور پوتون کا سلسلہ چلیگا لیکن ہمنے اسلئے چھوڑ دیا کہ خواہ مخواہ ذہن سامعین کا پریشان ہوگا۔

اگر باپکے چچا اوران کی اولاد کا بھی وجود نہ رہے تو دادا کے چچا اور اُن کی اولاد کو حق میراث پہونچتا ہے اور دور تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور جہان تک نکلتے ہین سب درجۂ چہارم ہی کے عصبات کہلاتے ہین لیکن جو لوگ میت سے علاقہ قریب رکھتے ہین وہ مقدم ہین اُنکے سامنے بعید علاقہ والے محروم ہوتے ہین یعنی جو لوگ میت کی اوّل پشت مین شریک ہین اُنکے سامنے دوسری پیڑھی کے شریک محروم رہینگے۔ مثلاً جو لوگ دادا مین شریک ہین وہ چچا ہین اور انکی اولاد۔ یہ چونکہ قریب ہین لہذا ان سب کے سامنے باپکے چچا اور انکی اولاد محروم رہینگے کیونکہ وہ پردادا مین شریک ہین اسیطرح اگر کوئی دسوین بیسوین ہزاروین پشت مین بھی شریک ہوگا وہ عصبہ ہی کہلائیگا۔ لیکن اگر کوئی اُس سے قریب کی پشت مین شریک موجود ہوگا تو بعید والا محروم ہوگا یہ بات جابجا مکرر سہ کرر اسقدر وضاحت سے بیان کردی گئی ہے کہ معمولی سمجھ کے آدمی کو بھی شبہہ نہین رہ سکتا کہ جب تک اوپر کے درجہ والے موجود ہونگے نیچے والے محروم رہینگے اور پھر ہر درجہ مین جو اوّل نمبر ہے اسکے سامنے دوم نمبر کا عصبہ محروم رہیگا اور اسیطرح تیسرے کے سامنے چوتھا اور پانچوان وغیرہ چنانچہ ہر ایک عصبہ کے حال مین اسکی تشریح کردی گئی ہے لیکن چونکہ عصبات کا بیان بوجہ نہایت تفصیل اور تکرار عبارت کے بہت طویل ہوگیا ہے جسکا ذہن مین حاضر کرنا دشوار ہے لہذا ایک فہرست مختصر اور واضح چار پشت تک لکھی جاتی ہے جس سے بہت آسانی سے معلوم ہو جائیگا کہ کون مقدم ہے اور کسکے سامنے کون عصبہ محروم رہتا ہے اگر نقشے کے کسی نمبر کے سمجھنے مین دقت ہو تو اسی نمبر کے عصبہ کا حال مفصل بیان مین ملاحظہ کر لیجئے شک جاتا رہیگا۔ واللہ ولی التوفیق ولہ الحمد والنعمۃ

نقشہ نمبر ۳ فہرست عصبات بنفسہ ترتیب وار تا چہار پشت درجہ بہ قید نمبر سلسلہ وار مع کیفیت مختصر

درجہ	[illegible]	[illegible]	نام رشتہ عصبکا	حالت و کیفیت
[illegible]	۱	۱	میت کا بیٹا	یہ تمام عصبون سے مقدم ہے خود کبھی محروم نہین ہوتا ہے اسکے سامنے باقی ۴۳ نمبر تک تمام عصبات محروم رہتے ہین میت کی بیٹیان اسکے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہین۔
	۲	۲	میت کا پوتا	نیچے کے سب نمبر اسکے سامنے محروم ہین نمبر اوّل کے سامنے یہ خود محروم رہتا ہے۔
	۳	۳	میت کا پڑپوتا	نمبر اول و دوم کے سامنے خود محروم۔ نیچے کے نمبر اسکے سامنے سب محروم
	۴	۴	میت کا سکڑپوتا	نیچے والے اسکے سامنے محروم اوپر والون کے سامنے خود محروم

درجہ	نمبر باہم	نمبر سلسلہ	نام رشتہ عصبہ کا	حالت وکیفیت وغیرہ
درجۂ دوم	۱	۵	میت کا باپ	اوپر والوں کے سامنے عصبہ ہونیکی وجہ سے کچھ پائیگا البتہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصّہ مقررہ ملیگا۔
	۲	۶	میت کا دادا	اپنے سے پہلے نمبروں کے سامنے عصبات کے حق سے محروم نیچے والے اسکے سامنے محروم
	۳	۷	میت کا پڑدادا	״
	۴	۸	میت کا سکڑدادا	״
درجۂ سوم	۱	۹	میت کا حقیقی بھائی	بہن موجود ہو تو اسکے ساتھ عصبہ ہو جائیگی
	۲	۱۰	میت کا علاتی بھائی	اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہو تو یہ محروم ہے علاتی بہن اسکے ساتھ عصبہ ہوگی۔
	۳	۱۱	حقیقی بھائی کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اسکے سامنے محروم
	۴	۱۲	علاتی بھائی کا بیٹا	״
	۵	۱۳	حقیقی بھائی کا پوتا	״
	۶	۱۴	علاتی بھائی کا پوتا	״
	۷	۱۵	حقیقی بھائی کا پڑپوتا	״
	۸	۱۶	علاتی بھائی کا پڑپوتا	״
درجۂ چہارم	۱	۱۷	حقیقی چچا یعنی باپ کا حقیقی بھائی	״
	۲	۱۸	باپ کا علاتی بھائی	״
	۳	۱۹	حقیقی چچا کا بیٹا	״
	۴	۲۰	علاتی چچا کا بیٹا	״
	۵	۲۱	حقیقی چچا کا پوتا	״
	۶	۲۲	علاتی چچا کا پوتا	״

[illegible]	نمبر خاص	نمبر سلسلہ وار	نام رشتہ عصبہ کا	حالت وکیفیت
[illegible]	۷	۲۳	حقیقی چچا کا پڑپوتا	اوپر والون کے سامنے خود محروم نیچے والون کے سامنے محروم
	۸	۲۴	علاتی چچا کا پڑپوتا	"
	۹	۲۵	باپ کا حقیقی چچا	"
	۱۰	۲۶	باپ کا علاتی چچا	"
	۱۱	۲۷	باپکے حقیقی چچا کا بیٹا	"
	۱۲	۲۸	باپکے علاتی چچا کا بیٹا	"
	۱۳	۲۹	باپکے حقیقی چچا کا پوتا	"
	۱۴	۳۰	باپکے علاتی چچا کا پوتا	"
	۱۵	۳۱	باپکے حقیقی چچا کا پڑپوتا	"
	۱۶	۳۲	باپکے علاتی چچا کا پڑپوتا	"

اس نقشہ مین ایک نمبر تو خاص ہر ایک درجہ کا ڈالا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ وارث خاص اپنے درجہ مین کس نمبر پر ہے مثلاً اگر شروع سے شمار کرین تو حقیقی بھائی کا پوتا نمبر ۱۳ پر ہے لیکن خاص درجہ سوم کے لحاظ سے دیکھین تو پانچوین نمبر پر ہے لیکن اس نمبر سے ناواقف لوگونکو زیادہ فائدہ نہوگا نام فہم نمبر دوسرا ہی یعنی نمبر سلسلہ وار اسی نمبر کے لحاظ سے یہ پختہ اور قطعی قاعدہ سمجھہ لو کہ اس نقشہ مین جسقدر عصبات لکھدیے ہین اُن مین سے جب تک پہلے نمبر والا موجود ہوگا پچھلے نمبر والیکو کچھ حق نہین پہونچیگا مثلاً جب نمبر ۴ والا موجود ہے تو نمبر ۵ سے ۳۲ تک سب محروم ہین اسیطرح جب نمبر ۱۲ موجود ہے تو اسی ۳۲ تک سب محروم ہین یہ بات نمبر سلسلہ وار کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگی بلکہ اگر نمبر کا بھی خیال نہ کرین تو صرف اسقدر سمجھنا کافی ہے کہ اس فہرست مین جو پہلے لکھا گیا ہے اُسکے سامنے اُس سے پچھلے سب محروم ہونگے یہ ممکن ہے کہ ان ۳۲ عصبات مندرجہ نقشہ کے علاوہ کوئی جدید عصبہ دور کے سلسلہ کا نکل آوے مثلاً نمبر ۳۲ کے بعد علاتی بھائی کے پوتے کا پوتا موجود ہو اور وارث ہو جاوے اور اُسکو حصہ ملنے دو لیکن یہ جسقدر لکھدیے گئے ہین (اور عموماً چار پشت تک لکھے ہین) اُن مین ممکن نہین کہ اوپر والا موجود ہو اور نیچے والون کو حصہ ملجائے مثلاً یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ نمبر دس کی موجودگی مین نمبر ۱۱ وغیرہ کو کچھ ملجاے بس یہ یقینی قاعدہ یاد رکھو کہ اس نقشہ مین لکھے ہوئے عصبات مین سے جب تک اوپر والا موجود

ملا یعنی عصبہ ہونے کے لحاظ سے کچھ نہ ملیگا باپ دادا اگر ذوی الفروض بنکر حصہ پائین تو مضائقہ نہین ۱۲

چھٹا باب ذوی الارحام کا بیان

یہ بحث نہایت دشوار اور عام لوگون پر اسکا سمجھنا مشکل ہے اور ضرورت بھی کم پڑتی ہے اسلئے کہ ابھی بیان ہوا ہے کہ کوئی نہ کوئی عصبہ ہر میت کا ضرور موجود ہوتا ہے پہلی دوسری سوین بلبسوین پشت کا شریک اگر موجود بھی نہ ہو تو ایسا کون شخص ہے جسکے پچاس ساٹھ سو دو سو اوپر کی پشت مین بھی کوئی شریک ہی نہ ہو دیکھو جتنے سید ہین سب آخر علی رضی اللہ عنہ پر جاکر ملجاتے ہین جنکا نسب آپ کی اولاد ہین اسیطرح جتنے صدیقی شیخ ہین سبکا سلسلہ نسب ابوبکر رض پر جاکر پہونچتا ہے علی ہذا القیاس فاروقیون کا عمر رضی اللہ عنہ پر لیکن چونکہ یہ معلوم ہونا دشوار ہوتا ہے کہ کون شخص کس پشت مین یکے شریک ہے اسلئے خیال کیا جاتا ہے کہ عصبہ کوئی موجود ہی نہین ایسی صورت مین ذوی الارحام وارث ہوتے ہین ان وجوہ سے مناسب تو یہی تھا کہ ذوی الارحام کے بیان کو ہم بالکل چھوڑ دیتے لیکن چونکہ وارثون کی اقسام مین بندہ نے ان کا ذکر کردیا تھا اور فرائض مین یہ ایک مستقل بحث ہے اسلئے اسکا ذکر بالکل چھوڑنا گوارا نہوا پھر باوجود ارادۂ اختصار کے یہ بیان بہت طویل ہوگیا

باب چہارم کے مقدمہ مین وارثون کی اقسام مین فقیر نے بتلایا تھا کہ ذوی الارحام وہ[سلہ] وارث ہین کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہون اور عصبہ بھی کوئی نہو تو انکو میراث پہونچے کیونکہ اگر عصبہ موجود ہے تو ذوی الفروض سے بچا ہوا وہ لیگا اور اگر عصبہ کوئی نہین تو ذوی الفروض سے جوکچھ باقی رہیگا وہ دوبارہ حصہ رسد انھین پر تقسیم کردیا جائیگا۔ (ملاحظہ کرو باب ہفتم فصل سوم)

ہان جب ذوی الفروض و عصبہ کوئی نہو تو ذوی الارحام کے وارث ہونیکا نمبر آتا ہے۔ مگر دو ذوی الفروض ایسے مہربان ہین کہ اُن کی موجودگی مین بھی ذوی الارحام کو حصہ پہونچ سکتا ہے وہ زوجہ اور شوہر ہین۔ یعنی اگر کسی میت کے صرف زوجہ باقی رہے اور اسکے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہو تو اُسکی وجہ سے ذوی الارحام محروم نہون گے بلکہ اُسکو چوتھا حصہ دیکر باقی مال ذوی الارحام کو دیا جائیگا

سلہ تفہیم عوام کے لئے تعریف مین تسامح کیا گیا نیز اسلئے کہ مغائرت خود معلوم ہو رہی ہے

علی ہذا القیاس اگر صرف شوہر موجود ہو تو وہ ذوی الارحام کے حصّہ مین خلل انداز نہو گا بلکہ نصف اپنا حق لیکر باقی ذوی الارحام کے لئے چھوڑ دیگا

غرض عصبات تو سب ایسے ہین کہ ذوی الارحام اُنکے سامنے حصّہ اور میراث نہین پا سکتے اور منجملہ بارہ[۱] ذوی الفرض کے دس[۲] ذوی الفروض ایسے ہین کہ اگر اُن مین سے کوئی ایک بھی موجود ہوگا تو ذوی الارحام کا کچھ حق نہ ہوگا - اور دو[۳] ایسے ہین کہ اُن کی موجودگی مین بھی ذوی الارحام میراث پا سکتے ہین -

قاعدۂ اوّل - عصبات کیطرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہین اور جب تک اوّل درجے والے موجود ہوتے ہین دوم درجہ والون کو میراث نہین ملتی اسیطرح دوم درجہ کی موجودگی مین سوم درجے والے محروم رہتے ہین اور سوم درجے والون کے سامنے درجۂ چہارم کو کچھ حصّہ نہین ملتا بلکہ جب تینون درجون کے ذوی الارحام مین سے کوئی نہو تب چوتھے درجے والون کو ترکہ پہونچتا ہے وہ چار درجے یہ ہین جنکو ہم تیسرے قاعدے کے بعد علٰحدہ علٰحدہ فصلون مین بیان کرینگے

درجہ اوّل خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات مین داخل نہین[۱]

درجہ دوم - میت کے اصول جو ذوی الفروض اور عصبات نہین جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ

درجہ سوم - میت کے ماں باپ کی اولاد جو ذوی الفروض و عصبہ نہین جیسے بھانجا بھانجی[۲] بھتیجی

درجہ چہارم دادا اور دادی اور نانی کی اولاد جیسے پھوپھی - خالہ - ماموں - اخیافی چچا وغیرہ

قاعدہ دوم - عصبات مین یہ قاعدہ تھا کہ ایک درجہ کے وارثون مین جو سب سے قریب ہوتا تھا وہ مستحق ہوتا تھا اور جو اُس سے بعید ہوتے وہ سب محروم رہتے - یہان ذوی الارحام مین یہ قاعدہ بھی جاری ہے اور ایک اور قاعدہ بھی ملحوظ رہتا ہے جو اب بیان ہوتا ہے -

قاعدہ سوم جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہین کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسوقت ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اُس شخص کی اولاد پر مقدم رہین گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اسکو میراث نہ ملتی -

مثال عبدالرحیم کا انتقال ہوا - اُس نے ایک بیٹی پوتی کی بیٹی چھوڑی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چھوڑے اب اسکا ترکہ پوتی کی بیٹی کو پہونچے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہینگے - اسلئے کہ اگر عبدالرحیم

[۱] جیسے نواسہ نواسی وغیرہ ۱۲ [۲] اخیافی بھائی کا بیٹا بھی وغیرہ ۱۲

کے انتقال کیوقت پوتی بھی زندہ ہوتی اور نواسی بھی تو پوتی کو میراث ملتی نواسی محروم رہتی اسی لحاظ سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہی۔

فصل اول ذوی الارحام کا پہلا درجہ

ذوی الارحام نمبر اوّل نواسہ نواسی

ذوی الارحام مین یہ سب سے مقدم اور اوّل نمبر کے وارث ہین انکے سامنے اور کوئی ذوی الارحام وارث نہین ہو سکتا جب ذوی الفروض اور عصبا مین سے کوئی موجود نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہین۔ اگر ان مین سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لیگا اور اگر دو چار ہون تو باہم برابر تقسیم کر لین مرد کو دُہرا اور عورت کو اکہرا حصّہ ملیگا جیسا کہ عصبات مین حال ہوتا ہے

تنبیہ۔ یہ جو کہا گیا کہ جب ذوی الفروض نہون تو ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے اس سے دہی دس ذوی الفروض مُراد ہین کیونکہ زوجہ اور شوہر کی موجودگی مین تو ذوی الارحام کو حصہ ملجاتا ہی جسکا بیان عنقریب مفصل گذر چکا ہے۔ اسیطرح ذوی الارحام کی تمام بحث مین جس جگہ یہ بتلایا جاویگا کہ جب عصبہ اور ذوی الفروض نہون تو فلان شخص کو میراث ملے گی وہان بھی صرف دس ذوی الفروض سمجھنا چاہئے کیونکہ گیارھوین اور بارھوین ذوی الفروض یعنی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے ذوی الارحام کی میراث مین نقصان نہین آتا۔

ذوی الارحام نمبر دوم پوتی کی اولاد یعنی بیٹے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ سب نمبر اوّل کے سامنے محروم رہتے ہین کیونکہ وہ میت سے قریب اور یہ بعید ہین۔ اگر نمبر اوّل نہو تو یہ وارث ہوتے ہین۔

(۲) اگر کئی مرد یا کئی عورتین ہون تو باہم برابر تقسیم کر لین اور اگر مرد عورت دونون ملے ہوئے ہون تو مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ ملیگا۔

(۳) انکے سامنے ذوی الارحام نمبر سوم محروم رہینگے کیونکہ نشست اور علاقہ کے اعتبار سے اگرچہ یہ نمبر سوم کے برابر اور مساوی ہین۔ لیکن چونکہ یہ پوتی کی اولاد ہین اسلئے نواسہ نواسی کی اولاد انکے سامنے محروم رہے گی جسطرح پوتی کے سامنے نواسا نواسی محروم رہتے ہین کیونکہ پوتی

ذوی الفروض ہے اور نواسی ذوی الارحام

ذوی الارحام نمبر سوم میت کے نواسہ اور نواسی کی اولاد (بیٹا۔ بیٹی)

(۱) یہ نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہین اسلئے کہ وہ انسے زیادہ قریب ہے اور نمبر دوم کے سامنے بھی محروم رہتے (حالانکہ نمبر دوم انسے قریب نہین بلکہ برابر کا رشتہ ہے) اسلئے کہ نمبر دوم وارث کی اولاد ہین یعنی پوتی کی اور یہ نمبر سوم نواسی نواسہ کی اولاد ہین جو وارث نہین ہوتے یعنی پوتی کے سامنے محروم رہا کرتے ہین اسلئے انکی اولاد بھی پوتی کی اولاد کے سامنے محروم رہی

(۲) اگر ان مین سے کوئی تنہا ہو تو تمام مال کا مالک ہو جائیگا۔ اور اگر کئی آدمی ہون تو باہم شریک ہو جائین گے

(۳) شریک ہونیکی صورت مین اگر سب اولاد نواسیون کی ہے (خواہ ایک نواسی کی اولاد ہو یا کئی نواسیون کی اولاد ہو) تو باہم تقسیم کرنے مین بلا تکلف مرد کو دُہرا حصّہ ملیگا اور عورت کو اکہرا۔ اسیطرح اگر سب موجودہ لوگ نواسون کی اولاد ہین (خواہ ایک نواسے کی اولاد ہون یا کئی نواسون کی ہون) تو بھی باہم تقسیم کرنے مین بسہولت لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کا لحاظ رہیگا یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔

(۴) اگر کچھ اولاد نواسون کی ہو اور کچھ نواسیون کی تو دونون طرف کے مرد و عورت کو کچھ لحاظ نہوگا بلکہ کل مال متروکہ کے تین حصے کر کے دو حصّے نواسے کی اولاد کو دئے جائین گے وہ باہم لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ تقسیم کر لینگے اور ایک حصّہ نواسی کی تمام اولاد کو دیا جائے گا اس تہائی مین نواسی کی سب اولاد باہم شریک رہے گی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ ملیگا۔

شرح یہان یہ نہین کیا گیا کہ سب موجودہ اور زندہ وارثون کو دیکھکر مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصّہ دیدین بلکہ اُن اصل ذوی الارحام کا لحاظ کیا ہے جنکی یہ اولاد ہین۔ نواسہ سب سے پہلا اور سب سے اوپر کا ذوی الارحام ہے وہ چونکہ مرد ہے لہذا اسکی اولاد کو دو تہائی دینگے (پھر وہ اسکو باہم لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ تقسیم کر لینگے۔) اور نواسی چونکہ سب سے اوپر کی ذوی الارحام عورت ہے اُسکی سب اولاد کو ایک تہائی ملیگا (پھر وہ اسکو باہم حسب قاعدہ تقسیم کر لین گے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا) لیکن یہ بات صرف اسیوقت ہے جبکہ نواسہ کی اولاد بھی

موجود ہو اور نواسی کی بھی۔ ورنہ اگر صرف نواسے کی اولاد وارث ہے یا صرف نواسی کی اولاد ہے تو ان مین بلا تکلف خود موجودہ وارثون کو دیکھکر مرد کو دُہرا دینگے عورت کو اکہرا چنانچہ ابھی قاعدہ نمبر ۳ مین چند سطر پہلے گذر چکا ہے۔

ذوی الارحام نمبر چہارم پوتے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ نمبر ۳ کے سامنے محروم رہتے ہین کیونکہ وہ ان سے ایک پشت مقدم اور قریب ہین

(۲) جب نمبر سوم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہو تو یہ سب مال کے مستحق ہوتے ہین پس اگر ایک ہی شخص ہے تو وہی مالک ہو جائیگا اور اگر کئی آدمی ہون تو شریک رہینگے

(۳) مرد کو دُہرا حصہ ملیگا عورت کو اکہرا یعنی خود موجودہ وارثون کے مرد عورت ہونیکے لحاظ سے حصہ دیا جائے گا۔

(۴) نمبر پنجم کے ذوی الارحام ان کے سامنے محروم رہتے ہین۔

ذوی الارحام نمبر پنجم الف میت کی پوتی کے پوتا پوتی نمبر پنجم ب میت کی پوتی کی نواسا نواسی

(۱) جب نمبر چہارم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہین۔

(۲) اگر ان مین سے صرف ایک شخص موجود ہے تو کل مال اُسی کو ملیگا۔ اگر چند آدمی ہین تو شریک رہین گے سب مرد ہین تو برابر ورنہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔

(۳) چند آدمی اگر صرف نمبر ۵ الف کی طرف کے ہین تو مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کیا جائے۔ اسیطرح اگر نمبر ۵ ب کی طرف کے لوگ موجود ہین الف کی طرف کا کوئی بھی نہین تب بھی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائے۔

(۴) اگر نمبر الف کی طرف کے وارث بھی موجود ہین اور نمبر ب کی طرف کے بھی ہین یعنی دونون طرف کے وارث ملے ہوئے موجود ہین تو کل مال مین سے نمبر الف والون کو دو تہائی دیا جائے اور نمبر ب والون کو ایک تہائی اور نمبر الف والے اپنے دو تہائی کو باہم لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ تقسیم کر لینگے اور نمبر ب والے اپنے ایک تہائی کو اسی قاعدہ سے باہم بانٹ لینگے۔ الف والون کو دو چند حصہ ملنے کی وجہ ذوی الارحام نمبر سوم کے بیان مین چوتھے قاعدہ کی شرح مین گذر چکی ہے کہ جب دونون قسم کے وارث موجود ہون تو اوپر والے اصل وارث ذوی الارحام

۱؎ یعنی نمبر الف والے مرد کی اولاد اور نمبر ب والے عورت کی اولاد ہونگے

کا اعتبار ہوتا ہے - یہان چونکہ الف نمبر ۵ والے پوتی کے بیٹے کی اولاد ہیں اسلئے انکو دہرا ملیگا اور ب نمبر ۵ چونکہ پوتی کی بیٹی کی اولاد ہین انکو اکہرا پہونچے گا۔

(٦) یہ وارث یعنی پوتی کے پوتا پوتی وغیرہ نواسہ نواسی کے پوتا پوتی وغیرہ سے مقدم ذکر اب نمبر ٦ [1] مین ہوگا اسلئے کہ اُنکے سب سے اوپر کے درجے مین وارث نواسہ نواسی ہیں اور اس نمبر ۵ کے وارثون مین سب سے اوپر والی وارث پوتی ہے چونکہ پوتی کے سامنے نواسہ نواسی محروم رہا کرتے ہین اسلئے اُنکے نیچے کے درجون کی اولاد مین بھی یہی قاعدہ جاری رہا

ذوی الارحام نمبر ٦ - الف نواسہ کے پوتا پوتی - نواسہ کے نواسا نواسی

ذوی الارحام نمبر ٦ ب نواسی کے پوتا پوتی - نواسی کے نواسا نواسی

(۱) جب نمبر پنجم تک کوئی وارث موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہین -

(۲) اگر ان مین سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال کا وہی وارث ہو جائیگا۔

(۳) اگر الف والون مین صرف نمبر اول موجود ہین تو باہم تقسیم کرلین مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا - اسیطرح اگر الف نمبر دوم موجود ہین الف نمبر اوّل کا کوئی نہین تب بھی عورت کو اکہرا مرد کو دُہرا حصّہ دیا جائیگا۔

(۴) اگر ب والون مین صرف نمبر اوّل کے چند آدمی موجود ہین تو باہم تقسیم کرلین مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا - اسیطرح اگر ب نمبر دوم موجود ہین ب نمبر اوّل کوئی نہین تب بھی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا جائے گا

(۵) اگر الف کی طرف کے بھی بعض وارث موجود ہین اور ب کی طرف کے بعض لوگ زندہ ہین تو پھر یہان وہی صورت آجائیگی کہ اصل کا اعتبار ہوگا پس الف کی طرف کے جو وارث موجود ہین انکو دُہرا حصہ ملیگا کیونکہ وہ نواسے کی اولاد ہین جو مرد تھا - اور ب کی طرف کے جسقدر وارث موجود ہون اُن سب کو کل مال مین سے ایک تہائی ملیگا - اب الف والے اپنے دو تہائی کو لیکر اور ب والے اپنے ایک تہائی کو لیکر باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلینگے یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ

مثال مسئلہ (۴۵) ثلہ

الف ۳۰			ب نمبر ٦	
نمبر ٦ نواسے کا پوتا	نواسے کا پوتا	نواسہ کی پوتی	نواسی کا پوتا	نواسی کی پوتی
۱۲	۲	٦	۱۰	۵

[1] اس مقام بیان مین نمبر ٦ سے مراد ذوی الارحام کے درجۂ اوّل کا نمبر ٦ ہے جسکا ذکر ہو رہا ہے - ۱۲

یہان نمبر۲ الف اور نمبر۲ ب کی طرف کے وارث ملے ہوئے ہین اگر خود ان سب کے مرد عورت عورت ہونیکا اعتبار کرتے تو آٹھ سہام کرکے ایک ایک حصہ دونون عورتون کو دیدیتے اور دو دو حصے تین مردون کو لیکن ہمنے ایسا نہین کیا بلکہ کل مال مین سے دو تہائی نواسے کی اولاد کو دیا (یعنی ۴۵ مین سے ۳۰ سہام) اور ایک تہائی نواسی کی اولاد کو دیا۔ (یعنی ۴۵ مین سے ۱۵) پھر الف والون کو جو دو تہائی ملا تھا اُس مین سے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا (یعنی مردون کو ۱۲ عورتکو ۶) اور ب والون کو جو ایک تہائی دیا گیا تھا اُس مین سے مرد کو دوچند حصّہ دیا (یعنی مرد کو ۱۰ عورتکو ۵)

یہانتک ذوی الارحام کے پہلے درجہ مین نواسہ نواسیون کے پوتا پوتی اور اُنکے نواسہ نواسی اور پوتے اور پوتیون کے نواسون اور پوتیون تک بیان ہو چکا۔ اسی طرح دور تک سلسلہ چل سکتا ہے یعنی نواسہ نواسی کے پوتا پوتی کی اولاد اور پھر اُن کی اولاد در پھر اُنکی اولاد در اولاد اسیطرح پوتا پوتیون کے نواسے نواسیون کی اولاد در اولاد۔ مگر چونکہ اسقدر دور کے ذوی الارحام عموماً کسی کے موجود نہین ہوتے اسلئے ہم اس سے زیادہ تفصیل لکھکر ذہن ناظرین کو پریشان نہین کرتے (اسقدر بھی شاید بہت سے حضرات نہین سمجھ سکینگے) اور درجۂ اوّل کے ذوی الارحام کا ایک مُفید شجرہ لکھکر اس درجہ کے بیان کو ختم کرتے ہین۔

شجرہ۔ ملاحظہ کرنیسے بھی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ پشت اوّل مین کوئی ذوی الارحام نہین دوسری پشت مین نواسہ نواسی ہین جو سب سے اوّل نمبر کے ذوی الارحام ہین اور ہمنے نمبر اول مین انکو بیان کیا ہے۔ تیسری پشت مین ذوی الارحام پوتی کی اولاد ہین اور چار ذوی الارحام نواسہ نواسی کی اولاد ہین اور چوتھی پشت مین چھ ذوی الارحام بیٹے کی اولاد مین ہین اور آٹھ بیٹی کی اولاد

فصل ۲ ذوی الارحام کا دوسرا درجہ

نانا۔ نانی فاسدہ۔ دادا فاسد۔ دادی فاسدہ۔

جب درجہ اوّل کے ذوی الارحام مین سے کوئی بھی موجود نہو (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی نہون) تو درجہ دوم کے ذوی الارحام تک میراث پہونچے گی آپکو یاد ہوگا کہ ہمنے ذوی الفروض مین بیان کیا تھا کہ ایسا دادا جسکے رشتہ مین عورت کا واسطہ اثر نہ کرے وہ ذوی الفروض مین سے ہی جیسے باپ کا باپ۔ دادا کا باپ اسکا باپ

نقشہ نمبر ۹ یعنی شجرۂ ذوی الارحام درجۂ اول تا چار پشت متعلقہ فصل اول باب ششم مفید الوارثین

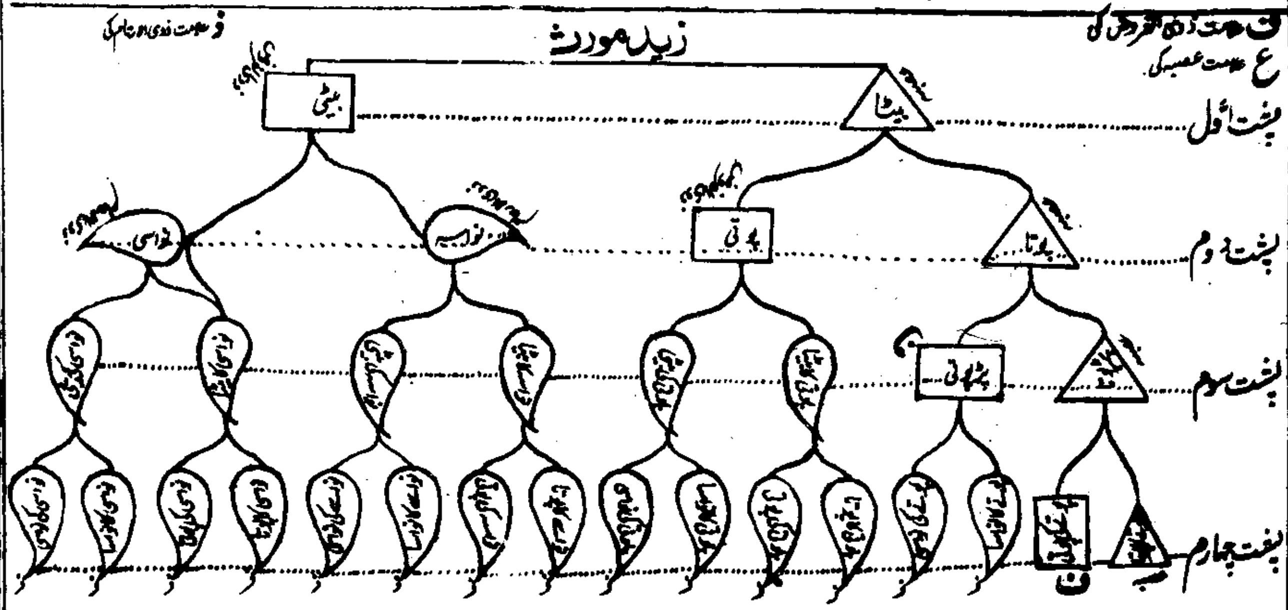

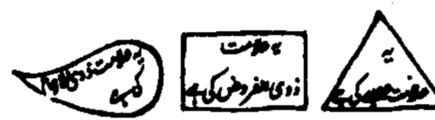

قاعدۂ اول بیٹے کا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا سب عصبات ہیں۔ قاعدۂ سوم پوتی کی مذکر و مؤنث اولاد سب ذوی الارحام ہیں

قاعدۂ دوم بیٹی کی تمام اولاد ذوی الارحام ہیں مذکر ہو یا مؤنث قاعدۂ چہارم علیٰ ہذا القیاس پڑپوتی کی اولاد سب ذوی الارحام ہیں

اسیطرح اوپر تک - اور جسکے رشتہ مین عورت کا واسطہ آجائے وہ ذوی الارحام مین داخل ہی جیسے باپ کی ماں کا باپ (یعنی دادی کا باپ) یا دادی کا نانا و دادا وغیرہ (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل دوم دادا کا حال) اب یہاں حسب وعدہ اُنھین دادون کا بیان آگیا جنمین عورت کا واسطہ ہے اور اُن کو جدّ فاسد کہتے ہین اور ذوی الارحام مین داخل ہین -

دادی و نانی کے بیان مین ہمنے کہا تھا کہ نانیان دادیان دو قسم کی ہین - صحیحہ اور فاسدہ صحیحہ کو ذوی الفروض مین بخوبی سمجھا دیا تھا اور فاسدہ کو ذوی الارحام مین ذکر کرنیکا وعدہ کیا تھا وہ بھی اب وفا کیا جاتا ہے -

پس ایسے ذوی الارحام جنکے ذکر کا وعدہ ہو چکا ہے تین ہوئے - دادا فاسد - دادی فاسدہ نانی فاسدہ - لیکن اس درجہ کے ذوی الارحام صرف تین ہی نہین بلکہ اسی درجہ کا ایک اور بھی ذوی الارحام ہے جسکا ذکر اب تک نہین ہوا یعنی نانا[1] لہذا درجہ دوم مین چار قسم کے ذوی الارحام ہوئے - دادا فاسد - دادی فاسدہ - نانی فاسدہ - تمام نانا -

اب ہم انکا ذکر نمبر وار کرتے ہین کیونکہ انمین بھی جو میت سے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ مقدم ہوتا ہے اُسکے سامنے دور والے محروم ہو جاتے ہین - مثلاً نمبر اوّل کے سامنے نمبر دوم کے ذوی الارحام محروم رہینگے اسیطرح نمبر سوم سے نمبر دوم والے مقدم ہین - جب تک اوپر کا وارث ذوی الارحام موجود ہوگا نیچے والون کو کچھ نہ ملیگا -

درجہ دوم مین چار نمبرون کے ذوی الارحام ذکر کئے جاتے ہین -

ذوی الارحام[2] ‌نمبر ۱ - ماں کا باپ یعنی نانا

(۱) جب درجہ اوّل کے ذوی الارحام مین سے کوئی موجود نہو (اور ذوی الفروض و عصبہ بھی نہون) تو تمام ترکہ کا وارث نانا ہوگا - نہ اسکا کوئی شریک ہے نہ ہمسر اور اس درجہ

---

[1] چونکہ نانا کوئی عصبہ یا ذوی الفروض نہین اور نہ اسکی دو قسمین ہین - لہذا اب تک اس کا ذکر نہین آیا تھا اور نہ اسکی دو قسمین ہوئین کیونکہ نانا سب جد فاسد ہین صحیح کوئی نہین ۱۲

[2] اہل علم معاف فرماوین احقر نے آسانی کے لئے جابجا مفرد کے لئے بھی ذوی الارحام کا لفظ لکھدیا ہے تاکہ عوام کو ذی رحم اور ذوی الارحام مین فرق مشکل نہ پڑے ۱۲

دوم مین نہ کوئی اس سے مقدم ہے نہ برابر۔
(۲) اگر درجۂ اوّل کے ذوی الارحام مین سے کوئی ایک بھی موجود ہو (یا عصبہ[۱] ذوی الفروض مین سے کوئی موجود ہو) تو نانا محروم رہے گا
یادداشت۔ اوّل مرتبہ جب ہمنے بیان کیا کہ ذوی الارحام کو میراث جب مل سکتی ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات مین سے کوئی موجود نہو۔ وہان یہ بھی بتلادیا تھا کہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو وہان ذوی الارحام کو باقی مال ملسکتا ہے پس ذوی الارحام کی میراث کو روکنے والے زوجہ اور شوہر نہین انکے سوا جو دوسرے ذوی الفروض اور عصبے ہین وہ ذوی الارحام کے لئے حاجب ہین۔ اس بات کا ہر جگہ خیال رکھنا چاہیے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت نہین۔
(۳) نمبر دوم والے ذوی الارحام جواب مذکور ہونگے نانا کے سامنے محروم رہتے ہین۔
ذوی الارحام یہ ہے۔ باپ کا نانا (یعنی دادی کا باپ) مان کا دادا۔ مان کا نانا۔ مان کی دادی
یہ چار آدمی نمبر دوم کے ذوی الارحام ہین۔ تین مرد۔ اور ایک عورت۔
(۱) جب نمبر اوّل کا ذوی الارحام یعنی نانا موجود نہو تو انکو ترکہ ملتا ہے۔ اگر ان مین سے صرف ایک شخص موجود ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) تو کل مال اُسی کو ملیگا۔ اگر دو تین چار یا زیادہ موجود ہون تو باہم تقسیم کرلیں۔ اگر مرد ہی مرد ہون تو باہم برابر تقسیم کرلین۔ اور اگر عورت (یعنی مان کی دادی) بھی ہو تو اُسکو مردون سے نصف حصہ ملیگا۔ یعنی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا
(۲) اگر درجۂ اوّل کے ذوی الارحام مین سے کوئی موجود ہو تو یہ نمبر دوم کے چارون ذوی الارحام محروم رہجائینگے
(۳) اگر نانا موجود ہو تب بھی یہ چارون میراث نہ پائینگے۔
ذوی الارحام ہے۔ گیارہ شخص بہ تفصیل مندرجہ ذیل
باپ کی طرف کے ذوی الارحام۔ پڑدادی کا باپ یعنی دادا کا نانا۔ دادی کا دادا یعنی باپ کے نانا کا باپ۔ دادی کا نانا یعنی باپ کی نانی کا باپ۔ دادی کی دادی یعنی باپ کے نانا کی مان
مان کی طرف کے ذوی الارحام۔ مان کا پڑدادا۔ مان کی دادی کا باپ۔ نانی کا دادا

[۱] ذوی الارحام مین ہر جگہ یہ شرط ہے کہ عصبہ اور ذوی الفروض موجود نہون صرف یاد دہانی کیلئے کہی جگہ لکھہ دیا جاتا ہے

نانی کا نانا۔ مان کی پڑدادی یعنی نانا کی دادی۔ مآن کی دادی کی مان یعنی نانا کی نانی
نانی کی دادی۔ یعنی مان کے نانا نانی کی مان
تیسرے نمبر پر یہ گیارہ ذوی الارحام ہین۔ اگر نمبر اوّل ودوم مین سے کوئی موجود نہو تو انکو
تمام مال ملجاتا ہے

(۱) اگر ان گیارہ مین سے صرف کوئی ایک مرد یا ایک عورت موجود ہو تو تمام مال اُسیکو
ملجائیگا۔

(۲) اور اگر پورے گیارہ ذوی الارحام یا دو چار دس پانچ موجود ہون بعض مان کی
طرف کے ہون بعض باپ کی طرف کے تو کل ترکہ کو باہم تقسیم کرلین (کیونکہ یہ سب لوگ ایک درجہ اور
ایک پشت کے ہین کوئی آگے پیچھے نہین اوپر نیچے نہین) باہم تقسیم تو کرین لیکن جو ذوی الارحام
باپ کی طرف کے ہون اُن سب کو کل مال مین سے دو ثلث دیدیا جائے۔ اور مان کی طرف کے
جسقدر وارث موجود ہون انکو ایک تہائی دیا جائے۔ پھر یہ دونون طرف کے آدمی اپنے اپنے
مال کو حسب قاعدہ تقسیم کرلین یعنی مذکورہ بالا گیارہ ذوی الارحام مین سے پہلے چار شخص جو
باپ کی طرف کے ہین ان مین سے خواہ ایک موجود ہو یا دو تین یا چارون زندہ ہون اُنکو کل
مال مین سے دو تہائی دیدیا جائے گا اگر مرد ہی مرد زندہ ہون تو باہم اسکو برابر تقسیم کرلین اور
اگر عورت بھی زندہ ہو تو اُسکو مردون سے نصف حصہ دیا جائے اور پچھلے سات آدمی جو مان کی
طرف کے ہین انکو ایک تہائی کل مال مین سے دیدیا جائے خواہ وہ ساتون موجود ہون یا کم ہون
اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال کو وہی رکھ لیگا اور اگر دو چار ہین تو باہم تقسیم کرلین عورت کو
اکہرا مرد کو دوچند ملیگا۔ یہان اُن اصل رشتہ دارون کا لحاظ کیا ہے جنکے علاقے سے اِن موجودہ
وارثون کو میراث پہونچی ہے یعنی کل مال کے تین حصّہ کرکے دو ثلث باپ والون کی طرف دیدیے
اور ایک ثلث مان والون کو دیا گیا۔

(۳) اگر صرف باپ کی طرف کے چار ذوی الارحام مین سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور مان
کی طرف کا کوئی بالکل نہ ہو تو خود موجودہ آدمیون کا اعتبار کرکے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا
دیا جائے گا۔

(۴) اسیطرح اگر صرف مان کی طرف کے سات ذوی الارحام مین سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہ ہو تو خود موجود ہ لوگون کا لحاظ کرکے مرد کو دُہرا حصّہ دیا جائے گا عورت کو اکہرا

(۵) جب تک اِن مذکورہ بالا ذوی الارحام نمبر۳ مین سے کوئی شخص بھی موجود ہوگا ذوی الارحام نمبر۴ کو ہرگز میراث نہ پہونچے گی جنکا اب بیان ہوتا ہے۔

ذوی الارحام نمبر۴ - سات دادا فاسد چار دادیان فاسدہ

آٹھ نانا - سات نانیان فاسدہ

چھبیس ۲۶ آدمی درجہ چہارم کے ذوی الارحام ہین اور سب چوتھی پشت کے وارث ہین اسلئے سب ایک درجہ مین شمار ہوئے (تفصیل ان کی نقشہ نمبر ۵ سے معلوم ہوگی)

(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم مین کوئی موجود نہو تو انکو میراث ملتی ہے۔

(۲) اگر ان چھبیس مین سے صرف ایک شخص ہو تو کل مال وہی لیگا خواہ مرد ہو یا عورت

(۳) اگر دو چار یا زیادہ یا سب موجود ہون تو مال انمین تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر مان کی طرف کا کوئی ذوی الارحام موجود نہین صرف باپ کی طرف کے موجود ہین یعنی فاسد دادا اور فاسدہ دادیان۔ تو مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصّہ ملیگا۔

(۵) اسیطرح اگر صرف مان کی طرف کے وارث ہین یعنی چوتھی پشت کے نانے اور اسی پشت کی فاسدہ نانیان تو بھی مرد کو دُہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا

(۶) اور اگر کچھ وارث باپ کی طرف کے موجود ہین۔ اور بعض مان کی طرف کے بھی ہین تو باپ کی طرف والون کو کل مال مین سے دو تہائی ملیگا اور مان کی طرف والون کو ایک تہائی دیدیا جائے گا پھر دونون جانب کے لوگ اپنے مال کو حسب قاعدہ تقسیم کرلینگے جیساکہ ابھی نمبر سوم کے ذکر مین بیان ہوا

درجہ دوم کے ذوی الارحام کو ہمنے چار پشت تک بیان کیا ہے۔ اول پشت یعنی اوّل نمبر مین صرف ایک ذوی الارحام تھا (یعنی نانا) دوسری پشت یعنی نمبر دوم مین چار تھے۔ تیسرے نمبر اور تیسری پشت مین گیارہ تھے جو تھے درجہ مین چوتھی پشت کے چھبیس مرد و عورت

ذوی الارحام تھے۔ اب اگر پانچوین اور چھٹی اور ساتوین پشت کا حال لکھین تو ہر پشت مین مقدار و تعداد بڑھتی چلی جائے اور ساتوین پشت پر قریب دہ چند کے ہو جائے چونکہ ان کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے شاذ نادر ایسا ہوتا ہے کہ چوتھی پشت کے ذوی الارحام کسی کے زندہ ہون اسلئے چارہی پشت پر ختم کر دیا۔ انمین اوّل نمبر کے سامنے دوم محروم رہتا ہے اور دوم کے سامنے سوم و علی ہذا القیاس۔ چنانچہ ہر جگہ ہمنے صاف صاف بیان کر دیا ہے۔

نقشہ۔ اب ہم ایک فہرست و نقشہ لکھتے ہین جس سے اس درجہ دوم کے وارثون کی ترتیب خوب واضح ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جائیگا کہ فلان پشت مین کتنے نانا ہو سکتے ہین اور کسقدر فاسد دادیان اور کتنی فاسد نانیان ہو سکتی ہین جو ذوی الارحام مین داخل ہین۔

فرائض کی اکثر بلکہ کل کتابون مین یہ لکھا ہے کہ فاسد دادیان اور نانیان ذوی الارحام ہین اور صحیحہ دادیان و نانیان ذوی الفروض ہین۔ اسیطرح دادے اور نانے دو قسم کے ہین اور پھر صحیح و فاسد کے پہچاننے کے قاعدے لکھے ہین جو ہم طالب علمون کی سمجھ مین بمشکل آتے ہین عام ناواقف مسلمان بیچارے کیا سمجھین اسلئے ہمنے یہ جھگڑا نہین رکھا جو دادیان نانیان اور دادے ذوی الفروض تھے اُنکو چار پشت تک ذوی الفروض مین بیان کر دیا اور ان مین سے جو ذوی الارحام ہین انکو نام بنام اس ذوی الارحام کی بحث مین بیان کر دیا۔ اب اگر دیکھنے والا کچھ بھی سمجھ رکھتا ہوگا تو انشاء اللہ شبہ نہ رہے گا جب کبھی کسی دور کی نانی دادی نانا دادا کا حصہ اور حال دیکھنا منظور ہو اُسکے رشتے کو دیکھ لو اور پھر ذوی الفروض اور ذوی الارحام کے نقشے بلا و نمبرہ کو دیکھ لو کہ اس رشتہ کا نام کس جگہ لکھا ہے۔ اگر ذوی الفروض کے نقشے مین لکھا ہے تو ذوی الفروض سمجھو اور اگر ذوی الارحام کے نقشے مین ہے تو ذوی الارحام سمجھو اور پھر دیکھ لو کہ اس پشت مین اور کتنے آدمی وارث زندہ ہین۔ اگر اور بھی کوئی اسی پشت کا وارث زندہ ہے تو وہ بھی اسکے ساتھ شریک ہو جائیگا۔ اور یہ بھی غور کر لو کہ جسکا حال تمکو دیکھنا منظور ہے اس سے قریب درجہ اور پشت کا تو کوئی وارث موجود نہین اگر اس سے پہلی پیڑھی کا کوئی اور ایسا ہی وارث موجود ہے تو وہ قریب والا میراث پائیگا دور والا محروم رہے گا۔ ذوی الفروض دادا دادیون نانیون مین بھی یہی حال ہے اور ذوی الارحام مین بھی

نقشہ نمبر ۵ مشتمل بر ذوی الارحام درجہ دوم تا چہار پشت

یعنی نانا اور دادا فاسد اور فاسد دادیون اور فاسد نانیون کی ہر ایک پشت کی مفصل فہرست

تفصیل پشت و نمبر	باپ کی طرف کے ذوی الارحام	مان کی طرف کے ذوی الارحام	تعداد	کیفیت
پشت اوّل پہلا نمبر	پہلی پشت مین باپ کیطرف سے کوئی ذوی الارحام نہین	مان کا باپ یعنی نانا (اب الام)	۱	درجہ دوم مین یہ سب سے مقدم اور اول نمبر کا ذوی الارحام ہے۔
دوسری پشت یعنی نمبر دوم	باپ کا نانا یعنی دادی کا باپ	مان کا دادا۔ مان کا نانا مان کی دادی	۴	نمبر اوّل کے سامنے محروم رہین گے اور نمبر سوم انکی وجہ سے محروم ہوگا
تیسری پشت یعنی نمبر سوم	پڑدادی کا باپ دادی کا دادا۔ دادی کا نانا دادی کی دادی	مان کا پڑدادا۔ مان کی دادی کا باپ نانی کا دادا۔ نانی کا نانا۔ مان کی پڑدادی مان کی دادی کی مان۔ نانی کی دادی	۱۱	نمبر اول و دوم مین سے کوئی نہو تو یہ وارث ہوتے ہین نمبر ۱ انکے سامنے محروم ہین۔
چوتھی پشت یعنی نمبر چہارم	پڑدادا کا نانا۔ پڑدادی کا دادا پڑدادی کا نانا۔ دادی کا پڑدادا دادی کے باپ کا نانا۔ باپ کی نانی کا دادا باپ کی نانی کا نانا۔ پڑدادا کی دادی۔ دادی کی پڑدادی۔ دادی کے باپ کی نانی باپ کی نانی کی دادی	نانا کا پڑدادا۔ نانا کی دادی کا باپ۔ مان کی دادی کا دادا۔ (یعنی نانا کی مان کا دادا) مان کی دادی کا نانا۔ مان کے نانا کا دادا مان کے نانا کا نانا۔ مان کی نانی کا دادا۔ مان کی نانی کا نانا نانا کی پڑدادی۔ نانا کی دادی کی مان۔ مان کی دادی کی دادی۔ مان کی دادی کی نانی۔ مان کے نانا کی دادی مان کے نانا کی نانی۔ مان کی نانی کی دادی	۲۶	نمبر اول و دوم و سوم کے سامنے محروم رہتے ہین۔ پانچوین چھٹی وغیرہ پشتون کا اگر کوئی ذوی الارحام ہو تو ان کی وجہ سے محروم رہیگا

قاعدہ (۱) اگر درجہ اوّل کے ذوی الارحام مین سے کوئی موجود ہو تو یہ سب محروم رہتی ہین۔ (۲) ان مین جب اوپر والے نمبر کا کوئی شخص موجود ہو تو نیچے کے سب نمبرون والے محروم رہتے ہین۔ (۳) جب کسی نمبر مین کوئی ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی پائیگا (۴) اگر دو چار ہون اور سب مان کے طرف سے ہون یا سب باپ کی طرف کے ہون تو مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کیا جائے (۵) اگر دو چار ہون اور بعض مان کی طرف کے ہون اور بعض باپ کی طرف کے ہون تو باپ کی طرف والے مردون اور عورتون کو دوہرا اور مان کی طرف والے مرد و عورت کو اکہرا حصہ دیکر تقسیم کیا جائے (تفصیل پہلے گذر چکی ہے بذیل نقشہ متعلقہ صفحہ ۱۶۰)

فصل ۳ ذوی الارحام کا تیسرا درجہ

بہنون کی اولاد۔ بھائیون کی وہ اولاد جو عصبہ نہین

جب درجہ اوّل و دوم کے ذوی الارحام موجود نہون (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی کوئی نہو) تو درجۂ سوم کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہین۔ ان مین بھی جو میّت سے قریب علاقہ رکھتاہے وہ بعید سے مقدم ہے یعنی جن چار نمبرون کا ہم ذکر کرتے ہین اُنمین اوّل نمبر کے سامنے دوم نمبر والے محروم رہینگے اور دوم نمبر کی موجودگی مین سوم نمبر والے محروم ہونگے وعلی ہذا القیاس جیساکہ درجۂ دوم کے چار نمبرون مین عنقریب ابھی ترتیب مذکور ہو چکی ہے۔

ذوی الارحام نمبر ۱ دس شخص مندرجۂ ذیل

حقیقی بہن کا بیٹا ۱ بیٹی ۲۔ علاّتی بہن کا بیٹا ۳ بیٹی ۴۔ اخیافی بہن کا بیٹا ۵ بیٹی ۶۔ حقیقی بھائی کی بیٹی ۷ علاّتی بھائی کی بیٹی ۸۔ اخیافی بھائی کا بیٹا ۹ بیٹی ۱۰۔

درجۂ سوم مین یہ دس آدمی نمبر اوّل کے ذوی الارحام ہین یہ سب مساوی اور برابر ہین ان مین کوئی مقدم اور زیادہ مستحق نہین۔

(۱) جب درجۂ اوّل و دوم کے ذوی الارحام مین سے کوئی نہو تو انکو میراث ملتی ہے۔

(۲) اگر اِن دس ۱۰ مین سے صرف ایک ہی شخص موجود ہو تو بلا تکلف اسکو کل مال ملجائیگا۔

(۳) اگر چند آدمی ہین لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہین جب بھی بلا تکلف مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا ملجائیگا۔ مثلاً دس ۱۰ بھانجا بھانجی یعنی سگی بہن کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیان موجود ہین تو مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصّہ ملجائیگا۔

(۴) لیکن اگر چند آدمی موجود ہون اور کئی رشتہ دارون کی اولاد ہون تو ان مین باہم تقسیم ہونیکا حساب مشکل ہے غور سے سمجھو (اور اگر سمجھ مین نہ آوے تو چھوڑ دو)

حساب۔ جب یہ دس ۱۰ آدمی یا ان مین سے دو چار موجود ہون یا ایک ہی نام کے کئی عدد موجود ہون

سلہ۔ اگر ذوی الارحام کو اول سے شمار کرین تو یہ گیارھوان نمبر ہے اور اگر خاص تیسرے درجہ کے ذوی الارحام کو دیکھنا چاہین تو یہ اوّل نمبر ہے اسلئے نمبر ایک لکھا اور نیچے نمبر گیارہ لکھا۔ اسی طرح دوسری جگہ سمجھ لو۔

مثلاً تین بھانجے چار بھانجیاں پانچ بھتیجیاں تو ایسے وقت مین دو باتون کا لحاظ ضروری ہوگا اوّل یہ کہ جو شخص عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہیگا اور جو شخص عصبہ کی اولاد نہین بلکہ ذوی الارحام کی اولاد ہے وہ عصبہ کی اولاد کے سامنے میراث سے محروم رہیگا۔ دوسرے یہ کہ جب کئی آدمی مساوی درجہ کے مستحق ہون تو خود موجود لوگون کے مرد و عورت ہونیکا اعتبار نہین کرتے بلکہ انکی اصلون کو دیکھتے ہین کہ اگر وہ موجود ہوتے تو کس حساب سے حصّہ پاتے مثلاً بھتیجیاں بھائی کی اولاد ہین اور بھانجیاں بہن کی اولاد ہین تو بھائی کی موجودگی مین بہن کو جو حصّہ ملاکرتا تھا اسی حصہ کو لاکر بہن کی اولاد پر تقسیم کر دینگے اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کا قاعدہ جاری کرینگے اور بھائی کو جو حصّہ اوپر کے درجہ مین بوقت زندگی ملتا اسکو لاکر بھائی کی اولاد پر تقسیم کر دینگے لیکن اولاد کی تعداد کے مطابق اس حصّہ کو بڑہا دینگے مثلاً بہن کو ایک حصّہ ملتا ہے اور اب اُسکی اولاد ہے پانچ عدد تو سبکو ایک حصہ دیدینگے اور اسطرح پانچ حصّے بہن کی اولاد کو ملینگے اور بھائی کو چونکہ دو حصے ملتے ہین لہذا اسکی تمام اولاد کو دو دو حصے دیدے اور چونکہ تعداد اسکی اولاد کی چار تھی لہذا گو یا بھائی کو بجائے دو کے آٹھ حصے ملے کیونکہ اُسکی اولاد کی تعداد کیموافق ہمنے اُسکے حصے کو بڑہا دیا تھا اور ہمشیرہ کو بجائے ایک حصّہ کے پانچ حاصل ہوئے کیونکہ اسکی اولاد پانچ ہین اب ہم ایک مثال اور سوال و جواب لکھکر سمجھانا چاہتے ہین شاید کہ ان سے کسی کی سمجھ مین اصل مقصود بخوبی آجائے۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اُسکے کوئی وارث عصبون اور ذوی الفرض مین سے موجود نتھا تین بھتیجیاں دو بھانجے اور دو بھانجیاں کُل سات وارث چھوڑے۔ اب اگر موجودہ مرد و عورت کا لحاظ کرین اور انکی اصلون کا اعتبار نہ کرین تو کل مال کے نو حصّے کرکے دو دو فی کس دونون مردون کو دیدین اور ایک ایک فی آدمی پانچ عورتون کو دیدین لیکن ایسا نہین کیا بلکہ انکی اصلون کو دیکھا بھتیجیونکی اصل ہے بھائی اور بھانجا بھانجی کی اصل ہے ہمشیرہ اور بھائی بہن مین جو مال تقسیم ہوتا

سلہ۔ سوال۔ آپنے بتلادیا کہ جو ذوی الارحام عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہیگا۔ لیکن اگر کوئی شخص ذوی الفرض کی اولاد ہو اور دوسرا ذوی الارحام کی اولاد ہو تو یہ ذوی الفرض کی اولاد اس سے مقدم رہیگی یا نہین۔ جواب اس درجہ سوم مین یہ ہو ہی نہین سکتا کہ ذوی الارحام کی اولاد اور ذوی الفرض کی اولاد ایک نمبر پر آجادین اور مقابل ہوجائین ۱۲

تو دو حصے بھائی کو ملتا ہے اور ایک حصہ بہن کو لہذا کُل مال کو (جو تیس ۳۰ روپیہ تھا) تین حصے کرکے ایک حصہ بہن کو دیا اور دو حصے بھائی کو پھر حسب بیان مذکور سابق بہن کی اولاد کی تعداد چونکہ چار تھی لہذا (حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ) اسکو اکہرے چار حصّے دئے اور بھائی کی اولاد چونکہ تین ۳ تھی لہذا بھائی کی طرف تین حصّے دُہرے دُہرے رکھدئے کیونکہ بھائی کو دُہرا حصّہ ملتا تھا پس اب کل مال مین سے (جسکی مقدار تیس روپیہ تھی) دُہرے دُہرے تین حصّے یعنی اکہرے چھ ۶ حصّے بھائی کی اولاد کو دئے (چھ ۶ حصے مین اٹھارہ روپیہ ہوئے یعنی فی حصہ تین روپیہ) اور ہمشیرہ کی اولاد کو چار حصّے دئے (یعنی ۱۲ روپیہ) بس اب ان چار حصون کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کردیا دونون بھانجون کو چار چار روپیہ اور دونون بھانجیون کو دو دو روپیہ اور وہ جو چھ حصے یعنی اٹھارہ روپیہ بھائی کی اولاد کو دئے گئے تھے انکو اُسکی تینون بیٹیون پر تقسیم کردیا فی بیٹی چھ روپیہ۔ صورت اُسکی یہ ہے۔

بھائی کی اولاد کو چھ حصّے یعنی اٹھارہ ۱۸ روپیہ دئے گئے (کُل مال ۳۰ تقسیم شد بر دس حصّے) بہن کی اولاد کو چار حصے یعنی ۱۲

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
دو حصّے	دو حصّے	دو حصّے	دو حصّے	دو حصّے	یک حصّہ	یک حصّہ
ے ر	سے ر	ے ر	للعہ ر	للعہ ر	ع ر	ع ر

غرض بھائی کو جو حصہ پہونچتا تھا اُسکو اُسکی اولاد کی تعداد کیموافق بڑھا لیا اور پھر اُنھین پر تقسیم کردیا اسیطرح ہمشیرہ کو جو حصّہ ملتا اُسکی اولاد کی تعداد کیموافق بڑھا کر اُنھین پر تقسیم کردیا یعنی کُل مال کے دس حصے ہوکر چھ بھائی کی طرف پہونچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے اور چار حصہ ہمشیرہ کی طرف پہونچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے۔

سوال۔ اگر صورت مذکورۂ بالا مین ایک بھتیجا بھی موجود ہوتا تو پھر حصّہ کسطرح تقسیم ہوتا۔

جواب۔ بھتیجا چونکہ عصبہ ہے لہذا اگر وہ موجود ہوتا تو کُل مال اُسیکو پہونچ جاتا اور بھتیجیان اور بھانجے وغیرہ ذوی الارحام سب محروم رہجاتے۔

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بھانجے دو بھانجیان اور چار بھتیجیان چھوڑی اور بعد تجہیز و

تکفین کے اُنتالیس ۳۹ روپیہ مال چھوڑا تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا کسطرح تقسیم ہوگا۔

جواب - بھائی کی اولاد کی تعداد چونکہ چار ہے اور بھائی کو دُہرا حصّہ ملا کرتا ہے لہذا چار حصے دُہرے دُہرے بھائی کی طرف رکھینگے اور بہن کی اولاد چونکہ پانچ ہین لہذا اُسکی طرف پانچ حصے اکہرے اکہرے رکھینگے۔ غرض کل مال کے تیرہ حصے ہو جائینگے اور پانچ حصون کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کردینگے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا اور آٹھ حصون کو بھائی کی چارون بیٹون پر برابر تقسیم کردینگے صورت اُسکی یہ ہے۔

کُل مال [illegible] ۳۹ تقسیم شدہ بر ۱۳ حصّہ

بھائی کی اولاد کو ۸ حصے دُہرے دُہرے یعنی [illegible] بہن کی اولاد کو پانچ حصے اکہرے یعنی [illegible]

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	یک حصہ	یک حصہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بھائی کی طرف جو آٹھ حصے یعنی [illegible] دے گئے تھے اُن مین سے سب بھتیجون کو دو دو حصے دیدئے گئے اور بہن کی اولاد کو جو [illegible] روپیہ مین سے پانچ حصہ یعنی پندرہ روپیہ دئے گئے تھے اُن پندرہ کو آٹھ حصے کرکے دُہرا دُہرا بھانجون کو اور اکہرا اکہرا بھانجیون کو دیا۔

سوال اگر دو حقیقی بھانجا بھانجی اور تین اخیافی بھتیجے اور دو اخیافی بھتیجیان چھوڑین تو حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا۔

جواب - کُل مال کے چھ حصے کرکے ایک حصہ اخیافی کی اولاد کو دیا کیونکہ اخیافی بھائی اگر ایک ہوتو اسکو چھٹا حصہ ملتا ہے مگر چونکہ اُسکی پانچ اولاد ہین لہذا اُس ایک حصہ کے پانچ کردئے اور بہن کو پانچ حصہ ملتے تھے[1] چونکہ اُسکی اولاد دو عدد ہین لہذا پانچ کو دو دفعہ کیا تو دس ہو گئے اب کل مال کے پندرہ حصے ہوکر پانچ حصہ اخیافی بھائی کی طرف گئے اور اسکی اولاد پر برابر تقسیم ہوگئے کیونکہ اخیافیون مین مرد و عورت کو برابر حصّہ ملتا ہے اور حقیقی بہن کی طرف جو دس حصے پہونچے تھے اُن مین سے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کردئے صورت اُسکی یہ ہوئی

[1] یعنی چار دُہرے حصے جنمین سے آٹھ اکہرے نکلتے ہین [2] یعنی بروقت موجود ہونے اخیافی بھائی کے حقیقی بہن کو کل مال میں سے باقی پانچ حصہ ملتے تھے

کُل مال ۳ روپیہ تقسیم شد بر پندرہ سہام

حقیقی بہن کی اولاد کو پانچ حصے پہونچے[سلہ]   اخیافی بھائی کی اولاد کو ایک حصہ پہونچا

حقیقی بھانجا	حقیقی بھانجی	اخیافی بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجی	بھتیجی
دو حصے	یک حصہ	یک	یک	یک	یک	یک
۵ر ۴ پائی	۲ر ۸ پائی	۲ر	۲ر	۲ر	۲ر	۲ر

تیس ۳۰ روپیہ کے پندرہ حصے لگا کر دس ۱۰ حصے (یعنی ۲۰ روپیہ) ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دئے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا۔ اور پندرہ حصون مین سے پانچ حصے (یعنی دس روپیہ) اخیافی بھائی کی اولاد پر برابر تقسیم کر دئے کیونکہ مرد و عورت اخیافیون مین برابر رہتے ہین۔

یہان تک درجۂ سوم کے نمبر اوّل کا بیان ہوا۔ یعنی بھائی بہنون کی اولاد بلا واسطہ اب انکے آگے نمبر دوم والے یہ لوگ ہین۔

درجۂ سوم کے ذوی الارحام نمبر ۲ بارہ قسم کے رشتہ دار

حقیقی بھتیجے کی دختر۔ علاّتی بھتیجے کی دختر۔ اخیافی بھتیجے کی اولاد۔ حقیقی بھتیجی کی اولاد۔ علاّتی بھتیجی کی اولاد۔ اخیافی بھتیجی کی اولاد۔ حقیقی بھانجون کی اولاد۔ علاّتی بھانجون کی اولاد۔ اخیافی بھانجون کی اولاد۔ حقیقی بھانجیون کی اولاد۔ علاّتی بھانجیون کی اولاد۔ اخیافی بھانجیون کی اولاد

جب تک نمبر اوّل کے لوگون مین سے کوئی بھی موجود ہوگا ان مین سے کسی کو میراث نہ پہونچے گی جب انمین سے کوئی نہو تو انکو نمبر اوّل والون کے قاعدہ کے مطابق میراث پہونچے گی۔ یعنی

(۱) اگر ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا تکلف وہ کُل مال کا مالک ہو جائیگا۔

(۲) اگر چند آدمی ہین لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہین تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے قاعدہ کی بموجب تقسیم کرین

(۳) اگر چند آدمی ہین اور مختلف رشتہ دارون کی اولاد ہین تو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی اُن لوگونپر جو عصبہ کی اولاد نہین ہین۔ یعنی حقیقی اور علاّتی بھتیجون کی بیٹیون کے سامنے اور سب محروم

(۴) اگر عصبہ کی اولاد کوئی نہو تو ترکہ اور میراث سب موجودہ وارثون مین تقسیم ہوگا لیکن موجود لوگون کے مذکر و مؤنث ہونیکا اعتبار نہوگا بلکہ انکی اصلون کو دیکھکر جو حصہ اصل کو پہونچتا اُسیکو

سلہ چونکہ اولاد دو عدد ہین تو انکو ٹڑہا کر دُگنا کرلیا دو چند ہوکر دس ہو گئے ۱۲ سلہ اسکو ٹڑہا کر پانچ کر دئے ۱۲ سلہ یعنی اسی درجہ سوم

نیچے لاکر اُسکی اولاد پر تقسیم کر دینگے جیساکہ نمبر اوّل مین بیان ہوا

(۵) جب تک یہ موجود ہون گے نمبر سوم[سلہ] کے ذوی الارحام محروم رہین گے۔

ذوی الارحام ۱۳/۳ بھانجا۔ بھانجی۔ اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہون)

(۱) یہ لوگ نمبر دوم کی اولاد ہین۔ نمبر دوم مین سے جب تک کوئی ایک محروم رہینگے

(۲) جب تک ان مین سی ایک شخص بھی موجود ہوگا نمبر چہارم محروم رہینگے

ذوی الارحام ۱۴/۴ بھانجا۔ بھانجی اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہون)

(۱) جب نمبر اوّل و دوم و سوم مین کوئی موجود نہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہین۔

(۲) جب تک نمبر اوّل و دوم و سوم مین کوئی بھی موجود ہوتا ہے یہ محروم رہتے ہین۔

باقی حال ان کا مانند نمبر اوّل و دوم کے ہے

تیسرے درجہ کے ذوی الارحام چار پشت تک بیان ہو گئے۔ آگے اسیطرح اولاد در اولاد کا سلسلہ چل سکتا ہے اور یہی قاعدہ ہے۔ یہ خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ قریب والون کی موجودگی مین بعید نمبر کے محروم رہینگے۔ مثلاً نمبر اوّل کے سامنے نمبر دوم محروم دوم کے سامنے سوم وعلیٰ ہذا القیاس۔

(چونکہ اسکے حال کی ضرورت نہین پڑتی اور بیان مشکل ہے اسلئے صرف نمبر اوّل کو مفصل بیان کرکے باقی تفصیل کو مفید عام نہ سمجھکر چھوڑ دیا۔

ذوی الارحام کا سب سے آخری چوتھا درجہ

درجۂ چہارم مین میت کی پھوپھیان۔ خالہ۔ مامون۔ اخیافی چچا۔ اور پھر ان سب کی اولاد اور حقیقی اور علاتی چچاؤن کی دختری[سلہ] اولاد۔ اور پھر میت کے باپ کی اور مان کی پھوپھیان۔ خالائین مامون اور اُنکے اخیافی چچا داخل ہین۔ چونکہ ان کی تعداد بہت ہے اور بیان مشکل ہے اسلئے ہم انکو تین قسم کرکے علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہین۔ یعنی درجۂ چہارم کی تین قسمین ہوگئین یہ بھی ممکن تھا کہ ہم انکو تین درجون مین علیحدہ بیان کرکے ذوی الارحام کے چھ درجے کر دیتے لیکن چونکہ اکثر کتابون مین ذوی الارحام کو چار ہی درجون مین تقسیم کیا ہے اسلئے ہمنے اُنکے خلاف

سلہ اسی درجہ کا نمبر سوم جنکا ذکر اب آتا ہے ۱۲

کرنا پسند نہ کیا اور چوتھے درجہ کی تین قسمین کر کے سمجھا دیا والامر بید اللہ الکریم

درجۂ چہارم کی پہلی قسم - ماموں - خالہ - اخیافی چچا - اس درجہ کے دو نمبر ہین - الف و ب
پہلی قسم نمبر الف - باپ کی طرف کے حقیقی پھوپی - علاتی پھوپی - اخیافی پھوپی - اخیافی چچا
پہلی قسم نمبر ب - مان کی طرف کے حقیقی ماموں - علاتی ماموں - اخیافی ماموں - حقیقی خالہ - علاتی خالہ
اخیافی خالہ - درجۂ چہارم کی اس پہلی قسم مین دس رشتون کے وارث ہین یعنی نمبر الف مین باپ کی طرف کے چار اور نمبر ب مین والدہ کی طرف کے چھ کُل دس طرح کے وارث ہوئے -

اب اِنکے قاعدے گوش ہوش سے سنو

(۱) جب درجۂ سوم کے کسی نمبر کا کوئی ذوی الارحام موجود نہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہین کیونکہ یہ سب درجۂ چہارم مین داخل ہین اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ جب تک قریب درجہ کے وارث موجود ہوتے ہین بعید وارث یعنی نیچے کے درجے کے محروم رہتے ہین

(۲) اگر اِن دس مین سے صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا نزاع کُل مال اُسیکو ملجائیگا نہ تقسیم کا جھگڑا نہ شرکت کا قضیہ -

(۳) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے دس پانچ وارث ہون اور کوئی نہو تو کُل مال اُن مین بلا تکلف برابر تقسیم ہو جائیگا - مثلاً دو چار حقیقی پھوپھیان ہون تو جتنی پھوپھیان ہونگی میت کے ترکہ کے اسیقدر حصہ کر کے سب کو برابر تقسیم کر دیا جائیگا - کیونکہ پھوپھیان حقیقی سب ایک ہی نمبر کی ہین یعنی اول نمبر پر جیسے لکھا ہے اور رشتہ مین نام بھی سب کا ایک ہی اگر دس بھی ہونگی تو دسون کو حقیقی پھوپی کہینگے - یا مثلاً علاتی ماموں کئی نفر ہون اور کوئی نہو تو سب مال ان مین برابر تقسیم ہو جائیگا - کیونکہ سب کا نام رشتہ مین ایک ہی ہے (یعنی علاتی ماموں اور سب نمبر ب مین داخل ہین) - اسیطرح اور وارثون کو سمجھ لو - مثلاً دو چار دس پانچ حقیقی خالہ ہون اور کوئی نہو تو انھین مین برابر تقسیم ہوگا یا پانچ سات اخیافی چچا ہون اور کوئی نہو تو انھین مین

(یہان تک ذرا آسان تھا اب مشکل بیان آتا ہے ہوشیار ہو جاؤ)

---

[1] - ایک نام کے وارثون سے بھی یہی مطلب ہے کہ رشتہ سب کا بالکل ایک ہی ہو اور رشتہ مین سب کا نام ایک لیا جاتا ہو اگرچہ اُنکے نام جُدا جُدا ہون مثلاً کوئی عبداللہ ہے کوئی حبیب حسن کوئی خدا بخش مگر رشتہ مین سب علاتی ماموں ہون ۱۲

(۴) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے وارث نہین بلکہ مختلف نمبرون کے ہین لیکن سب نمبر الف کی طرف کے ہین یعنی مان کی طرف کا کوئی نہین سب باپ ہی کی طرف کے رشتہ دار ہین (مثلاً حقیقی پھوپی زندہ ہے اور علاتی بھی یا علاتی پھوپی زندہ ہے اور علاتی چچا) توان مین نمبر اوّل کے سامنے نمبر دوم محروم رہیگا اور نمبر دوم کے سامنے نمبر سوم محروم رہیگا۔ لیکن نمبر سوم کے سامنے نمبر چہارم محروم نہوگا بلکہ سوم و چہارم باہم شریک ہینگے اور برابر حصہ ومیراث پاوینگے مرد وعورت ہونیکا ان مین کچھ خیال نہوگا۔ غرض جب باپ کی طرف کے چار وارثون مین سے ایک دو تین چار نام کے وارث موجود ہون اور مان کی طرف کا کوئی بھی نہو تو حقیقی پھوپی کے سامنے باقی تینون وارث محروم ہین یعنی علاتی پھوپی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی بھی۔ اور علاتی پھوپی کے سامنے دو وارث یعنی اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی محروم رہتے ہین اور اخیافی چچا کی وجہ سے اخیافی پھوپی محروم نہین رہتی (اسلئے ہمنے کہا تھا کہ نمبر تین کے سامنے نمبر چار محروم نہین ہوتا) بلکہ جب اخیافی چچا محروم نہوا اور اخیافی پھوپی بھی موجود ہو تو جو کچھ مال ہوگا اسکو باہم بالکل برابر تقسیم کرینگے جتنا مرد کو ملیگا۔ اسیقدر عورت کو ملیگا کیونکہ اخیافی وارثون مین مرد وعورت کا فرق خدا تعالی نے نہین کیا

مثالین

مسئلہ: حقیقی پھوپی حقیقی پھوپی حقیقی پھوپی
۱ ۱ ۱

مسئلہ: اخیافی پھوپی۔ اخیافی پھوپی۔ اخیافی پھوپی اخیافی
۱ ۱ ۱ ۱

مسئلہ: حقیقی ماموں حقیقی ماموں حقیقی ماموں
۱ ۱ ۱

مسئلہ: علاتی خالہ علاتی خالہ علاتی خالہ
۱ ۱ ۱

ان چار مثالون مین چونکہ ایک ہی نام کے کئی کئی وارث تھے اسلئے سب کو برابر حصہ دیکر ترکہ تقسیم ہوا

مسئلہ: حقیقی پھوپی علاتی پھوپی اخیافی چچا

مسئلہ: علاتی پھوپی اخیافی چچا۔ اخیافی پھوپی۔ ان دو مثالون مین حقیقی پھوپی کے سامنے اخیافی چچا اور علاتی پھوپی محروم رہی۔ اور علاتی پھوپی نے اخیافی چچا و پھوپی کو محروم کیا

مسئلہ: اخیافی چچا۔ اخیافی پھوپی۔ اخیافی پھوپی ۔ اس مثال مین اخیافی چچانے پھوپی کو محروم نہین
۱ ۱ ۱
کیا بلکہ مرد وعورت کو برابر حصہ پہونچا ہے

(۵) جیسے باپ کی طرف کے وارثون مین مفصل بیان ہوا اسیطرح اگر مان کی طرف کے ذوی الارحام کئی ناموں اور کئی نمبرون کے رشتہ دار ہین لیکن جسقدر بھی ہین سب نمبر ب کی طرف کے یعنی صرف مان ہی کی طرف کے ہین باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہین (مثلاً حقیقی خالہ بھی زندہ ہے اور علاتی ماموں۔ یا علاتی ماموں ہے اور اخیافی خالہ) توان مین نمبر اول ودوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم رہینگے۔ یعنی حقیقی ماموں و خالہ کے سامنے باقی چار وارث محروم رہینگے اسیطرح نمبر ۳ و ۴ مین سے اگر کوئی بھی موجود ہوگا تو نمبر ۵ و ۶ میراث کے مستحق نہون گے یعنی جب حقیقی ماموں یا حقیقی خالہ کوئی بھی موجود ہوگا تو علاتی خالہ ماموں اور اخیافی خالہ و ماموں محروم رہینگے۔ لیکن حقیقی ماموں کیوجہ سے حقیقی خالہ محروم نہین ہوگی بلکہ شریک رہینگے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا۔ علی ہذا القیاس علاتی ماموں و خالہ باہم ایک دوسرے کو محروم نہ کرینگے بلکہ شریک رہینگے البتہ جب ان مین سے کوئی بھی موجود ہوگا تو اخیافی ماموں و خالہ میراث نہین پاوینگی۔ انکو میراث جب ہی مل سکتی ہے کہ پہلے چار وارث یعنی حقیقی اور علاتی ماموں اور خالہ کوئی نہو۔ جب اُنمین سے کوئی نہو تو اخیافی کو میراث پہونچتی ہے اور ان مین مرد و عورت حصہ لینے مین یکسان رہتے ہین کیونکہ اخیافی ہین۔

شاید چند مثالون کے ملاحظہ سے آپکو اس بیان کے سمجھنے مین کچھ سہولت ہوجائے

مسئلہ — اول: حقیقی ماموں ۱ — علاتی خالہ محروم — اخیافی ماموں محروم

مسئلہ ۱ — دوم: حقیقی خالہ ۱ — علاتی ماموں محروم — اخیافی ماموں محروم

مسئلہ — سوم: حقیقی ماموں ۲ — حقیقی خالہ ۱

دیکھئے پہلی مثال مین حقیقی ماموں نے سب کو محروم کر دیا۔ اور دوسری مین حقیقی خالہ نے لیکن تیسری مثال مین جب حقیقی ماموں کے ساتھ حقیقی خالہ بھی موجود تھی تو وہ اسکو محروم نہ کرسکا بلکہ دونو شریک ہوگئے۔

مسئلہ — چہارم: علاتی ماموں ۱ — اخیافی ماموں محروم — خالہ محروم

مسئلہ — پنجم: علاتی خالہ ۱ — اخیافی ماموں محروم — خالہ محروم

مسئلہ ۳ — ششم: علاتی خالہ ۱ — علاتی ماموں ۲

دیکھئے چوتھی مثال مین علاتی ماموں نے اخیافیون کو محروم کر دیا اور پانچوین مین علاتی خالہ نے اخیافیون کے حصہ کو روک دیا لیکن چھٹی مثال مین جب علاتی خالہ و ماموں جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو محروم نہ کیا بلکہ باہم شریک ہوگئے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا

مسئلہ — ہفتم: اخیافی ماموں — اخیافی خالہ

اس مثال پر غور کرو کہ حقیقی و علاتی ماموں و خالہ میں سے جو کوئی موجود ہوتا تھا وہ غریب اخیافی خالہ
و ماموں کو محروم کر ڈالتا تھا چنانچہ پہلی مثالوں سے واضح ہو رہا ہے لیکن جب اُن میں سے کوئی نرہا
اور اخیافی ماموں و خالہ جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو نقصان نہیں پہونچایا بلکہ شریک ہوئے
اور شریک بھی برابر کے حصہ دار۔ خالہ کو ماموں سے کچھ کم نہیں پہونچا کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت
کو برابر ملتا ہی۔ یہانتک وہ صورتیں بیان ہوئیں کہ صرف ایک طرف کے ذوی الارحام موجود ہوں
یعنی صرف باپ کیطرف کے مندرجہ قسم اوّل نمبر الف ہوں یا صرف ماں کی طرف کے مندرجہ قسم
اوّل نمبر ب ہوں۔ اب وہ صورت ملاحظہ کرو کہ بعض وارث باپ کی طرف کے ہوں اور بعض ماں کی
طرف کے یعنی نمبر الف کی طرف کے چار وارثوں میں سے بھی کوئی موجود ہو اور نمبر ب کی طرف کے چھ وارثوں میں سے بھی کوئی زندہ ہو

(۶) جب کچھ وارث نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ہوں اور کچھ نمبر ب یعنی والدہ کی طرف کے تو
اس صورت میں کُل موجودہ ترکہ کے تین حصے کر کے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دیدیں تاکہ وہ
اُسکو باہم تقسیم کر لیں اور ایک حصہ ماں کی طرف والوں کو دیدیں تاکہ وہ بھی تقسیم کر لیں۔ تقسیم
کرنے کی یہ صورت ہے

باپ کی طرف کے ذوی الارحام کو جو ۲/۳ ثلث دئے گئے ہیں اگر اُن میں صرف ایک ہی
شخص موجود ہے تو پورے ۲/۳ ثلث وہی لیگا اور اگر ایک نام کے دو چار آدمی ہیں تو برابر
تقسیم کر لیں (مثلاً تین پھوپھیاں ہوں) لیکن حقیقی پھوپی کے سامنے علاتی پھوپی محروم رہیگی اور
علاتی کے سامنے اخیافی چچا و پھوپی محروم رہینگے۔ لیکن اخیافی چچا کیوجہ سے اخیافی پھوپی محروم نہوگی۔
اب گویا انکا حال بالکل وہی ہو گیا جو قاعدہ نمبر ۴ میں مذکور ہوا ہے فرق اسقدر ہے کہ وہاں والدہ کی
طرف کے وارثوں میں کوئی نہ تھا کُل مال باپ کی طرف والوں کو دیا گیا تھا اور یہاں ایک حصہ والدہ
والوں کو دیدیا گیا ہے اور دو حصہ باپ والوں کے لئے رہے ہیں لیکن اور باتیں سب وہی ہیں
حقیقی کے سامنے علاتی اور علاتی کے سامنے اخیافی جسطرح وہاں محروم تھے وہی سب باتیں یہاں ہیں
والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو تین ثلث میں سے ایک ثلث دیا گیا ہی اگر اُنمیں صرف ایک ہی
آدمی موجود ہے تو اُس پورے ثلث کو وہی لیگا اور اگر ایک نام کے کئی آدمی ہیں تو مال کو برابر
تقسیم کر لیں (مثلاً دو چار حقیقی ماموں ہوں۔ یا دو چار حقیقی خالہ ہوں) لیکن جب حقیقی ماموں یا حقیقی

خالہ کوئی بھی موجود ہوگا تو علاتی ماموں خالہ اور اخیافی ماموں اور خالہ چاروں آدمی محروم رہینگے لیکن حقیقی ماموں کیوجہ سی حقیقی خالہ محروم نہین ہوگی بلکہ دونون شریک ہینگے ماموں کو دُہرا اور خالہ کو اکہرا۔ اسیطرح علاتی ماموں خالہ ایک دوسرے کو محروم نکرینگے بلکہ ایک ثلث مال جو ملا ہے اُس مین شریک ہینگے خالہ کو اکہرا ماموںکو دُہرا۔ مگر ہان ان علاتیون مین سی جب کوئی ایک بھی موجود ہوگا اخیافیونکو محروم کریگا اور جب ان چارون مین سی کوئی بھی نہو یعنی نہ حقیقی ماموں ہو نہ خالہ تو اخیافی ماموں اور خالہ وارث ہونگے اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے حصے مین خلل نہ آویگا بلکہ اگر اخیافی خالہ اور ماموں دونون موجود ہون تو مال کو برابر تقسیم کرلین۔ اب گویا انکا حال بالکل وہی ہوجائیگا جو قبل ازین قاعدہ نمبر۸ مین بیان ہوا تھا۔ اتنا فرق ہے کہ باپ کی طرف کے وارثون مین وہان کوئی نہ تھا کُل ترکہ والدہ کی طرف کے لوگون مین تقسیم ہوتا تھا۔ یہان دو ثلث باپ والون کو دینے کے بعد جو ایک ثلث والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو دیا گیا ہے وہ اُسی قاعدہ سے تقسیم ہورہا ہے اب چند مثالین سمجھ لو۔

مسئلہ ۹

مثال اوّل

حقیقی پھوپی	علاتی پھوپی	اخیافی چچا	علاتی ماموں	علاتی خالہ	اخیافی ماموں	خالہ
۶	محروم	محروم	۲	۱	محروم	محروم

اس مثال مین کُل مال کے نو حصے کرکے دو تہائی یعنی چھ سہام تو باپ کی طرف دے اور ایک تہائی یعنی تین سہام والدہ کی طرف دے۔ باپ کی طرف حقیقی پھوپی نے علاتی اور اخیافی کو محروم کردیا اور کل دو ثلث مال خود لیا۔ اور والدہ کی طرف چونکہ خالہ بھی علاتی تھی اور ماموں بھی علاتی تھا اسلئے وہ دونون ایک ثلث مین شریک ہوئے اکہرا عورت کو دیا گیا اور مرد کو دُہرا۔ مگر ہان ان کی وجہ سے اخیافی ماموں و خالہ محروم رہگئے۔

مسئلہ ۶

مثال ۲

علاتی پھوپی	علاتی پھوپی	حقیقی ماموں	علاتی ماموں
۲	۲	۲	محروم

مسئلہ ۹

مثال ۳

حقیقی پھوپی	اخیافی پھوپی	اخیافی چچا	اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
۶	محروم	۱	۱	۱

دوسری مثال مین حسب قاعدہ کُل مال کے تین ثلث کرکے دو ثلث باپ کی طرف دیئے یعنی چھ مین سے چار اور ایک ثلث والدہ کی طرف دیا یعنی چھ مین سے دو۔ والدہ کی طرف کا وارث چونکہ حقیقی ماموں تھا اسلئے اُسنے وہ ایک ثلث خود لیا اور علاتی ماموں اُسکی وجہ سی محروم ہوگیا۔ اور باپ کیطرف جو دو ثلث دیئے گئے تھے وہان چونکہ ایک ہی نام کے دو وارث تھے یعنی علاتی پھوپھیان اسلئے وہ مال اُن مین

برابر تقسیم ہوگیا۔ تیسری مثال مین بھی دو ثلث یعنی ۹ مین سے ۶ باپ کیطرف دیا اُسکو حقیقی پھوپی نے لیا اور اخیافی پھوپی اُسکی وجہ سے محروم ہوئی اور ایک ثلث یعنی ۹ مین سے ۳ ماں کی طرف کے وارثون کو دیا گیا وہ اُنہین باہم برابر تقسیم ہوگیا کیونکہ وہ سب اخیافی تھے نہ مرد و عورت کا حصہ زیادہ کم ہوا نہ کسی کی وجہ سے کوئی محروم رہا۔ باوجودیکہ باپ کیطرف حقیقی پھوپی موجود تھی مگر اخیافی ماموں و خالہ کو محروم نہ کیا کیونکہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام باپ کی طرف والون کو محروم نہین کر سکتے اور نہ باپ کی طرف والے ماں والون کو محروم کرتے ہین

غرض ہے کہ جب باپ کی طرف کے ذوی الارحام بھی موجود ہون اور ماں کی طرف کے بھی تو اُن مین سے ایک دوسرے کو محروم نہین کر سکتا خواہ باپ کیطرف کتنے ہی وارث ہون ماں کی طرف والون سے انکو کچھ علاقہ نہوگا اسیطرح ماں کی طرف خواہ کوئی سا وارث ہو اور اُن کی خواہ کتنی ہی مقدار ہو باپ والون سے کچھ بحث نہوگی بلکہ باپ کیطرف والے اپنے دو ثلث لیکر علیحدہ ہو جاوینگے اور اُسی قاعدہ سے تقسیم کرینگے۔ جو ہمنے عنقریب بیان کیا۔ اور ماں کیطرف والے اپنا ایک ثلث لیکر باہم تقسیم کرینگے ہمنے درجۂ چہارم کو تین قسم کرکے بیان کیا ہے۔ یہان تک پہلی قسم کا بیان ختم ہوگیا۔ جب تک ان لوگون مین سے کوئی بھی زندہ ہوگا درجۂ چہارم کی قسم دوم و سوم کو کچھ حق نہین پہونچے گا۔ اب قسم دوم کا بیان سنو۔

درجۂ چہارم کی دوسری قسم۔ چچاؤن اور پھوپیون کی اولاد۔ ماموؤن اور خالاؤن کی اولاد بہ تفصیل ذیل

قسم دوم نمبر الف باپ کی طرف کے حقیقی چچا کی بیٹیان۔ حقیقی پھوپی کے بیٹا بیٹی۔ علاتی چچا کی بیٹیان۔ علاتی پھوپی کے بیٹا بیٹیان۔ اخیافی چچا کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی پھوپی کے بیٹا بیٹی۔

قسم دوم نمبر ب ماں کی طرف کے حقیقی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ حقیقی خالہ کے بیٹا بیٹی۔ علاتی ماموں کے بیٹا بیٹی علاتی خالہ کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی خالہ کے بیٹا بیٹی۔

جب اِن سے پہلی قسم کا کوئی وارث موجود نہو تو مندرجۂ ذیل قواعد کیموافق انپر میراث تقسیم ہوتی ہے

(۱) اگر ماں کی طرف والے وارثون مین سے کوئی نہین صرف باپ کی طرف والے ہین تو کل ترکہ انکو ملجائیگا اور اگر ماں کیطرف یعنی نمبر ب والے بھی موجود ہین تو دو ثلث باپ کیطرف والون کو دیا جائیگا اور ایک ثلث ماں کی طرف والون کو۔

(۲) باپ کی طرف والون کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا دو ثلث دیا گیا ہو وہ اُسکو باہم تقسیم کرلین لیکن انمین سب کو حصّہ نہ ملے گا بلکہ -

(۳) جب حقیقی چچا کی ایک بیٹی یا کئی بیٹیان موجود ہونگی تو باپ کی طرف کے باقی پانچون وارث محروم رہجائینگے۔ یہانتک کہ حقیقی پھوپی کے بیٹے بھی محروم رہجائینگے۔ البتہ مان کی طرف والونسے کچھ بحث نہ ہوگی نہ اسطرف والا انکو نہ محروم کرسکتا ہے نہ نقصان پہونچا سکتا ہے۔

(۴) جب حقیقی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہو تو حقیقی پھوپی کی اولاد کو حصہ پہونچتا ہے اگر ایک آدمی ہے تو کل پر قبضہ کرے اور دو چار ہین تو باہم تقسیم کرلین مرد کو دُہرا حصّہ ملیگا عورت کو اکہرا دیا جائیگا

(۵) جب تک حقیقی پھوپی کا کوئی بیٹا یا بیٹی موجود ہوگا علاتیون اور اخیافیون کو ہرگز حصّہ نہ ملیگا بلکہ علاتی چچا کی بیٹیان بھی محروم رہینگی اور علاتی پھوپی کی تمام اولاد بھی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی کی اولاد بھی محروم رہےگی۔ غرض حقیقی پھوپی کی اولاد کے سامنے جو نمبر۲ پر لکھے ہوئے ہین باقی چارون وارث محروم رہینگے یعنی نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶

(۶) جب حقیقی چچا کی بیٹیان بھی نہون اور حقیقی پھوپی کی اولاد بھی بالکل نہو اسوقت علاتی چچا کی بیٹیون پر میراث پہونچے گی۔ اگر ایک ہی موجود ہو تو کل مال کی مستحق ہے اور اگر دو چار ہون تو باہم تقسیم کرلین۔

(۷) جب تک علاتی چچا کی کوئی بیٹی بھی موجود ہوگی علاتی پھوپی کی اولاد کو کچھ حصّہ ہرگز نہ ملیگا اور اخیافی چچا اور پھوپی کی اولاد بھی علاتی چچا کی بیٹی کے سامنے محروم رہے گی غرض علاتی چچا کی دُختر مندرجہ نمبر۳ کے سامنے باقی تین قسم کے لوگ محروم رہینگے یعنی نمبر ۴ و ۵ و ۶۔

(۸) جب علاتی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہ ہو تو علاتی پھوپی کی اولاد کو میراث پہونچے گی اگر اُسکی اولاد مین ایک ہی شخص ہو تو کل مال پر قبضہ کرے اور اگر دو چار ہون تو باہم تقسیم کرلین مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا جائے

(۹) جب تک حقیقی اور علاتی چچا اور پھوپھیون کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا اخیافی چچا اور پھوپی کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملیگا۔ اور علاتی پھوپی کی اولاد مندرجہ نمبر۴ کیوجہ سے اخیافیون کی اولاد یعنی نمبر ۵ و ۶ محروم رہینگے

(۱۰) جب علاتی پھوپی کی اولاد مین سے بھی کوئی موجود نہو تو چارون قسم کے اخیافی مستحق ہونگے یعنی اخیافی چچا کے بیٹا بیٹی اور اخیافی پھوپی کے بیٹا بیٹی کو میراث ملے گی۔ انمین کوئی شخص دوسرے کو محروم نہین کرتا۔ اگر ان مین سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لے اور اگر دو چار موجود ہون تو باہم تقسیم کرلین۔ اخیافی پھوپھیون اور اخیافی چچا کی اولاد کو برابر حصّہ ملیگا نہ مرد عورت کا فرق ہوگا اور نہ کوئی ایک دوسرے کو محروم کریگا یعنی جسطرح نمبر اوّل نے دوم کو محروم کردیا تھا اور دوم نے سوم کو اور سوم نے چہارم کو یہان ایسا نہوگا نمبر ۵ نمبر ۶ کو محروم نہ کریگا بلکہ شریک رہین گے۔

یہان تک باپ کیطرف کے ذوی الارحام کا بیان ہوا۔ یعنی اگر مان کی طرف سے کوئی موجود نہو تو وہ کل مال کو لیکر مطابق قواعد مذکورہ بالا تقسیم کرلین اور اگر مان کی طرف کے ذوی الارحام مین سے بھی کوئی موجود ہے تو ایک ثلث مان کی طرف والون کو دیکر دو ثلث کو باپ کیطرف والے ان قواعد مذکورہ کے بموجب تقسیم کرلین۔ غرض خواہ اُنکو کل مال پہونچے یا دو ثلث پہونچے تقسیم کرنیکے قاعدے وہی ہین جو ابھی دس نمبر تک مذکور ہوئے۔ اگر مان کی طرف والے بھی موجود ہون تو باپ والے اُنسے کچھ علاقہ نہ رکھین گے نہ انکو کسیکو محروم کرینگے اور نہ اُنکی وجہ سے باپ والون مین سے کوئی محروم ہوگا بلکہ دو ثلث لیکر اُسکو باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلین اور ایک ثلث مان کیطرف والون کو دیدین وہ اُسکو مندرجۂ ذیل قواعد کیمطابق تقسیم کرلین گے اور باپ کی طرف والون سے کچھ علاقہ تقسیم مین نہ رکھین گے

(۱۱) اگر باپ کی طرف کے وارثون مین سے کوئی نہین صرف مان کی طرف والے ہین تو کل ترکہ انکو ملجائیگا۔ اگر باپ کیطرف یعنی نمبر الف والے بھی موجود ہین تو مان والون کو صرف ایک ثلث پھونچے کا دو ثلث باپ کی طرف والون کا حق ہے۔

(۱۲) مان کی طرف والون کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا صرف ایک ثلث پھونچا ہو وہ اُسکو باہم تقسیم کرلین لیکن بلا تکلف ہر ایک کو حصّہ نہ ملیگا۔ بلکہ

(۱۳) جب حقیقی خالہ اور مامون کی اولاد موجود ہوگی علاتیون اور اخیافیون کی اولاد انکے سامنے بالکل محروم رہے گی۔ یعنی نمبر اوّل و دوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ سب محروم رہینگے۔

(۱۴) -اگر ان مین سے ایک ہی آدمی موجود ہے تو ایک ثلث یا کُل مال جو کچھ مان کی طرف والون کو دیا گیا ہے وہ تنہا وارث لیگا اور مستحق ہوگا -

(۱۵) اگر دو یا چار آدمی موجود ہین مگر سب حقیقی مامون ہی کی ولاد ہین خالہ کی اولاد کوئی نہین تو جو کچھ (کُل مال یا ایک ثلث) انکو ملا ہے اُسکو باہم تقسیم کرین اور مرد کو دُہرا حصّہ دین عورت کو اکہرا اسیطرح اگر سب وارث حقیقی پھوپی ہی کی اولاد ہون حقیقی مامون کی اولاد مین سے کوئی نہو تو جو کچھ (ثلث مال یا کل) مان کی طرف والون کو دیا گیا ہے اُسکو باہم تقسیم کرین مرد کو دُہرا عورتکو اکہرا

(۱۶) اور اگر حقیقی مامون کی اولاد بھی موجود ہے اور حقیقی خالہ کی بھی تو موجودہ لوگون کا اعتبار نہوگا بلکہ مامون کی تمام اولاد کو کُل مال مین سے دو تہائی دیدینگے اور خالہ کی سب موجودہ اولاد کو ایک تہائی دیا جائے گا جسکو وہ حسب قاعدہ مشہور لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ تقسیم کرین گے

(۱۷) جب حقیقی مامون اور خالہ کی اولاد مین سے کوئی بالکل نہو تو علّاتی مامون اور خالہ کی اولاد کو میراث پہونچتی ہے یعنی اگر باپ کی طرف والے ذوی الارحام موجود نہین ہین تو کُل مال علّاتیونکو پہونچیگا اور اگر باپ کی طرف کے مثل پھوپی کی اولاد وغیرہ بھی زندہ ہین تو انکو دو ثلث دینے کے بعد جو ایک ثلث مان والون کے لئے باقی رہا ہے وہ علّاتیون کو پہونچے گا -اگر ایک ہی شخص ہے تو کُل مال وہی لیگا ورنہ اسکو وہ باہم تقسیم کرین -

(۱۸) صرف علّاتی مامون کی اولاد زندہ ہے یا صرف علاتی خالہ کی زندہ ہے تو موجود مرد عورت کا لحاظ کرکے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصّہ دیا جائیگا -

(۱۹) اور اگر علّاتی مامون اور خالہ دونون کی اولاد موجود ہے تو جو کچھ (یعنی ایک ثُلث یا کُل) والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو پہونچا ہے اُس مین سے مامون کی اولاد کو دُہرا حصّہ دین اور خالہ کی اولاد کو اکہرا حصّہ دین جیساکہ حقیقی خالہ اور مامون کی اولاد عنقریب مذکور ہوا ہے -

(۲۰) جب تک علاتیون کی اولاد مین سے کوئی بھی موجود ہوگا اخیافی مامون و خالہ کی اولاد کو کچھ حصّہ نہ ملیگا یعنی نمبر ۳ و ۴ کے سامنے نمبر ۵ و ۶ محروم رہین گے -

(۲۱) جب علّاتیون مین سے کوئی مرد و عورت بالکل نہو تو وہ (کُل مال یا ثُلث) مال اخیافیون پر پہونچے گا اگر ایک ہی اخیافی مرد یا عورت ہے تو کُل مال کا وہی مستحق ہے اور اگر کئی آدمی ہین تو باہم

برابر تقسیم کرلین کیونکہ اخیافیون مین مرد و عورت کا کچھ فرق نہین ہوتا۔
فرق ہمنے نمبر الف یعنی باپ کیطرف کے ذوی الارحام کے چھ نمبرون مین بھی بیان کیا کہ فلان نمبر فلان کے سامنے محروم رہتا ہے اور یہان نمبر ب یعنی مان کیطرف والون مین بھی یہی بیان کیا۔ ان دونون مین فرق یہ ہے کہ باپکیطرف والون مین نمبر اوّل کے سامنے دوم بھی محروم تھا اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶ بھی۔ یہان اوّل نمبر کے سامنے دوم محروم نہین بلکہ دونون شریک ہین البتہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم ہین۔ علی ہذا القیاس وُہان نمبر ۳ کے سامنے ۴ و ۵ و ۶ محروم تھے یہان نمبر ۳ کے سامنے ۴ نہین بلکہ شریک ہے البتہ ۵ و ۶ محروم ہین۔ نمبر ۵ کے سامنے نمبر ۶ نہ وہان باپ کی طرف والون مین محروم تھا نہ یہان مان کیطرف والون مین محروم ہے اس بارہ مین نمبر الف و نمبر ب دونون برابر ہین
یہ ذکر پھوپیون اور چچاؤن کی اولاد کا تھا جو عصبہ نہین ہین ذوی الارحام ہین اب آگے جو انکی اولاد ہو وہ بھی اسی قسم دوم مین داخل ہے اور اُسکا بھی بالکل یہی حال ہے جو بیان ہوا مگر مذکورہ بالا اولاد مین اور اُنکی اولاد در اولاد مین فرق یہ ہے کہ مذکورہُ بالا لوگون کے سامنے نیچے کے درجے کی اولاد والے وارث محروم رہینگے علی ہذا القیاس جس کسی صورت مین کئی درجے کی اولاد مین موجود ہون تو اوپر والون کے سامنے نیچے کے درجے والے محروم رہین گے خواہ وہ اوپر کے درجے کی اولاد وہی لوگ ہون جنکو ہمنے اس قسم دوم مین ذکر کیا ہے یا کوئی انکے سوا انسے نیچے درجہ کی ہو اُنسے جو نیچے درجے والے ہون وہ سب اُنکے سامنے محروم رہینگے۔ مثلاً پھوپی کی پوتی بھی موجود ہے۔ اور پڑپوتی بھی تو پوتی کے سامنے پڑپوتی محروم رہے گی خواہ وہ پوتی اور پڑپوتی ایک ہی پھوپی کی ہون یا ایک پھوپی کی پوتی ہو اور ایک کی پڑپوتی بہر صورت پوتی کی موجودگی مین پڑپوتی محروم ہوگی اسیطرح ماموں کے بیٹے کے سامنے پوتا محروم ہے اور پوتے کے سامنے پڑپوتا۔ اسیطرح دیگر ذوی الارحام خالہ وغیرہ کی اولاد کو خیال کر لو۔
یہ طویل بیان درجہ چہارم کی قسم دوم کا تھا۔ جب تک اس قسم مین سے کوئی موجود ہوگا یا ان کی اولاد کی اولاد مین سے کوئی زندہ ہوگا قسم سوم ہرگز وارث نہونگے۔ اب صرف اس درجہ کی قسم سوم کا بیان باقی ہے اُسکو مختصر طریقہ سے تحریر کرکے ہم ذوی الارحام کے مشکل بیان کو ختم کرتے ہین۔

درجۂ چہارم کی تیسری قسم بیس وارث بہ تفصیل ذیل

باپ کی طرف کے وارث	نمبر الف۔ باپ کی حقیقی پھوپی۔ باپ کی علاتی پھوپی۔ باپ کا اخیافی چچا۔ باپ کی اخیافی پھوپی۔
	نمبر ب۔ باپ کا حقیقی ماموں۔ باپ کی حقیقی خالہ۔ باپ کا علاتی ماموں۔ علاتی خالہ۔ اخیافی ماموں اخیافی خالہ
ماں کی طرف کے وارث	نمبر الف۔ ماں کی حقیقی پھوپی۔ ماں کی علاتی پھوپی۔ ماں کی اخیافی پھوپی۔ ماں کا اخیافی چچا۔
	نمبر ب۔ ماں کا حقیقی ماموں۔ ماں کی حقیقی خالہ۔ ماں کا علاتی ماموں۔ علاتی خالہ۔ اخیافی ماموں۔ اخیافی خالہ

دس نام کے وارث باپ کی طرف کے اور دس ماں کی طرف کے بیس وارث درجۂ چہارم کی قسم سوم میں داخل ہیں جب درجہ اول دوم سوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہو اور درجۂ چہارم کی قسم اول میں بھی کوئی موجود نہو۔ اور قسم دوم میں بھی کوئی نہ رہا ہو جو عنقریب مذکور ہوئی ہے تو اس قسم سوم کی ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے۔ ان کا حال بالکل درجۂ چہارم کی قسم اول کے مانند ہے وہاں ملاحظہ کر لو یعنی

له صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۹ و ۱۷۵ دیکھو ۱۲

(۱) اگر ان لوگوں میں سے صرف ایک آدمی ہو تو کل مال کا وہی مستحق ہوگا۔

(۲) اگر چند آدمی ہوں مگر سب ایک ہی نام کے ہوں (مثلاً باپ کے دو تین حقیقی ماموں ہوں) تو باہم تقسیم کر لیں۔

(۳) الف۔ اگر چند نام اور چند نمبر کے آدمی ہیں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہیں تو اسی طرح تقسیم ہوگا جس طرح قسم اول کے نمبر الف میں لکھا گیا۔ یعنی حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم رہیں گے اور علاتیوں کی موجودگی میں اخیافی محروم سمجھے جائیں گے ب۔ اسی طرح اگر صرف نمبر ب موجود ہوں نمبر الف میں سے کوئی نہو تو بھی حقیقی ماموں و خالہ کے سامنے علاتی و اخیافی محروم رہینگے اور علاتیوں کے سامنے صرف اخیافی محروم ہونگے۔ یعنی نمبر اول و دوم باہم شریک اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶۔ انکے سامنے محروم۔ اسی طرح ۳ و ۴ باہم شریک اور ۵ و ۶ انکے سامنے محروم اور اگر ۳ و ۴ نہوں تو ۵ و ۶ باہم شریک۔ (یہ حالت تھی باپ کی طرف کے دو قسم کے وارثوں کی)

(۴) اگر ماں کی طرف کے وارث چند نام اور کئی نمبروں کے ہوں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہوں تو بھی حقیقی کے سامنے علاتی و اخیافی محروم یعنی نمبر اول کے سامنے دوم سوم چہارم محروم رہینگے۔ اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم و چہارم محروم لیکن سوم کی وجہ سے چہارم محروم نہوگا

بلکہ برابر کا شریک رہے گا۔

(۵) اور اگر مان کی طرف کے صرف نمبر ۲ والے موجود ہین تو حقیقیون کے سامنے علاتی محروم اور علاتیون کے سامنے اخیافی محروم بالکل جسطرح ابھی قاعدۂ ۳ مین بیان ہوا ہے (یہ حالت جب تھی کہ صرف باپ کی طرف کے یا مان کی طرف کے وارث زندہ ہون لیکن

(۶) اگر بعض وارث باپ کی طرف کے زندہ ہین اور بعض مان کی طرف کے تو جسطرح قسم اوّل کے نمبر ۷ مین مذکور ہوا ہے کُل موجودہ ترکہ کے تین ۳ حصے کرکے دو حصے باپ کیطرف والون کو دیدین اور ایک ثلث مان کی طرف کے تمام موجودہ ذوی الارحام کو دیدین اب وہ باہم اسکو اسی طرح تقسیم کرین جیساکہ قسم اوّل کے نمبر ۴ و ۵ مین مذکور ہوا ہے یعنی باپ والون کو مان والون سے کچھ بحث نہوگی بلکہ اپنے دو ۲ ثلث کو اسطرح تقسیم کرین کہ حقیقیون کے سامنے علاتی محروم اور علاتیون کے سامنے اخیافی۔ (جیساکہ قسم اوّل نمبر ۴ مین مذکور ہوا) اور مان والون کو ایک حصہ دیدین وہ اسکو باہم تقسیم کرین) جیساکہ قاعدہ نمبر ۵ قسم اوّل مین ذکر ہوا) اور باپ کی طرف والون سے کچھ علاقہ نہ رکھین یعنی جب دونون طرف کے وارث موجود ہین تو ایک طرف والے دوسری طرف والون کو محروم و محجوب نہ کرینگے بلکہ باپ والے اپنے دو ثلث پر اور مان والے اپنے ایک ثلث پر قناعت کرکے باہم تقسیم کرینگے اور خیال رکہا جائیگا کہ حقیقی کے سامنے علاتی کو اور علاتی کی زندگی مین اخیافی کو میراث نہ پہونچے

چونکہ یہ وارث بہت کم موجود ہوتے ہین اسلئے ہمنے انکو کسیقدر مجمل بیان کردیا ہے جو کافی ہے

اگر ان مذکورۂ بالا تمام قسمون اور تمام درجون کے وارثون مین سے کوئی موجود نہو تو باپ اور مان کی پہوپی اور خالہ وغیرہ کی اولاد کو اُسی قاعدہ سے میراث ملے گی جسطرح خود میت کی پہوپی اور چچا اور خالہ کی اولاد کو میراث ملتی تہی جسکو ہمنے قسم دوم مین بیان کیا ہے۔ اور اگر انکی اولاد بھی کسی درجہ مین نہو تو پہر دادا کی پہوپی اور خالہ و ماموں وغیرہ اور نانی کی پہوپی و خالہ وغیرہ کو اسطرح میراث ملے گی جسطرح اسی قسم سوم مین ذکر کیا جو ابھی ختم ہوئی ہے لیکن چونکہ نہ یہ وارث کسی کے زندہ ہوتے ہین اور نہ کہین ان کی میراث کا مسئلہ پیش آتا ہے لہذا ہمنے زیادہ ذکر فضول سمجھا۔ واللہ اعلم بالصواب

گزارش۔ جیساکہ ابتدا مین عرض کیا ہے مناسب تو ذوی الارحام کے ذکر کو چھوڑ دینا تھا لیکن مختصر طور پر ذکر کرنیکا ارادہ ہوگیا تو میری فضول اور بے جوڑ عبارت۔ نے اس بیان کو بہت طویل

کر دیا۔ ہر چند مختصر کرنا چاہا مگر یہ خوف ہوا کہ کوئی بھی نہ سمجھیگا اسلئے طول کو اختیار کیا۔ یہ بحث مشکل ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ یہ اوراق جو بڑی محنت سے لکھے گئے ہین عام لوگون کیلئے فضول ہونگے مگر باین خیال کہ شاید کسیکو نفع پہونچ جائے ان کو خارج کرنا مناسب[۱] نہ سمجھا۔

احقر نے تا مقدور خود اسکو عام فہم طریقہ سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے زیادہ عام فہم بنانے پر ذہن قادر نہ تھا۔ بعض دفعہ کوئی شخص کسی بات کو بیان کر کے سمجھتا ہے کہ اس سے زیادہ اختصار وسلاست ممکن نہین مگر دوسرا شخص ایسی آسان و مختصر عبارت مین اُسکو ادا کر دیتا ہے کہ پہلا شخص بشرط انصاف مان جاتا ہے کہ بیشک میرا قصور تھا۔

پس اگر کوئی صاحب توجہ فرما کر اس سے زیادہ عام فہم طرز اور مُختصر الفاظ مین اس بیان ذوی الارحام کو تحریر فرما کر احقر کے پاس بھیجدین تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط حیات[۲] ڈیڑھ سال کے بعد جب احقر اس کتاب پر نظر ثانی کر کے دوبارہ مرتب کرے گا۔ بجائے اس بیان کے ان کی تحریر فرمودہ بحث کتاب مین داخل کر کے اُن کا نام نامی ظاہر کر دیگا کیونکہ احقر کو مؤلف کہلانیکا شوق نہین۔ عام لوگون کو سمجھانیکی آرزو ہے۔ واللہ للہ علی فضلہ

[۱] اُمید ہے کہ طالب علمان عربی کو اس بحث سے نفع پہونچے گا ۱۲ [۲] چندرہ[۱۵] برس کے بعد نظر ثانی ہوکر دوبارہ طبع ہوئی

ساتوان باب

فصل اوّل حصے نکالنے اور سہام لگانے کے طریقے

جب ہر قسم کے وارثون کی میراث کا حال اور ہر شخص کے مفصل حصے بیان ہو چکے تو مناسب ہی کہ اب میراث کو تقسیم کرنے اور مسئلہ بتلانے کا عام فہم قاعدہ اور طریقہ بھی لکھا جائے تاکہ بعد ملاحظہ بیانات سابقہ کے ہر شخص آسانی حصے لگانے پر قادر ہو جائے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وارثون مین سب سے مقدم اور مستحق ذوی الفروض ہین انکے حصے شریعت مین مقرر ہین انکے حصے پورے دئے جانیکے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے وہ عصبات کو ملتا ہے اور جب ان ہر دو قسم مین سے کوئی نہو تو ذوی الارحام کو ملتا ہے جنکا درجہ سب سے گھٹا ہوا ہے ذوی الفروض کو جو حصے ملتے ہین وہ یہ چھ حصے ہین۔

سُدس یعنی چھٹا۔ ثلث یعنی تہائی۔ دو ثلث۔ ثمن یعنی آٹھوان۔ ربع۔ نصف

انکے علاوہ اور کوئی حصہ نہین یعنی جب کسی ذوی الفروض کو حصہ ملتا ہی تو ان چھ ہی مین سے کوئی نہ کوئی ملتا ہے یہ نہین ہو سکتا کہ انکے علاوہ کوئی اور حصہ ملجائے مثلاً یہ ممکن نہین کہ کسی ذوی الفروض کو پانچوان حصہ یا ساتوان حصہ ملجائے اور نہ یہ ممکن ہی کہ ان حصون سی کم زیادہ ملجائے مثلاً یہ نہین ہو سکتا کہ کسی ذوی لفروض کو نوان حصہ یا دسوان یا بارہوان حصہ ملجائے کیونکہ انمین سب سے چھوٹا اور کم حصہ آٹھوان ہے اُس سے کم کسیکو نہین ملسکتا اور نہ یہ ہو سکتا ہی کہ ان حصون سے زیادہ کسیکو ملجائے مثلاً سب سے بڑا حصہ ان مین دو ثلث ہی۔ اب نہین ہو سکتا کہ کسی وارث کو اس سے زیادہ ملجائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تین ربع دیا جائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ کل دیا جائے۔ اب ایک نقشہ لکھا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ان مذکورہ بالا چھ حصون مین سے کونسا حصہ کس کس شخص کو ملتا ہے۔

[1] البتہ رد اور عول کی صورتون مین زیادہ کم دیا جاتا ہے لیکن وہان فی الحقیقت حصہ نہین بدلتا کما لایخفی علی العلماء ۱۲

نقشہ نمبر مشتمل بر شش حصہ مقرر شدہ برائے ذوی الفروض مع تفصیل مستحقین

نمبر	نام حصہ	تفصیل مستحقین حصہ مع تشریح مختصر
۱	نصف ۵ وارثون کو ملتا ہے	شوہر کو ملتا ہے۔ جبکہ مرنے والی زوجہ کے اولاد نہو بیٹی کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور بھائی اُسکے ساتھ نہو پوتی کو ملتا ہی جبکہ میت کے بیٹی اور بیٹا اور پوتا وغیرہ موجود نہو۔ ہمشیرہ کو ملتا ہی جبکہ صرف ایک ہو اور میت کے بیٹا بیٹی کوئی نہو اور باپ بھی نہو علاتی ہمشیرہ کو ملتا ہے۔ جبکہ حقیقی ہمشیرہ موجود نہو۔
۲	ربع دو وارث مستحق ہین	زوجہ مستحق ہے جبکہ شوہر کے اولاد نہو۔ شوہر مستحق ہے۔ جبکہ زوجہ کی اولاد ہو۔
۳	ثمن ایک وارث کا حق ہے	زوجہ کو ملتا ہی جبکہ شوہر کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ موجود ہو
۴	دو ثلث چار وارثون کو ملتا ہے	بیٹیون کا حق ہے جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہون بشرطیکہ بھائی کیساتھ عصبہ نہون پوتیون کو ملتا ہی جبکہ بیٹیان موجود نہون اور پوتا بھی نہو۔ حقیقی بہنین اگر ایک سے زیادہ ہون تو انکو ملتا ہی بشرطیکہ میت کی اولاد علاتی بہنون کو ملتا ہی جبکہ حقیقی بہنین نہون بشروط مذکورۂ صدر
۵	ثلث دو وارث مستحق ہین	والدہ کا حق ہے جبکہ میت کی اولاد نہو اور دو بھائی بہن بھی نہون اخیافی بھائی بہن کو ملتا ہی جبکہ ایک سی زیادہ ہون
۶	سدس (یعنی چھٹا حصہ) چار وارث پاتے ہین	باپ کو ملتا ہی جبکہ میت کے اولاد ہو۔ والدہ کو ملتا ہے جبکہ میت کے اولاد ہو یا کسی قسم کے دو بھائی بہن ہون اخیافی بھائی اگر صرف ایک ہو تو اُسکو ملتا ہے اخیافی بہن کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو۔

یہی چھ حصے ہین جو مختلف حالتون مین ذوی الفروض کو ملتے رہتے ہین اسکی پوری تشریح

ذوی الفروض کے مذکورہ سابقہ حالات کو پڑھنے سے ہو جائیگی

عصبات اور ذوی الارحام کا کوئی حِصّہ مقرر نہین بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب سے مقدم اور قریب کے عصبہ کو اور اگر عصبہ موجود نہو تو سب سے قریب ذوی الارحام کو پہونچتا ہے چنانچہ یہ بات پوری تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔

پس اگر کسی شخص نے کے اِن تینون قسمون مین سے صرف ایک ہی وارث ہو تو (بعد تجہیز و تکفین مورث و ادائے دین و اجرائے وصیت) جو کچھ مال باقی رہا ہے وہ اِس وارث کو ملجائیگا خواہ وہ ایک وارث ذوی الفروض ہو یا عصبہ یا ذوی الارحام نہ کچھ ضرورت تقسیم کرنے کی ہے نہ حِصّہ لگانے کی مثلاً

مسئلہ زید مرا — والدہ ۱

مسئلہ عمر مرا — بیٹا ۱

مسئلہ خالد مرا — بھانجا ۱

اور اگر وارث ایک نہین بلکہ چند ہین لیکن سب ایک ہی نام کے ہین (یعنی سب کے رشتہ کا ایک ہی نام ہے مثلاً چار بہنین ہین۔ یا پانچ پوتے ہی پوتے ہین یا تین ماموں ہی ماموں ہین) جب بھی کچھ دقت نہین انکی جسقدر تعداد ہو اُسیقدر سہام کر کے ایک ایک سہام سب کو دیدو خواہ وہ ذوی الفروض ہون یا عصبہ یا ذوی الارحام مثال ذوی الفروض کی۔

مسئلہ — زوجہ زوجہ زوجہ — ۱

مسئلہ — بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی — ۱ ۱ ۱ ۱

مسئلہ — ہمشیرہ ہمشیرہ ہمشیرہ — ۱ ۱ ۱

مثال عصبات کی

مسئلہ ۶ — بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا — ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱

مسئلہ — بھائی بھائی بھائی بھائی — ۱ ۱ ۱ ۱

مسئلہ — چچا چچا چچا — ۱ ۱ ۱

مثال ذوی الارحام کی

مسئلہ — نواسا نواسا نواسا — ۱ ۱ ۱

مسئلہ — بھانجا بھانجا بھانجا — ۱ ۱ ۱

قاعدہ

عصبات اور ذوی الارحام مین جسجگہ مرد و عورت شریک ہو کر وارث ہوتے ہین۔ (مثلاً بیٹی بیٹے کے ساتھ بہن بھائی کے ساتھ۔ بھانجی بھانجے کے ساتھ نواسی نواسے کیساتھ) تو وہان اُن مرد و عورتون کو ایک ہی نام کے وارثون کے مانند سمجھتے ہین اور مرد کا دُہرا عورت کا اکہرا حصّہ خیال کر کے جسقدر سہامون کی ضرورت ہوتی ہے بنا لیتے ہین

مثلاً - بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا بیٹی بیٹی بیٹی یہان ہمنے بیٹے اور بیٹی کو دو قسم کے وارث نہین
۱ ۱ ۱ ۲ ۲ ۲ ۲

سمجھا بلکہ ایک ہی نام کے وارث سمجھکر بقاعدہ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ہر ایک بیٹے کو بجائے دو بیٹیون کے سمجھکر گیارہ سہام پر ترکہ تقسیم کرکے مردون کو دو دو حصے دئے عورتون کو ایک ایک یا مثلاً نواسا نواسا نواسا نواسی نواسی نواسی یہان بھی سب کو ایک قسم کے
۹
۲ ۲ ۲

وارث سمجھکر مرد کے لئے دُو۲ اور عورت کے لئے ایک حصہ تجویز کرکے کل مال کے نو سہام بناکر تقسیم کردیا - بس یہی حال سمجھو جبکہ بھائی کے ساتھ ملکر بہنین عصبہ ہون یا پوتے کے ساتھ پوتیان عصبہ بنجائین - یا بھانجے کے ساتھ بھانجیان وارث ہون -

اور اگر مختلف رشتہ دار ہین تو دیکھو کہ اُن مین ذوی الفروض صرف ایک ہی یا چند آدمی ہین اگر ایک ہی ذوی الفروض ہی تو اسکا جو کچھ حصہ ہے اُسی کے موافق سہام مقرر کرکے ایکا اسکو دیدو اور باقی عصبات کو دیدو - مثلاً آٹھوین حصے والی ذوی الفروض ہے تو ترکہ کے آٹھ حصے کرکے ایک اسکو دیدو - باقی عصبات کو دیدو - زوجہ - تین بیٹے مشتبہ یا چھٹے حصے والا ذوی الفروض ہی تو چھٹا اسکو دیکر باقی عصبات کیلئے چھوڑدو - اخیافی بھائی - دو چچا - اپنی جو کچھ ذوی الفروض کے حصے سی باقیماندہ عصبات کو دیا ہے وہ اسکو حسب قاعدہ باہم برابر تقسیم کرلینگے - اور اگر کئی آدمی ذوی الفروض ہین یا سب ذوی الفروض ہین عصبہ کوئی بھی نہین تو ایک خط کھینچ کر اُسکے نیچے سب رشتون کو لکھو جو بوقت مرنے مورث کے زندہ تھے اور پہلی فصلون مین دیکھکر ہر ایک ذوی الفروض کا حصہ مقررہ اُسکے نیچے لکھتے جاؤ اور دیکھو کہ سب کو حصے ملنے کے بعد کچھ باقی رہا ہے یا نہین اگر باقی رہا ہی تو وہان جو کوئی عصبہ ہے اسکو دیدو اور اگر باقی نہین رہا تو عصبے کے نیچے لفظ محروم لکھدو اور پھر غور سی حاجب محجوب کی بحث دیکھ لو شاید ان مین کوئی وارث محجوب ہو اور تمنے غلطی سے حصہ دیدیا ہو - اور اگر دو تین عصبے ہون تو یہ بھی دیکھ لو کہ ان مین کون مقدم اور قریب ہے جو قریب و مقدم ہے اسکو ذوی الفروض سے بچا ہوا دیدو اور بعید عصبے کو محروم لکھدو

سلہ اگر کوئی عورت ساتھ ہوگی تو اسکو اکہرا حصہ دین گے مثلاً بھائی کے ساتھ بہن یا پوتے کے ساتھ پوتی ۱۲

اب کے اِن باتون کو ایک مثال مین سمجھو جسمین سب وارث ذوی الفروض ہی ذوی الفروض ہین ایک عورت کا انتقال ہوا اُسنے چار وارث چھوڑے۔ والدہ۔ دختر پوتی شوہر۔ ہمنے ایک خط کھینچکر اُسکے نیچے چارون وارثون کو لکھا اور پھر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور نقشون کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جب میت کے اولاد ہوتی ہے تو شوہر کو چوتھا حِصّہ ملتا ہے اور والدہ کو چھٹا۔ یہی حصے اِن دونون کے نیچے ہمنے لکھدئے پھر دیکھا کہ جب دختر تنہا ہوتی ہے تو اسکو نصف ترکہ ملتا ہے وہی اُسکے نیچے لکھا۔ پوتی کے حالات مین لکھا ہی کہ اگر میت کی ایک بیٹی موجود ہو تو پوتی کو چھٹا حِصّہ ملتا ہے اسلئے ہمنے چھٹا حصہ پوتی کے نام کے نیچے لکھدیا۔ بس میت کا کل ترکہ تقسیم ہوگیا۔ اسکے بعد دوسری مثال پر خیال کرو

شوہر	والدہ	دختر	پوتی
ربع	چھٹا	نصف	چھٹا

جسمین عصبہ بھی موجود ہے ایک شخص کا انتقال ہوا اُسنے ایک زوجہ دو دختر۔ ایک نانی۔ ایک بھائی چھوڑا۔ اِن سب وارثون کا نام ہمنے ایک خط کے نیچے لکھکر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور حصون کے موافق زوجہ کو آٹھوان دو بیٹیون کو دو ثلث نانی کو چھٹا حصہ دیا۔ اسکے بعد جو کسیقدر مال باقی رہگیا۔ وہ بھائی کو دیا جو عصبہ ہے

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
آٹھواں	دو ثلث	چھٹا	باقی

یہان بھی مسئلہ حل ہوکر ترکہ تقسیم ہوگیا۔ تیسری مثال کو بھی اسیطرح سمجھو جسمین عصبہ موجود ہی لیکن کچھ مال ذوی الفروض سے باقی نہین رہا اسلئے محروم ہے

شوہر	والدہ	ہمشیرہ اخیافی	چچا
نصف	ثلث	سدس	محروم

کیونکہ حسب قاعدہ نصف شوہر کو ملا۔ ایک ثلث والدہ کو اور چھٹا حصہ اخیافی ہمشیرہ کو یہ ثلث اور چھٹا ملکر بھی نصف ہوگئے نصف شوہر نے لیا نصف اِن دونون نے۔ بس ترکہ کا فیصلہ ہوگیا اور چچا صاحب جو عصبہ تھے خالی رہگئے۔

ابھی ہمکو بہت سی مثالین بیان کرنا باقی ہین لیکن اُنسے پہلے آپ اِس ضروری بات پر خیال کرین کہ اِن تین مثالون مین آپنے حصے بھی لگا دئے اور ترکہ تقسیم کردیا۔ اور بلاشُبہ اسقدر معلوم ہوجانا بھی بہت غنیمت اور بڑا بھاری علم ہے لیکن یہ بات ابھی معلوم نہین ہوئی کہ ان تینون مثالون مین کل ترکہ کو کتنے سہام بناکر وارثون پر تقسیم کرین مثلاً پہلی مثال مین ہمنے چوتھا حِصّہ شوہر کو چھٹا حصہ والدہ کو نصف دختر کو چھٹا پوتی کو دیا ہے اب یہ سمجھانا باقی ہی کہ کل ترکہ کو کتنے سہام کرکے اِن لوگون پر تقسیم کرین اور جسکو نصف پہونچا ہے اسکو کسقدر سہام دین اور جسکو چھٹا پہونچا

اسکو کسقدر اور جسکا حصّہ ربع ترکہ ہے اسکو کتنے سہام دین بس اسی بات کو خوب غور سے سنو ہمنے یہ بتلا دیا تھا کہ جسجگہ صرف ایک وارث ہو یا ایک نام کے چند وارث ہون وہان کچھ جھگڑا تقسیم مین نہین رہتا بلکہ جسقدر آدمی ہوتے ہین اسیقدر سہام بنا کر ایک ایک حصّہ سب کو دیدیتے ہین اسلئے ہم اُس قاعدہ کو نہین دُہراتے بلکہ اُسی صورت کی مذکورۂ بالا تین مثالونکو سمجھاتے ہین جہان مختلف وارث ہون۔ پہلی مثال مین اگر ہم کل مال کے تین سہام کرکے آدہا سہام والدہ کو دین آدہا پوتی کو اور ڈیڑھ سہام بیٹی کو اور پونا سہام شوہر کو تب بھی میراث بخوبی تقسیم ہوجائیگی اور جسکا جتنا حق تھا اسکو ملجائیگا کیونکہ تین سہام مین سے پونا سہام شوہر کو ملا تو چوتھا حصّہ ملگیا اور والدہ اور پوتی کو نصف نصف سہام ملا تو چھٹا حصہ ہر ایک کو پہونچا اور تین سہام مین سے ڈیڑھ سہام پوتی کو ملا تو نصف مال ملگیا۔ لیکن حصون کو توڑ توڑ کر دینا پڑا اور فرائض مین یہ قاعدہ ہے کہ مال کے اتنے سہام بناتے ہین جنکو تقسیم کرنے مین توڑنا نہ پڑے اور ہر شخص کو سالم سہام ملجائین۔ پس ہمنے سوچا کہ شاید اس صورت مین چار سہام کرکے تقسیم کرنیسے پورا پورا سہام ملے لیکن غور سے دیکھا تو یہان اور بھی زیادہ ٹکڑے کرکے تقسیم کرنا پڑتا ہے اور پانچ مین بھی یہی خرابی ہے تو چھ سہام کرکے تقسیم کرنا چاہا تو وہان شوہر کو ڈیڑھ سہام دینا پڑتا۔ اسیطرح سات سہام آٹھ سہام نو سہام دس سہام گیارہ بارہ سہام کرنیمین کسی طرح بلا توڑنے سہام کے تقسیم نہین ہوسکتا لہذا تیرہ سی تقسیم کرنا چاہا تو ایسی طرح تقسیم ہوگیا کہ سہام کو توڑنا نہ پڑا اور حصہ ہر شخص کا پورا ملگیا یعنی کُل مال کے تیرہ سہام کرکے بارہ مین سی چوتھا حصّہ یعنی تین سہام شوہر کو دے چھٹا حصہ یعنی دو سہام والدہ کو اور اسیقدر پوتی کو دئے اور بارہ مین سے نصف یعنی چھ سہام بیٹی کو دئے بس کُل مال کا فیصلہ ہوگیا اور سہام مین کسر نہ واقع ہوئی یعنی کوئی حصّہ توڑنا نہین پڑا۔

شوہر (ربع) — والدہ (چھٹا) — دختر (نصف) — پوتی (چھٹا)

اب ہر جگہ یہی قاعدہ سمجھ لو کہ اوّل ایک خط کے نیچے وارثون کو لکھکر اُنکے حصّے لگا دو اور پھر دیکھو کہ کتنے سہام کرنے سے بلا تکلف مال تقسیم ہوتا ہے اور سہام کو توڑنا نہین پڑتا جتنے سہام کرنے کے بعد مطلب حاصل ہوتا ہو اُسیقدر سہام خط کے اوپر لکھکر حصون کیمطابق ہر ایک

ل یعنی ایک سہام مین سے تین ربع یعنی کل مال کا چوتھا حصہ ۱۲ ل سہام تیرہ بنا دینگے اور تقسیم کرنیکے لئی حساب بارہ کا ہوگا کیونکہ ایک سہام صرف عول کے لئے بڑہا ہے مطلب سمجھانیکے لئے یہ مثال کافی ہے ۱۲

وارث کے سہام اُسکے نیچے لکھدو اور سب سے پہلے جو ایسا عدد ملجائے جس مین سب سہام نکل آدین بس اسیکو تقسیم کا ذریعہ بنالو چنانچہ دیکھو قبل ازین جو ہمنے دوسری مثال لکھکر حصے لگائے تھے وہ یہ تھی زوجہ دو دختر نانی بھائی یہان ہرچند غور کیا مگر کوئی تعداد سہام کی ایسی خیال
آٹھوان دوثلث چھٹا باقی
مین نہ آئی کہ حصے پورے ملجائین اور سہام توڑنے کی نوبت نہ آئے۔ بہت سے عددون مین امتحان کرکے دیکھا لیکن توڑکر حصہ لگانا پڑتا ہے دو مین بھی تین مین بھی چار پانچ مین بھی اب ہمنے سمجھا کہ چھ سے بلا تکلف تقسیم ہوجائیگا اسلئے دو ثلث یعنی چار سہام دخترون کے نیچے لکھدئے اور چھ مین سے ایک سہام نانی کے نیچے لکھا لیکن جب زوجہ کو آٹھوان حصہ دینا چاہا تو پھر وہی خرابی پیش آئی سہام توڑنے پڑے یعنی پونا سہام زوجہ کو ملتا ہے اب ہوش آیا کہ چھ سہام کرکے بھی تقسیم نہین ہوسکتا آگے چلے تو سات مین بھی مدعا نہ برآیا نہ آٹھ مین نہ نو مین اسیطرح ہر ایک عدد کو دیکھا اور بڑھتے بڑھتے بیس سہام بھی کرکے دیکھ لئے لیکن یہی بات نصیب نہ ہوئی کہ سہام توڑنا نہ پڑے اور مال حصہ رسد سبکو پہونچ جائے۔ بیس سے آگے اکیس ۲۱ بائیس ۲۲ تیئیس ۲۳ سہام کئے مگر وہی سہام ٹوٹنے کی خرابی بدستور رہی۔ دل گھبرا گیا مگر ہمنے ہمت نہ ہاری اور چوبیس ۲۴ کو آزمایا تو سارا عقدہ حل ہوگیا اور پورے پورے سہام پہونچکر مال تقسیم ہوگیا۔ زوجہ دو دختر نانی بھائی۔ اب ہماری ہمت
آٹھوان دوثلث چھٹا باقی
بندھ گئی اور قاعدہ معلوم ہوگیا۔ تیسری مثال جو پہلے مذکور ہوچکی ہے اسکو تقسیم کرنیکے لئے دو چار عددون کو آزماکر دیکھ لیا اور چھ سہام کرنے سے بلا تکلف وہ ترکہ تقسیم ہوگیا شوہر والدہ اخیافی بہن چچا
نصف ثلث چھٹا محروم
چونکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد کوئی سہام باقی نہین رہا تھا اسلئے چچا محروم رہگئے

اعتراض سہام کا باقی رہنا نہ رہنا تو سہام لگانے والے کی مرضی پر موقوف ہوا دیکئے اگر آپ اسی موقع پر سات سہام کرکے تقسیم کردیتے تو ضرور ایک سہام چچا کے لئے باقی رہجاتا۔

جواب نہین۔ گھٹانا بڑھانا کسی کے اختیار مین نہین بلکہ ذوی الفروض کے حصون کے لحاظ سے ایسا عدد تلاش کرتے ہین جسمین ذوی الفروض کو پورا پورا حصہ ملجائے اور سہام کو توڑنا نہ پڑے پس جو عدد ہمکو سب سے پہلے ایسا ملجائیگا وہین ٹھہر جانا لازم ہے آگے بڑھ ہی نہین سکتے۔ اگر بڑھینگے تو غلطی ہوگی کیونکہ اصل تو وہ حصے ہین جو ہمنے وارثون کے نام کے نیچے لگادئے ہین جب اُن مین گنجائش

نہین تو سہام بڑہانا حماقت ہی کیونکہ سہام تو اُنہی حصّونکے موافق کئے جاتے ہین جو وارثون کے لئے مقرر کرکے اُنکے نیچے لکھے گئے ہین اب سہام بیقاعدہ بڑہائے جائینگے تو ذوی الفروض کا حصہ گھٹ جائیگا یا یہ سہام بڑہانا فضول جائیگا۔ مثلاً اسی مذکورۂ بالا مثال مین اگرچہ کی جگہ سات سہام بنا دین اور ان مین سے ایک چچا کو دیدین اور تین شوہر کو دو والدہ کو ایک بہن کو تو سب کا حصّہ گھٹ جائے کسی کو بھی حصہ شرعی نہ پہونچے کیونکہ شوہر کو سات مین سے تین دئے تو آدہا ترکہ نہ پہونچا والدہ کو دو دئے تو ثلث نہ پہونچا بہن کو ایک دیا تو چھٹا حصّہ نہ پہونچا بلکہ ساتوان حصّہ پہونچا اور اگر سب کے حصّے پورے دیدین یعنی نصف شوہر کو ثلث والدہ کو چھٹا بہن کو تو بس مال ختم ہو جائے یہ سہام بڑہانا بیکار جائے

اب ہم چند مثالین مختصر تشریح کے ساتھ لکھتے ہین جس سے آپ کے ذہن مین یہ قاعدہ بخوبی جم جائیگا کہ ذوی الفروض کے حصّے لگانیکے بعد ایسا عدد تلاش کر لیتے ہین جس سے یہ سب حصّے بخوبی نکل آوین اور سہام ٹوٹنے نہ پائے اور سب سے پہلے جو عدد ملجاتا ہے اُس سے آگے نہین بڑھتے اسیقدر سہام بنا کر تقسیم کر دیتے ہین۔

مثال ۴ جسمین دو عصبے موجود ہین ذوی الفروض سے باقیماندہ مال قریب کو ملا بعید محروم رہا

شوہر	والدہ	دختر	بھتیجا	چچا
ربع	چھٹا	نصف	باقی	محروم

اسمین ذوی الفروض کے حصے نصف اور ربع اور چھٹا ہین غور کر کے معلوم ہوا کہ بارہ کے سوا کوئی عدد ایسا نہین جس سے بلا توڑنے سہام کے پورا پورا حصہ تمام مستحقون کا نکل آوے

مثال ۵ جسمین دو عصبے ایک نام کے موجود ہین لہذا ذوی الفروض سے باقیماندہ دونون پر تقسیم کر دیا گیا

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
چھٹا	نصف	باقی	
		۱	۱

یہان ہمنے والدہ کے نیچے چھٹا۔ اور بیٹی کے نیچے نصف لکھا اور باقی دونون بھتیجون کے نیچے لکھدیا اور پھر غور کیا کہ ایسا کونسا عدد ہی کہ اُس مین سے چھٹا والدہ کو اور نصف بیٹی کو ملجائے۔ اور سہام توڑنا نہ پڑے دو تین چار پانچ چھ کو امتحان کرنیسے سمجھ مین آگیا کہ چھ سے ہمارا مدعا برآدیگا اسلئے کل مال کے چھ سہام کرکے چھٹا حصّہ یعنی ایک سہام والدہ کو نصف یعنی تین سہام بیٹی کو اور باقیماندہ یعنی ایک ایک سہام ہر دو بھتیجون کو ملگیا۔

سوال۔ جسطرح آپنے چھ سہام کر کے اس مال کو تقسیم کیا ہے اسیطرح بارہ سہام بنا کر بھی آپ اسکو

دیکھو صفحہ ۱۸۸ ۱۲

بلاتکلف تقسیم کرسکتے ہین - والدہ بیٹی بھتیجا - بھتیجا - اورصرف بارہ ہی نہین بلکہ اٹھارہ ۱۸
اورچوبیس ۲۴ اورتیس ۳۰ اورچھتیس ۳۶ واڑتالیس ۴۸ سہام سے بھی ایسی طرح تقسیم ہوسکتا ہے کہ سہام
کوتوڑنا نہین پڑتا اورہرایک وارث کا پورا پورا حصّہ ملجاتا ہی مثلاً - والدہ بیٹی بھتیجا - بھتیجا
پس چھ کے عدد کی کوئی خصوصیت نہ رہی اورچھ سہام بناکر تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا بلکہ جس عدد سے
تقسیم کردین صحیح ہوجائیگا-

جواب بلاشبہ چھ کے سوا دوسرے عددون سے بھی تقسیم ہوسکتا ہے اورچھ سے دوچند سہ چند
چہارچند بنالیتے مین بھی سہام نہین ٹوٹتا بلکہ پورا تقسیم ہوجاتا ہے لیکن شاید آپکو یاد ہوکہ ہمنے
پہلی مثال کوسمجھانیکے بعد ہرجگہ مقررشدہ حصون کے سہام لگانے کا قاعدہ سمجھاتے ہوئے عرض
کیاتھا کہ سب سے پہلے جوایسا عدد ملجائے جسمین سب سے پورے نکل آدین اُسکو تقسیم کا ذریعہ بنالو جیسا
آپنے بتلایا ہے اس موقع پرچھ کے سوابہت عدد ایسے ہین جواس ترکہ کوتقسیم کردین اورسہام
توڑنا نہ پڑے لیکن سب سے پہلا عدد انکونہین کہہ سکتے - پوری طرح تقسیم کرنیوالا سب سے پہلا عدد چھ ہی اسلئے
بقاعدۂ فرائض اس مثال مین چھ سہام بناکر تقسیم کرنا ضروری ہے اوردیگر مثالون مین بھی جوسب سے
چھوٹا اورسب سے پہلا عدد پوری طرح تقسیم کرنیکی قابلیت رکھتا ہو وہی لیا جاویگا - اگراُس سے بڑا عدد
لیکربھی کوئی تقسیم کردے توحصے سبکو پورے ملجائینگے لیکن فرائض کے قاعدے سے جوشخص واقف ہوگا
وہ کہے گا کہ غلط تقسیم کیا ہے اسلئے فرائض مین جیسا اس بات کا لحاظ رکھتے ہین کہ کوئی سہام توڑنا
نہ پڑے بلکہ ہروارث کے حصے مین پورا سہام آوے خواہ ایک سہام آوے یا دو ۲ یا دس ۱۰ بیس ۲۰
اسیطرح یہ بھی خیال رکھتے ہین کہ سہام فضول اوربیفائدہ نہ بڑھ جائین جہانتک ممکن ہوا اختصار رہے
پس اسی مثال مین جسجگہ ہم چھ سہام بناکر تقسیم کرآئے ہین اگرآپ بارہ ۱۲ یا اٹھارہ ۱۸ یا چوبیس ۲۴ یا تیس ۳۰
وغیرہ سہام بناکر تقسیم کرین توآپنے فضول سہام بڑہائے کیونکہ تقسیم کرنیکے لئے توچھ سہام
بنالینا ہی کافی تھا جوسب سے چھوٹا اورمختصر عدد ہے -

مثال ے - جسمین عصبات مردوعورت ہین - والدہ چھٹا والد چھٹا بیٹا ثلث بیٹی - والدہ اوروالد
کا چھٹا چھٹا حصہ مقررتھا اسلئے کل ترکہ کے چھ سہام مقررکئے تاکہ اُنکا حصہ ملجائے اورسہام نہ ٹوٹے
والدین کا حصّہ دینے کے بعد جوچار باقی رہے وہ میت کے بیٹا بیٹی کودیدے کیونکہ وہ عصبہ ہین

اور ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ لیکر بقاعدہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ تقسیم کرتے ہین

قاعدہ - اور قاعدہ - اگرچہ ہمنے سہام مقرر کرنے کے لئے مختصر بات بتلادی ہے کہ تمکو سب سے پہلے جو سب سے چھوٹا ایسا عدد ملجائے جسمین سے سب حصے پوری طرح بلا ٹوٹنے سہام کے نکل آدین بس اسیقدر سہام بنالو اور تقسیم کردو چنانچہ یہان تک سب مثالون مین اسیطرح سہام مقرر کرکے تقسیم کردیا گیا لیکن اس مین آپ کو ہر ایک عدد کو دیکھنا اور امتحان کرنا پڑتا ہے کہ شاید فلان عدد سے تقسیم ہوجائے اور شاید فلان سے مثلاً کسی جگہ خیال کروگے کہ شاید پانچ سہام بناکر بلا تکلف تقسیم ہوجائے کسی جگہ سات کو آزماکر دیکھوگے کہین دس اور پندرہ سہام پر خیال دوڑاؤگے اسطرح بہت حیران ہونا پڑیگا لہذا یاد رکھو کہ ترکہ کو پوری طرح تقسیم کرنیوالے یہ عدد ہین - ۲ اور ۳ اور ۴ اور ۶ اور ۸ اور ۱۲ اور ۲۴ جب ضرورت ہوان سب کو امتحان کرکے دیکھ لینا کسی ایک مین سے بالضرور سب حصے پورے نکل آدینگے اور سہام توڑنیکی ضرورت نہوگی باسانی ترکہ تقسیم ہوجائیگا -

مثال ۸ جسمین بہت ذوی الفروض ہین اور عصبات مرد وعورت ہین

زوجہ	دختر	والدہ	پوتی	بھائی بہن
ثمن	نصف	چھٹا	چھٹا	باقی
۳	۱۲	۴	۴	۱

ہر ایک وارث کے نیچے اُسکا حصّہ مقررہ لکھا اور بہن بھائی کے نیچے باقی لکھدیا اُسکے بعد سہام تجویز کرنیکے لئے مناسب عدد کو تلاش کیا تو زیادہ حیران ہونا نہین پڑا بلکہ صرف مذکورہ بالا چھ عددون مین غور اور امتحان کیا اور سب سے اخیر مین چوبیس ۲۴ کے عدد نے اِس مشکل کو حل کردیا یعنی چوبیس سہام بناکر تیئیس ۲۳ سہام ذوی الفروض کے حصون مین خرچ کردئے باقی ایک رہا وہ میت کے بہن اور بھائی دونون کا حق ہے اسی ایک سہام مین دونون شریک رہینگے - اسی ایک سہام کے تین[1] ٹکڑے کرکے دو ٹکڑے بھائی کو دئے جائینگے ایک بہن کو

فصل ۲ - عول یعنی سہام بڑہانیکا بیان

بعض دفعہ موجودہ وارث اسقدر حصون کے مستحق ہوجاتے ہین کہ کل مال مین اُن حصون کی گنجائش نہین ہوتی اگر بعض وارثون کا حصّہ پورا دیدین تو دوسرون کے حصّہ مین خلل آجائیگا یا بالکل محروم رہجائین اور دوسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی عدد ایسا نہین نکلتا جسمین سے یہ سب حصے پوری طرح نکل آدین اور سہام توڑنا بھی نہ پڑے - اب اس دشواری کو ایک مثال مین سمجھ لو پھر اسکے

[1] ہمنے مختصر کردیا ہے اگر کل سہام ۷۲ بنالین تو بہن بھائی کا سہام بھی توڑنا نہ پڑے دو بھائی کو ملین ایک بہن کو ۱۲

حل کرنے کا قاعدہ بتلایا جائے گا۔

مثال شوہر دو حقیقی بہن دو اخیافی بہن اس مثال مین اوّل تو حصے اسقدر بڑھ گئے ہین کہ تمام مال اُنکے لئے کافی نہین اسلئے کہ جب دو ثلث حقیقی بہنون کو دیا اور ایک ثلث اخیافی بہنون کو تو کل مال ختم ہوگیا۔ اب شوہر کو کہانسے دین اسلئے کہ ایک ثلث اور دو ثلث ملکر مال تمام ہوجاتا ہے اب شوہر کو نصف دینے کی گنجائش نہین۔ اور اگر شوہر کو نصف اور اخیافی بہنون کو ثلث دیدین تو آگے صرف چھٹا حصّہ باقی رہجائے حقیقی ہمشیرون کے لئے دو ثلث کسطرح دیا جائے اور اگر ان سب وارثون کے نیچے حسب قاعدہ انکے حصے لکھ بھی دین تو دوسری مشکل اور دشواری یہ ہے کہ ایسا عدد کوئی بھی نہین ملتا جسمین سے یہ حصے پوری طرح تقسیم ہوجائین جو عدد تجویز کرتے ہین اور جتنے سہام بناکر تقسیم کرنا چاہتے ہین اُسی مین غلطی ہوجاتی ہے مثلاً چھ سہام بنادین اور جنکا دو ثلث حصّہ تھا انکو چار سہام دیدین اور ایک ثلث والے وارثون کو دو سہام دیدین تو جنکا نصف حصّہ مقرر تھا وہ محروم رہجائے اور اگر نصف کے مستحق کو تین سہام دیدین تو دوسرے مستحقون کو کیسے پورا حصہ دین اسکے سوا بارہ یا چوبیس یا آٹھ وغیرہ سہام بنائین۔ یا بالغرض نو دس پندرہ سہام بناڈالین)

پھر بھی وہی خرابی موجود ہے اور کوئی صورت ٹھیک نہین بیٹھتی۔

اس مشکل کو حل کرنے کا عمر رضی اللہ عنہ نے جو قاعدہ تجویز فرمایا ہے اسکو **عول** کہتے ہین جسکو ہم اب سمجھانا چاہتے ہین۔

جس جگہ کہین اس قسم کی دشواری پیش آوے (یعنی میت کا مال حصون کے لئے کافی نہو اور کوئی عدد انکو تقسیم کرنے والا نہ ملے) وہان مال کے کافی نہونے کا لحاظ نہین کرتے اور سب وارثون کے نیچے اُنکے پورے حصے مقررشدہ لکھ دیتے ہین اور پھر حسب قاعدہ سب سے چھوٹا اور کم مقدار والا ایسا عدد تلاش کرتے ہین جس مین سے سب وارثون کے حصے نکل آوین اور سہام توڑنے کی حاجت نہو اُسی عدد کے حساب سے ہر ایک وارث کو پورے سہام حصہ رسد دیکر اسکے تمام اور حصے کے نیچے اُن سہامون کی تعداد لکھ دیتے ہین لیکن اب چونکہ مجموعہ سب سہامون کا زیادہ ہوجاتا ہے اور اصل تقسیم کرنے والے عدد سے بڑھ جاتا ہے اسلئے وہ چھوٹا

عدد (جسکو تلاش کرکے آپ نے اُسکے بموجب سہام تقسیم کئے تھے۔) لمبے کھینچے ہوئے خط کے اوپر لکھا رہنے دو اور اُسکے اوپر ان سب سہامون کے مجموعہ کی تعداد لکھدو۔

دیکھو اسی مذکورۂ بالا مثال مین جہان یہ خرابی پیش آرہی تھی شوہر کے نیچے نصف لکھدیا حقیقی بہنون کے نیچے دو ثلث لکھے۔ اخیافیون کے نیچے ایک ثلث تحریر کیا اور اسکا کچھ خیال نہیں کیا کہ اسقدر حصون کی اس مال مین گنجایش ہے یا نہین۔ اُسکے بعد ایسا عدد تلاش کیا جسمین سے سب حصے نکل آدین ایسا عدد سب سے چھوٹا ہمکو چھ ملا۔ ہمنے کُل مال کے چھ سہام کئے۔ شوہر نصف کا مستحق ہے اُسکو چھ مین سے تین دیدئے حقیقی بہنین دو ثلث چاہتی ہین اُنکے نیچے چھ مین سے چار لکھدئے دو اخیانی بہنون کا حصہ ایک ثلث ہوتا ہے اُنکے نام کے نیچے چھ مین سے ثلث یعنی دو سہام لکھدئے گئے۔

شوہر نصف — حقیقی بہنین۔ دو ثلث — اخیافی بہنین۔ ایک ثلث

اب ان وارثون کے نیچے لکھے ہوئے سہامون کو شمار کیا تو بہت بڑھ گئے ہین یعنی بجائے چھ کے نو ہو گئے ہین لہذا ہمنے چھ کے ساتھ نو کو بھی لکھدیا یعنی لمبے خط کے اوپر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اُسکے اوپر نو کو بھی لکھدیا اور درمیان مین عین کا نشان بنا دیا کیونکہ لفظ عول مین سب سے پہلے عین ہے اس عین کے اشارہ سے معلوم ہو جائیگا کہ یہان عول کی وجہ سے بجائے چھ کے نو ہو گیا۔

شوہر نصف — دو حقیقی بہنین دو ثلث — دو اخیافی بہنین۔ ایک ثلث

عول مین یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ مال جو سب ذوی الفروض کے حصون کیلئے کافی نہین تھا کُل سب پر حسب قاعدہ تقسیم ہو جاتا ہے اور کسی خاص شخص کے حصے مین خلل نہین آتا بلکہ سب کے حصون مین حصہ رسد نقصان اور کمی ہو جاتی ہے اور تقسیم مین دقت و حیرانی پیش نہین آتی عول کا بیان شاید اکثر ناظرین کے ذہن مین نہ آسکے لیکن ہم حتی الوسع آسان و سہل طور دین سمجھا رہے ہین اور ذہن نشین کرانیکے لئے دو مثالین اور لکھتے ہین۔

مثال شوہر نصف — دو حقیقی بہنین دو ثلث۔ یہان بھی میت کا مال سب حصون کیلئے کافی نہ تھا لیکن ہمنے حسب قاعدہ نصف شوہر کے نیچے لکھدیا اور دو ثلث دو ہمشیرہ کے نیچے۔ بعد ازان دیکھا کہ چھ سہام بنانیسے دو ثلث بھی نکلسکتا ہے اور نصف بھی لہذا چھ کا ہندسہ طویل خط کے اوپر لکھا اور چھ مین سے نصف یعنی تین سہام شوہر کو دئے اور دو ثلث یعنی چار سہام دونون بہنون کو دئے۔ اب دیکھا تو سہامون کا مجموعہ سات ہو گیا چونکہ قاعدہ معلوم تھا لہذا ہم گھبرائے نہین

بلکہ لمبے خط پر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اسپر عین کا نشان بنا کر سات کا ہندسہ بھی لکھدیا دیکھنے والا سمجھ جائیگا کہ یہان چھ سہام بنا کر تقسیم کیا ہے اور ساتپر عول ہوگیا ہے

شبہہ۔ یہ سمجھ مین نہین آتا کہ اوّل چھ سہام کر کے تقسیم کرنا اور پھر مجموعہ سات لکھنا اس دردسری سے کیا فائدہ ہے اگر شروع ہی سے سات سہام بنا کر تقسیم کر دیا جاتا تو کیا خرابی تھی۔

جواب اسکا یہ ہے کہ آپ تقسیم کر کے دیکھ لین سات سے تقسیم ہو سکتا ہے یا نہین ذرا خیال تو کرو اگر اس مثال مین ابتدا ہی سے سات سہام بنا لین تو بدون توڑنے سہام کے شوہر کو نصف کیسے ملجائے اور بہنون کے دو ثلث کسطرح ادا ہون علاوہ ازین اگر سہام کا ٹوٹنا بھی گوارا کرلین اور توڑ پھوڑ کر سات سہام مین سے نصف شوہر کو اور ایک ثلث اخیافی بہنون کو دے بھی دین تو حقیقی بہنون کے حصے مین کسر پڑ جائے اور وہی خرابی آپڑے جو پہلے تھی یعنی میت کا مال سب حصون کے لئے کافی نہو۔ علی ہذا القیاس اس سے پہلی مثال مین جس جگہ بجائے چھ کے نو سہام ہوگئے اگر ابتدا ہی سے نو سہام مقرر کرین تو شوہر کے حصے مین سہام ٹوٹ جائین یعنی ساڑھے چار سہام دینے پڑین اور پھر دو بہنون کے لئے دو ثلث باقی نہ رہے۔ غرض ایسے موقع مین اسکے سوا کچھ چارہ نہین کہ اوّل ایک چھوٹا عدد تجویز کر کے اُسمین سے سب حصے بدون توڑنے سہام کے نکالین اور پھر سب کا مجموعہ جو بڑھ جائے اسکو عین کا نشان بنا کر اوپر لکھدین۔

مثال مسئلہ ۲۴ / ۲۷ — زوجہ ثمن ۳، دختر نصف ۱۲، پوتی چھٹا ۴، والدہ چھٹا ۴، والد چھٹا ۴ — یہان بھی چونکہ میت کا مال سب حصون کے لئے کافی نہین ہو سکتا لہذا ہمنے سب کے حصے مقررہ پہلے قاعدون کیموافق دیکھکر نیچے لکھدئے اور پھر اُن عددون کو دیکھا جو سہام نکالنے کے لئے بتلائے گئے ہین یعنی ۲-۳-۴-۶-۸-۱۲-۲۴- ہر ایک عدد کو دیکھا کسی مین سے سب وارثون کے حصے بدون توڑنے سہام کے نکل نہ سکے لیکن آخر مین چوبیس ۲۴ سہام مقرر کر نیسے سب کے حصے پورے نکل آئے اور سب کے نیچے بمقدار حصہ سہام لکھدئے اور جب مجموعہ بڑھکر ستائیس ۲۷ ہوگیا تو اُسکو چوبیس ۲۴ کے اوپر عین کا نشان بنا کر لکھدیا[1]

مثال مسئلہ ۱۲ — زوجہ ربع، دو حقیقی بہن دو ثلث، ایک اخیافی چھٹا — اسکو اپنی عقل سے سمجھ لو بہت آسان ہے

قاعدہ۔ جس صورت مین عول ہوتا ہے وہان عصبات کو ہرگز کچھ حصہ نہین ملتا یا تو وہان یہ عصبے موجود ہی نہین ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہین تو محروم رہتے ہین اسلئے کہ عصبون کو

[1] عول کے تمام عدد صفحہ ۱۷۱ پر فصل ۵ سوال و جواب مین ملاحظہ کرو ۱۲

اُسیوقت کچھ مل سکتا ہے کہ ذوی الفروض کے حِصّے پورے دینے کے بعد کچھ باقی رہے اور جہان عول ہوگا وہان باقی کیسے رہیگا اگر باقی رہتا تو عول کی دقت ہی کیون آتی عول تو اسیوجہ سے ہوتا ہے کہ خود ذوی الفروض کے حصون کے لئے بھی مال کافی نہین ہوتا اور سب وارثون کے سہام لگانیکے بعد مجموعہ بڑھ جاتا ہے اور اصل عدد کے اوپر عین کی علامت بنا کر لکھا جاتا ہے۔ پس عول کی صورتون مین یا تو عصبات موجود ہی نہین ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہین تو محروم رہتے ہین۔

فائدہ۔ جب میّت کے وارثون مین بیٹا موجود ہوتا ہے تو وہان عول ہرگز نہین ہوتا اسلئے کہ خداوند جل شانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے بیٹے کی موجودگی مین (اور اسیطرح پوتے کے سامنے) بعض ذوی الفروض کو بالکل محروم کردیا ہے اور بعض کے حِصّے اسقدر کم مقرر کئے ہین کہ انکو حِصّے مل جانیکے بعد بیٹے کے لئے بہت سا مال باقی رہجاتا ہے حصّون کی تنگی اور عول کی صورت پیش ہی نہین آتی تاکہ بیٹا اور پوتا) محروم نہ رہجائے۔ قربان ہوجائین اپنے مہربان خالق مالک کے کیسی حکمت سے حِصّے لگائے ہین اور کس خوبی سے قاعدہ مقرر کیا ہے۔ فسبحان اللہ العلیم الحکیم

فصل ۴ ردّ یعنی حصے بڑہا دینے کا بیان

بعض صورتون مین میّت کے ذوی الفروض اسقدر کم ہوتے ہین کہ انکے حِصّے پورے دینے کے بعد میت کے ترکہ مین سے کچھ مال باقی رہجاتا ہے اور عصبہ کوئی موجود نہین ہوتا جو اس باقیماندہ کا مستحق ہو ذوی الارحام یا تو موجود ہی نہین ہوتے اور اگر ہوتے ہین تو محروم رہتے ہین کیونکہ ذوی الفروض اور عصبات کی موجودگی مین ذوی الارحام بالکل وارث نہین ہوتے نہ کُل مال کے نہ باقی ماندہ کے پس ایسی صورت مین ذوی الفروض کے حصون سے باقیماندہ مال کو بھی ذوی الفروض ہی کو دوبارہ دیدیتے ہین اور اسکو **ردّ** کہتے ہین (یعنی باقیماندہ مال کو بھی اُنھین وارثون پر لوٹا دینا۔ لیکن دوبارہ دینے مین یہ لحاظ رکھتے ہین کہ پہلے جس وارث کو زیادہ حِصّہ پہونچا تھا اسکو اب بھی زیادہ دیتے ہین اور جسکو کم ملا تھا اسکو کم۔ مثلاً کُل مال مین سے جسکو پہلے چھٹا حصہ دیا تھا اسکو اب بھی چھٹا دینگے اور جسکو پہلے نصف دیا تھا اسکو اب بھی نصف۔ ایسی صورتون مین مسئلہ لکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ اوّل حسب قاعدہ لمبے خط کے نیچے سب وارثون کو لکھکر اُنکے مقررشدہ حصے ذوی الفروض کے بیان مین سے

سوال نمبر ۵ ... دیکھو ۱۵۴ ۱۲

دیکھکر لکھدو اور پھر وہی سب سے چھوٹا عدد تلاش کرلو جسمین سے سب حصے نکل آوین اور سہام توڑنا نہ پڑے اور اس عدد کو لمبے خط کے اوپر لکھدو - اور پھر حساب لگاکر بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے اُسکے سہام بھی لکھدو اب سہامون کی میزان دو یعنی سب کے مجموعہ کا حساب لگاؤ تو یہ اُس عدد سے کسیقدر کم رہینگے جو آپنے لمبے خط کے اوپر لکھا ہے پس اس مجموعہ کو بھی اُسی عدد کے اوپر لکھدو اور درمیان مین ردّ کا نشان بنادو اسطرح لہٰ۶ اب آپ کی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ ردّ مین بالکل عول کے برعکس معاملہ ہے وہان لمبے خط کے اوپر لکھے ہوئے عدد مقررہ سے سہام کا مجموعہ بڑھجاتا تھا اور عول کا نشان بناکر اُسکے اوپر لکھا جاتا تھا اور یہان مجموعہ کم رہجاتا ہے اور ردّ کی علامت بناکر اُس عدد کے اوپر لکھا جاتا ہے - اور مندرجۂ ذیل مثالون سے تو خوب ہی ذہن نشین ہو جائیگا -

مثال ۱

دختر	والدہ
نصف	چھٹا

دیکھو یہان والدہ کا چھٹا حصّہ ہے اور دختر کا نصف اور چھ کے عدد مین سے یہ دونون حصے بلا ٹوٹنے سہام کے نکل سکتے ہین لہذا ہمنے چھ سہام تجویز کئے اور چھ مین سے نصف یعنی تین۳ سہام بیٹی کو دئے اور چھٹا حصّہ یعنی ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اب دیکھا تو مجموعہ چار ہوتا ہے اور کوئی عصبہ یہان موجود نہیں جو باقی کا مستحق ہو لہذا ردّ کا نشان بناکر اُسکو چھ کے اوپر لکھدیا -

مثال ۲

پھوپی	ہمشیرہ	والدہ
محروم	نصف	ثلث

اس مثال مین حصے لگادینے کے بعد کل ترکہ کے چھ سہام بنائے دو والدہ کو تین ہمشیرہ کو دئے ایک سہام باقی رہگیا ہے اِسکے لینے کے لئے عصبہ کوئی موجود نہ تھا - پھوپی زندہ تھی لیکن وہ ذوی الارحام مین شمار ہے ذوی الفروض و عصبے کی موجودگی مین وہ بالکل محروم رہتے ہین لہذا ہمنے اس ایک باقیماندہ حصے کو بھی اُنھین دونون وارثون کو دیدیا لیکن ایسی ترکیب سے کہ جسکا زیادہ حصّہ مقرر تھا اسکو دوبارہ بھی زیادہ ملا اور جسکا حصّہ کم تھا اسکو دوبارہ بھی اُسی حصے کے حساب سے کم ملا اور کل سہامون کے مجموعہ کو اُسی عدد کے اوپر علامت بناکر لکھدیا -

قاعدہ - اگر سب ذوی الفروض ایک ہی نام[1] کے ہون اور ان کا حصہ مقررہ دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہتا ہو تو وہان تقسیم کرنا بہت آسان ہے جسقدر وارث ہون اسیقدر سہام مقرر کرکے

---

[1] یعنی سب کا رشتہ ایک ہی ہو مثلاً سب بیٹیان ہون یا سب بہنین ہون ۱۲

بلا تکلف سب کو ایک ایک دیدین اور لمبے خط کے اوپر اُن سب کے مجموعہ کو لکہدین بس اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہین دیہ قاعدہ پہلی فصل مین نقشہ نمبر ۶ کے بعد بیان ہوچکا ہے لیکن رد کے ذکر مین اسکو دوبارہ مستقل بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔

مثال ۳ بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹیان چونکہ ایک سے زیادہ ہین لہذا انکو دو ثلث ملنا چاہیئے لیکن چونکہ باقیماندہ ایک ثلث کا لینے والا کوئی نہین لہذا کُل مال نہین بیٹیون کا حق ہوگیا اور چونکہ بیٹیون کی تعداد پانچ تھی لہذا ہمنے پانچ سہام مقرر کرکے سب کو ایک ایک سہام دیدیا

قاعدہ۔ اگر کسی جگہ دوسری قسم ذوی الفروض بھی ہون اور زوجہ و شوہر مین سے بھی کوئی موجود ہو تو وہان رد ہوکر جو دوبارہ مال وارثون کو دیا جاتا ہے اُس مین سے زوجہ یا شوہر کو حصہ نہ ملیگا جو کچھ پہلے دیا گیا ہے وہی ان کا حق ہوگا یہ باقی ماندہ جو دوبارہ تقسیم ہوا ہے یہ زوجہ اور شوہر کے سوا دوسرے ذوی الفروض کو ملیگا ایسی صورت مین زوجہ یا شوہر کا حصہ پہلے دیدیتے ہین اور اُسکے بعد جو مال باقی رہے اُسے دیگر ورثہ پر اُسی قاعدہ کیموافق تقسیم کرتے ہین یعنی اوّل لمبا خط کھینچکر سب کے نیچے حصے لکھدیتے ہین۔ اور پھر کوئی عدد تجویز کرکے نیچے سہام لگا دیتے ہین

مثال ۴ زوجہ والدہ دختر دیکھو یہان اوّل آٹھوان حصہ زوجہ کو دیدیا اُسکے بعد جو مال باقی رہا اُسکو والدہ اور دختر پر تقسیم کیا والدہ کے نیچے چھٹا اور دختر کے نیچے نصف لکھا اور پھر عدد تلاش کیا جسمین سے یہ سہام نکل آدین غور کرنے سے معلوم ہوا کہ چھ عدد تجویز کرنیسے والدہ اور دختر کا حصہ کل آویگا۔ چھ کا ہندسہ لمبے خط کے اوپر لکھکر چھ مین سے ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اور تین بیٹی کے نیچے۔ اب چونکہ مجموعہ ان کا چار ہوتا ہے لہذا چھ کے اوپر رد کی علامت بناکر چار کا ہندسہ بھی لکھدیا[۵۲]۔ اب اس صورت مین واپس شدہ مال مین سے دوبارہ زوجہ کو کچھ نہین ملا اُسکو کُل مال مین سے صرف آٹھوان ملا۔ جو کچھ نفع ہوا اور حصہ مقررہ سے زیادہ ملا وہ والدہ اور بیٹی کو پہونچا۔ اسیطرح اگر کسی مثال مین شوہر[۵۳] ہو تو اُسکو باقیماندہ مین سے کچھ نہ ملے گا بلکہ اوّل اُسکا مقررہ حصہ نکالنے کے بعد دیگر وارثون کو حسب قاعدہ مال دیا جائے گا اور جو کچھ زیادہ ہوگا انھین کو ملیگا

[۵۲] اس سے آگے ضرب وغیرہ کا قاعدہ بوجہ عام نہونیکے چھوڑدیا۔ [۵۳] شوہر والدہ دختر

[ع۵] تفصیل کے لیے دیکھیں ضمیمہ میں اصلاح نمبر ع۸ (ناشر)

قاعدہ۔ اگر میت کے وارثون مین صرف زوجہ ہو یا صرف شوہر ہو کوئی دوسرا وارث عصبہ[1] اور ذوی الارحام بالکل موجود نہو تو وہان کل مال اُسی موجودہ وارث زوجہ یا شوہر کو ملجائیگا تقسیم کرنے کا جھگڑا پیش نہ آویگا **مثال** صرف زوجہ ۱ اس مثال مین زوجہ کے سوا کوئی وارث ہی نہ تھا اسلئے حسب قاعدہ چوتھا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی رہا وہ بھی زوجہ ہی کو دیا گیا اور اسطرح کل مال کی مالک ہوگئی ترکہ کو تقسیم نہین کرنا پڑا بلکہ سب زوجہ ہی کو مل گیا اسلئے ہمنے لمبے خط پر ایک کا ہندسہ لکھا ہی۔ اگر چاہین تو اسطرح بھی لکھ سکتے ہین تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل مین چوتھے حصہ کی مستحق تھی بقاعدۂ ردّ کل مال اسکو دیا گیا ہے صرف زوجہ ۱ بالکل یہی حال ہوگا اگر میت کے وارثون مین شوہر کے سوا اور کوئی موجود نہ ہو شوہر ۱ شوہر ۱ - شوہر - شوہر ۱

فائدہ جس جگہ عصبہ موجود ہوتا ہے وہان ردّ نہین ہو سکتا اسلئے کہ ردّ جب ہوتا ہے کہ ذوی الفروض سے باقیماندہ کو لینے والا کوئی موجود نہو اور جب عصبہ[2] موجود ہے تو وہ دوڑ کر باقی کو لیگا ردّ کی نوبت کہان آوے گی۔

فصل ۸ فرائض کے مسائل لکھنے کا طریقہ

میراث تقسیم کرنے اور مسئلہ بتلانے کا قاعدہ ہمنے بہت واضح کر کے سمجھا دیا ہی اور آٹھ مثالیں لکھکر اُس قاعدہ کی پوری تشریح کر دی ہے اُنھین مثالون کے بعد مناسب سمجھکر عول اور ردّ کا ضروری بیان کر دیا ہے آب ہم مسئلہ لکھنے کا طریقہ مع بہت سی مثالون کے ایسی طرح بیان کرتے ہین جس سے وہ سابق بیان بھی تازہ ہو جائے اور میراث تقسیم کرنے اور مسئلہ لکھنے مین سہولت ہو جائے۔ جب کوئی مسئلہ نکالنا منظور ہو تو پہلے لفظ میّت بہت لمبا کھینچکر لکھو اور اُسکے بائین گوشہ پر میّت کا نام لکھدو اور اُس میّت کے نیچے اُسکے تمام موجودہ وارثون کو لکھو جو اُسکی وفات

[1] اسلئے کہ عصبہ ہوگا تو زوجہ یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد باقیماندہ مال ضرور لیگا۔ اور ذوی الارحام بھی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے محروم نہین ہونگے بلکہ انکے حصون سے باقیماندہ مال کے مستحق ہونگے البتہ جب زوجہ یا شوہر کے سوا اور کوئی وارث کسی قسم کا بھی موجود نہ ہو تو انکے حصے کے بعد جو مال باقی رہیگا وہ بھی بطور ردّ کے انہین کو دیدیا جائیگا۔ اسطرح کل مال کے مستحق ہو جائینگے لفظہ بیت المال فی زماننا ۱۲ [2] البتہ اگر عصبہ کافر یا قاتل وغیرہ ہو تو اُسکے موجود ہونیکا کچھ اعتبار نہین وہ چونکہ میراث سے محروم ہے لہذا اسکی موجودگی مین ذوی الفروض پر ردّ ہو سکتا ہے ۱۲

کیوقت زندہ تھے اور پھر ذوی الفروض کے حالات دیکھکر یا اپنے حافظہ سے غور کرکے ہر شخص کے نیچے اسکا حصہ مقررہ لکھدو اور پھر دیکھو کہ ۲-۳-۴-۶-۸-۱۲-۲۴ مین سے کونسا ایسا عدد ہے جسمین سے یہ سب حصے نکل آدین اور سہام کو توڑنا نہ پڑے ان مین سے جونسا سب سے چھوٹا عدد ایسا ہو جسمین سے سب حصے نکل سکتے ہون اُسکو لمبے کھینچے ہوئے خط پر لکھدو اور اس مین سے بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے لکھتے جاؤ۔ جب سب کے نیچے حصے لکھے گئے اور سہام بھی لگ گئے تو دیکھو تمنے کوئی غلطی تو نہین کی اگر غلطی کی ہو تو از سر نو صحیح کرکے لکھو۔ اب وارثون کے نیچے لکھے ہوئے سہامون کو شمار کرو اگر انکا مجموعہ اس عدد کے برابر ہے جسکو تمنے سہام نکالنے کیلئے تجویز کرکے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو بس اسی طرح رہنے دو۔ دیکھو۔

میت ۲۴ عبدالغنی۔

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ماموں
آٹھوان	چھٹا	نصف	باقی	محروم
۳	۴	۱۲	۵	

اور اگر تمہارے لگائے ہوئے سہامون کا مجموعہ اوپر لکھے ہوئے عدد سے زیادہ ہو تو اُس عدد کے سر پر عول کی علامت بناکر ان سہامون کے مجموعہ کو بھی لکھدو اسطرح[1] اور اگر وارثون کے نیچے لکھے ہوئے سہامون کا مجموعہ اُس عدد سے کم ہے جسکو تمنے سہام نکالنے کے لئے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو رد کا نشان بناکر ان سہامون کی تعداد کو اس عدد کے اوپر اسطرح لکھو۔[2]

عول: مسئلہ ۶ عول ۷ — شوہر: نصف، بہن: ثلث، بہن: ثلث

رد: دختر: نصف، والدہ: چھٹا

جب ہر ایک وارث کا حِصّہ لکھا گیا اور عدد تجویز ہو کر ہر شخص کے سہام بھی لکھے گئے تو مسئلہ کامل ہو گیا اور بخوبی نکل آیا بس اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہین لیکن طرز و دستور قدیم یہ ہے کہ اُسکے بعد عبارت و الفاظ مین بھی پوری تصریح کرکے لکھدیا جاتا ہے کہ اسقدر سہام مہا کر فلان شخص کو اسقدر دیا جائے اور فلان وارث کو اسقدر۔ اور چونکہ تجہیز و تکفین اور قرض اور ثلث مال کی وصیت میراث پر مقدم ہین میراث جب ہی تقسیم ہوتی ہے کہ انکی ادائیگی سے کچھ مال باقی رہے لہذا شروع عبارت مین یہ بھی لکھدیا جاتا ہے کہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث اسطرح تقسیم ہو۔

[1] یہ صورت عول مین پیش آتی ہے ۱۲ [2] یہ صورت رد مین ہوا کرتی ہے ۱۲

اور کبھی جملہ حقوق کی تفصیل بھی لکھدیتے ہین کہ بعد تجہیز وتکفین وادائے قرض ونفاذ وصیت ثلث کے ترکہ میت کا باین تفصیل تقسیم ہوگا۔ **مثال**

میت ۱۲/۱۳ مسماۃ بشیر النساء

شوہر	والدہ	والد	دختر	برادر
ربع	چھٹا	چھٹا	نصف	محروم

مسماۃ بشیر النساء کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث تیرہ سہام ہوکر تین سہام شوہر کو پہونچا اور دو سہام والدہ کو اور دو والد کو اور چھ سہام دختر کو اور بھائی محروم رہا۔

تنبیہ اوّل یہ طریقہ کافی اور مطابق تحریرات اکثر علماء کے ہے۔ اگر کچھ قلیل وکثیر فرق ایسا ہوجائے کہ مدعا سمجھنے مین دشواری نہو تو کچھ مضائقہ نہین مثلاً بعض حضرات میت کے نام داہنی طرف لکھتے ہین۔ اسیطرح جس صورت مین عول یا رد ہوتا ہے وہان بعض دفعہ عبارت مین یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ بقاعدۂ عول اسقدر سہام ہوئے یا بقاعدۂ رد اسقدر سہام ہوئے۔ اگرچہ سمجھنے والا اوپر کے نشان عول ہی کو دیکھکر سمجھ جاتا ہے ایسے ہی بعض خاص غرضون سے سمجھانیکے لئے عبارت مین کسی امر کی خاص تفصیل وتشریح کردیجاتی ہے۔

(۲) جب مسئلہ نکالنے کی مشق ہوجاتی ہے اور وارثون کے حصے ذہن مین جم جاتے ہین تو وارثون کے نیچے اُنکے حِصّہ لکھنے کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ ذہن مین اُن سب کے حصے ملحوظ رکھکر ایسا عدد تجویز کرتے ہین جسمین سے سب کے حصے پوری طرح نکل آوین اور پھر اُسی عدد کو اوپر لکھکر اُس مین سے ہر ایک وارث کے نیچے بمقدار حصہ سہام لکھدیتے ہین۔

(۳) یہ ضروری نہین کہ ہمیشہ لفظ میت لکھکر اسکو لمبا کھینچا جائے بلکہ اسکی جگہ صرف ایک طویل خط کھینچ دینا بھی کافی ہے جسکے نیچے تمام وارث لکھے جائین اور یہی خط لفظ میت کے قائم مقام ہوجاتا ہے

(۴) وارثون مین سب سے اول ذوی الفروض کو لکھتے ہین اُسکے بعد عصبات کو اُن کے بعد ذوی الارحام کو۔ اور ذوی الفروض مین سب سے مقدم زوجہ یا شوہر کو لکھتے ہین۔ اگر اس قاعدہ کے خلاف بھی لکھین تو مسئلہ سمجھ مین آجائیگا لیکن لکھنے والا ناواقف سمجھا جائیگا۔

(۵) لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا جاتا ہے اس عدد کے نیچے لفظ مسئلہ بھی لکھدیتے ہین اگر نہ لکھین تب بھی

کچھ حرج نہین

(۶) جو وارث محروم ہون اُنکے نیچے لفظ محروم لکھدیا جاتا ہے اور کبھی صرف حرف م لکھدیتے ہین اور محروم وارثون کو سب سے آخر مین لکھتے ہین

(۷) عبارت کے آخر مین عربی یا اُردو یا فارسی مین ایسے الفاظ لکھدیتے[۵] ہین جنکا یہ مطلب ہو کہ کتب فرائض وفقہ مین یہی مضمون موجود ہے جو ہمنے لکھا ہے اُسکے بعد واللہ اعلم لکھکر ختم کردیتے ہین اور آخر مین راقم اپنے دستخط کردیتا ہے اور اگر کوئی مستند وصاحب مہر عالم ہو تو مہر بھی ثبت کرکے تحریر کا اعتبار بڑہا دیتا ہے۔

(۸) اگر فرائض نکالنے مین حسب قاعدہ سہام بہت بڑھ گئے ہون جنسے سائل کو وارثون کے حصون کی مقدار سمجھنے مین دشواری ہو تو حساب[۵] دان فرائض نکالنے والیکو مناسب ہو کہ بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ بھی حساب کرکے لکھدے کہ ایک روپیہ مین سے ہر ایک وارث کو کسقدر آنے اور پائی پہونچتے ہین۔ لیکن عام طور سے اسکے بتلانے اور لکھنے کا دستور نہین

اب غور کرکے یہ مثال سمجھو جسمین آٹھ تنبیہات مذکورہ بالا کا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۲ تجمل حسین مرحوم

زوجہ	والدہ	اخیافی بہائی۔	اخیافی بہن	حقیقی بہائی۔	چچا	پہوپی۔
۳	۲	۲	۲	۳	محروم	م
۴ر	۲ر۸ پائی	۲ر۸ پائی	۲ر۸ پائی	۴ر	×	×

تجمل حسین مرحوم کا ترکہ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی المیراث بقاعدہ فرائض بارہ[۱۲] سہام ہوکر تین سہام زوجہ کو دو سہام والدہ کو دو[۲] اخیافی بہن کو اور دو اخیافی بہائی کو ملا اور تین سہام عصبہ قریب ہونیکی وجہ سے حقیقی بہائی کو پہونچے چچا بوجہ بعید ہونیکے محروم رہا اور پھوپھی ذوی الارحام ہے اسلئے ذوی الفروض وعصبات کے سامنے محروم رہے گی کذا[۶] فی کتب الفقہ والفرائض فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر فرخ حسن عفا عنہ

---

[۵] اگر مسئلہ بتلانیوالا خود آنہ پائی نہ لگا سکے تو کسی حساب دان منشی بلکہ اسکول کے لڑکے سے آنہ پائی کا حساب لگوانا چاہئے

[۶] فقہ اور فرائض کی کتابون مین یہی حکم ہے ۱۲ [۵] کبھی آیت یا حدیث یا فقہ کی عبارت ہی نقل کردیتے ہین ۱۲

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سوال جواب لکھدئے جائین جو مثالون کا کام بھی دین اور اُنسے تقسیم ترکہ کے وہ قاعدہ بھی یاد آجائین جو بعید ہوجانے کی وجہ سے ذہن[1] سے نکل گئے ہونگے

فصل ۵ چند سوال و جواب تخریج فرائض برای مثال

سوال۔ اگر کسی شخص نے چار پوتے اور پانچ بیٹے چھوڑے تو ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا۔ ہر شخص کو کتنا حصہ پہونچے گا اور کُل مال کے کتنے سہام کرکے تقسیم کرین۔

جواب پوتے بوجہ موجود ہونے بیٹون کے محروم رہین گے اور بیٹون مین سے ہر ایک کو پانچوان حصہ ترکہ کا ملیگا اور کُل ترکہ کے پانچ سہام کرکے تقسیم کردیا جائیگا۔ کیونکہ (اسی باب کی پہلی فصل مین) ہمنے بتلایا تھا کہ جب سب وارث ایک نام کے ہون تو جتنا اُنکا شمار ہوگا اسیقدر حصے کردینگے صورت اُسکی یہ ہے

مسئلہ ۵

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	پوتا	پوتا	پوتا	پوتا
١	١	١	١	١	م	م	م	م

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بیٹے اور چار بیٹیان چھوڑین تو ہر شخص کو کسقدر حصّہ پہونچے گا

جواب ہر ایک مرد کو پانچوان حصہ ملیگا اور ہر ایک عورت کو دسوان کیونکہ مرد کو عورت سے دو چند ملتا ہے اسجگہ ہمنے مرد کو بمنزلہ دو عورت کے خیال کرکے یون سمجھا کہ کل دس آدمی ہین اسلئے دس حصّہ کرکے دُہرا مرد کو دیا اکہرا عورت کو۔

مسئلہ ١٠

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
٢	٢	٢	١	١	١	١

سوال اگر بجائے بیٹون کے تین پوتے اور چار پوتیان ہون تو کسطرح تقسیم کرینگے۔

جواب بالکل یہی صورت ہوگی جو بیٹے اور بیٹیون مین کی گئی تھی۔

سوال ایک شخص نے پانچ بیٹے اور تین پوتیان چھوڑی تھین ہمنے دو دو حصے بیٹون کو دئے اور ایک ایک حصہ پوتیون کو یہ صحیح ہوا یا غلط

جواب بالکل غلط ہے اسلئے کہ پوتیون کی میراث کے حال نمبر[2] مین مذکور ہوچکا ہے بیٹون کے سامنے پوتیان محروم رہا کرتی ہین۔

سوال۔ ایک شخص کے وارث دو بیٹیان ایک والدہ ایک زوجہ دو ہمشیرہ ہین ان سب کے حصّہ لگادو

جواب

مسئلہ ٢٤

زوجہ	والدہ	بیٹی	بیٹی	ہر دو ہمشیرہ
آٹھوان	چھٹا	ثلث	ثلث	باقی

[1] اُستاد اپنے شاگردون سے یہی سوال کرکے جواب پوچھے یا خود کوئی شخص سوال دیکھکر جواب سوچے تو نہایت مفید ہے ١٢

سوال۔ اِن حصّون کے لئے تقسیم کرنیوالا عدد بتلاؤ اور سب کے سہام لکھدو۔ شوہر ربع۔ دختر نصف۔ اخیافی بھائی چھٹا۔ باپ چھٹا

جواب۔ بارہ سہام ہوکر اسطرح تقسیم ہونگے

۱۲			
شوہر	دختر	باپ	اخیافی بھائی۔
۳	۶	۳	محروم

سوال۔ ایک شخص نے صرف ایک بیٹی چھوڑی تو اسکا مسئلہ کسطرح لکھین گے۔

جواب۔ اسطرح بھی لکھ سکتے ہین مسئلہ ۱ زید، بیٹی ۱ اور اسطرح بھی مسئلہ ۲/۱ زید، بیٹی ۱

سوال۔ اگر صرف ایک بیٹا چھوڑا تب بھی دو طرح لکھ سکتے ہین یا نہین۔

جواب۔ صرف بیٹا وارث ہو تو دو طرح نہین لکھ سکتے کیونکہ عصبہ ہے اسکا کوئی حِصّہ مقرر نہین بلکہ بوجہ نہونے ذوی الفروض کے کُل مال اسیکو ملگیا بخلاف بیٹی کے کہ وہ ذوی الفروض ہے اوّل اُسکو نصف پہونچا اور پھر بوجہ نہونے کسی وارث کے باقی بھی اُسیکو ملگیا۔ اسلئے وہان ہر دو صورتین درست تھین کہ حسب قاعدہ ردّ کا نشان و علامت بنادین یا ابتداہی سے ایک کا عدد اوپر لکھدین بیٹے مین دو باتین نہین وہان صرف ایک ہی صورت ہے مسئلہ زید، بیٹا

سوال۔ اگر دو چار دس پانچ وارث ہون لیکن سب ایک ہی نام کے ہون مثلاً سب بیٹے ہی بیٹے ہون یا کسی کے بہت سی حقیقی ہمشیرے ہون یا بہت سے نواسے ہون تو مال کو کسطرح تقسیم کرینگے

جواب۔ ایسی صورتون کا پورا جواب اور مفصل بیان اسی باب کی پہلی فصل مین نقشہ نمبر ۶ کے بعد اور تیسری فصل مین رد کے قاعدون مین گذر چکا ہے وہان ملاحظہ کرو۔

سوال یہ صورت صحیح ہے یا نہین اگر نہین توکیا غلطی ہے

۱۲			
شوہر	والدہ	پوتی	بھائی
۳	۴	۳	۲

جواب بالکل غلط ہے معلوم ہوتا ہے کہ حصے لگانیوالے نے ذوی الفروض کے حالات کو اور حاجب محجوب کی بحث کو غور سے نہین دیکھا اوّل تو یہ غلطی کی کہ والدہ کو ثلث دیدیا حالانکہ میت کی اولاد یعنی پوتی موجود ہے دوسرے یہ غلطی کی کہ پوتی کو رُبع حصہ دیا جو نصف کی مستحق تھی اور اس غلطی کی وجہ سے بھائی کے لئے دو سہام باقی رہگئے جو قاعدہ کی رو سے یہان صرف ایک سہام یعنی بارہوین حصے کا مستحق ہے صحیح صورت یہ ہے

مسئلہ ۱۲			
شوہر	والدہ	پوتی	برادر
۳	۲	۶	۱

سوال۔ اس مثال مین کیا غلطی ہوئی ہے

۱۳				
دختر	دختر	والدہ	پوتی	پڑپوتا
۴	۴	۲	۱	۲

جواب۔ صحیح ہے[عـ۵] کچھ غلطی نہین دیکھو ملاحظہ کرو باب چہارم فصل ۶ و ۷ و ۸ و ۹

عـ۵ اس مثال کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیں ضمیمہ میں اصلاح عـ۹ (ناشر)

سوال - ایک شخص نے ایک زوجہ ایک والدہ ایک نانی ایک اخیافی بہن ایک حقیقی بہن چھوڑی اُنکے حصون کو نکالنے کے لئے اگر چوبیس ۲۴ یا اڑتالیس ۴۸ سہام بنالین تو صحیح ہے یا نہین اگر صحیح نہین تو بتلایئے ان عددون مین کیا خرابی ہے - اور پھر ایسا کونسا عدد ہے جسمین سب کے حصے نکل سکین

جواب چوبیس ۲۴ و اڑتالیس ۴۸ مین بھی سب کے حصے نکل دینگے اور ہر شخص کا پورا حق ملجائیگا کسی کے حصے مین خلل نہ آئیگا لیکن قاعدۂ فرائض کے خلاف ہوگا کیونکہ یہان بلا ضرورت عدد بڑہا دیے ہین سب سے پہلا اور چھوٹا عدد جس سے مقصود حاصل ہوسکتا ہے وہ بارہ ۱۲ ہی اُس مین سے بلا تکلف بقدر ضرورت یعنی جملہ وارثون کے حصون کے مقدار سہام عہ نکل آئے

۱۲
زوجہ ۳ - والدہ ۴ - اخیافی بہن ۲ - حقیقی بہن ۶ - نانی محروم

سوال - اس صورت مین چھ سہام بناکر تقسیم کرنے مین بہت ہی کم سہام بنانے پڑتے تھے پھر اُسیکو کیون تجویز نہ کیا -

جواب - چھ ۶ مین سے بلا توڑنے سہام کے یہ سب حصے نہین نکل سکتے بلکہ زوجہ کو چہارم حصہ ڈیڑھ سہام دینا پڑے گا اور ہمشیرہ کو باقیماندہ ڈیڑھ ملیگا -

سوال - ایک عورت نے شوہر - نانی - دو اخیافی بہنین - ایک حقیقی بھائی چھوڑا کوئی ایسا عدد نہین نکل سکتا تھا جسمین سے سب کے حصے پورے نکل آدین ہمنے غور کرکے سات ۷ سہام بنائے اور سب وارثون کو اسطرح حصہ دیدیا یہ درست ہوا یا نہین

مسئلہ ۷
شوہر ۳ - نانی ۱ - اخیافی بہن ۱ - اخیافی بہن ۱ - حقیقی بھائی ۱

جواب - یہان چھ سہام ہوکر بلا تکلف جملہ ذوی الفرض کے حصے نکل سکتے تھے لیکن آپنے بھائی کی رعایت سے خلاف قاعدہ ایک سہام بڑہاکر حساب غلط کردیا اب کسیکو بھی پورا حصہ نہ پہونچا کیونکہ سات مین سے آپنے شوہر کو تین ۳ دیے تو نصف نہ پہونچا کیونکہ سات ۷ کا آدہا ساڑھے تین ہوتے ہین - اسیطرح سب ذوی الفرض کے حصون مین نقصان آیا - ہر جگہ بلا قاعدہ سہام بڑہا لینے جائز نہین صرف عول کی صورت مین جائز ہے اور عول بھائی وغیرہ عصبات کے لئے کبھی نہین ہوتا عول صرف وہین کیا جاتا ہے کہ ذوی الفرض کے حصے پورے نہ نکل سکتے ہون غرض اس مثال مین بھائی محروم رہیگا اور چھ سہام ہوکر ترکہ صرف ذوی الفرض پر تقسیم ہوگا -

سوال - ایک عورت نے شوہر - دختر - والدہ - بھتیجا - چچا - کُل پانچ وارث چھوڑے اور دوسری نے والدہ - بیٹی - اور دو بھتیجے کُل چار وارث چھوڑے بتلاؤ کہ ان دونون عورتون کے مذکورہ وارثون کے

عہ اس مثال میں تسامح کے لیے دیکھیں ضمیمہ کی اصلاح عمتا (ناشر)

مین سے کون کون محروم رہین گے

جواب جس عورت نے پانچ وارث چھوڑے تھے اُسکا چچا محروم رہیگا کیونکہ ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال بھتیجے کو ملیگا جو چچا سے مقدم ہے۔ اور جس عورت نے چار وارث چھوڑے ہین وہان کوئی محروم نہ رہیگا۔ والدہ اور بیٹی کے بعد جو ایک ثلث باقی رہا ہے وہ آدھا آدھا دونون بھتیجون کو ملجائے گا۔ اوّل ۱۲ شوہر ۳ دختر ۶ والدہ ۲ بھتیجا ۱ چچا م دوم ۶ والدہ ۱ بیٹی ۳ بھتیجا ۱ بھتیجا ۱۔

سوال۔ ایسے عدد کونسے ہین جنمین تمام ذوی الفروض کے حصّے نکل سکتے ہین۔

جواب خواہ کتنے ہی ذوی الفروض جمع ہوجائین ان سات عددون مین سے کوئی نہ کوئی اُن سب کے حصے نکال دیگا۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۶۔ ۸۔ ۱۲۔ ۲۴۔

سوال کیا انکے سوا بھی کوئی عدد تقسیم کرنیوالا ہوسکتا ہے۔

جواب عول اور ردّ کی صورتون مین سہام کا مجموعہ اگرچہ اِن ساتؔ عددون سے کم زیادہ ہوجاتا ہے لیکن ذوی الفروض کے حصے نکالنے اور سہام لگانے کے لئے ان عددون سے کم اور کوئی تجویز نہین ہوسکتا۔ البتہ عصبات مین جسقدر عصبے ہون اُسیقدر سہام مقرر کرکے سب کو برابر دیتے ہین (ملاحظہ ہو فصل اوّل)

سوال چودہری حبیب اللہ کا انتقال ہوا تو اُسکے یہ رشتہ دار موجود تھے زوجہ۔ دختر۔ نانی۔ دادی پوتی۔ خالہ۔ دوؔ علاتی بھائی انکے حصے نکال دو اور سہام لگادو۔

جواب میت ۲۴ چودہری حبیب اللہ مرحوم

زوجہ	دختر	نانی دادی	پوتی	دو علاتی بھائی	خالہ
آٹھوان	نصف	چھٹا	چھٹا	باقی	م
۳	۱۲	۴	۴	۱	×

بعد تقدیم حقوق مقدمہ بر میراث ۲۴ سہام ہوکر ۳ زوجہ کو ۱۲ دختر کو پہونچے۔ نانی اور دادی چھٹے حصے مین شریک ہین لہذا چار سہام اُن دونون کو ملے بیٹی کی موجودگی مین چھٹا حصہ یعنی چوبیس مین سی چار سہام پوتی کو ملے اب ایک سہام باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونیکے دونون علّاتی بھائیون کو دیدیا گیا کہ نصفا نصف کرلین۔

سوال۔ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تقسیم کرنیوالے عدد صرف ساتؔ ہین لیکن عول کی صورت مین

جو سہامون کا مجموعہ عدد سے بڑہ جاتا ہے وہ کہان تک بڑہ سکتا ہے اسکی کوئی انتہا ہو تو ارشاد کیجیے
جواب جسجگہ تقسیم کرنے والا عدد ٦ تجویز ہوتا ہے وہان درصورت عول۔ سات ۔ آٹھ۔ نو دس تک عدد بڑہ سکتے ہین۔ اور جس جگہ تقسیم کرنیوالا عدد ١٢ لگایا جاتا ہے وہان سہام بڑہکر تیرہ پندرہ۔ سترہ ہو سکتے ہین چودہ اور سولہ نہین ہو سکتے اور سترہ سے آگے نہین بڑہ سکتے اور جس جگہ ٢٤ عدد تقسیم کنندہ قرار دیا جاتا ہے وہان اگر عول ہوتا ہے تو سہام بڑہکر ستائیس ہو جاتے ہین کم و بیش نہین ہوتے۔ اور جس جگہ ٢ یا ٣ یا ٤ یا ٨ عدد تقسیم کرنیکے لئے لکھا جاتا ہو وہان سہام نہین بڑہا کرتے اور عول نہین ہوا کرتا۔

سوال۔ ان وارثون پر ترکہ تقسیم کردو۔ شوہر۔ والدہ۔ دو حقیقی ہمشیرہ۔ دو اخیافی ہمشیرہ
جواب پہلے قاعدون کے بموجب ہمنے سب وارثون کے حصے لکھے اور پہر غور کرکے تقسیم کرنیوالا عدد چھ لگایا اور پہر مجموعہ سہام کا بڑہکر دس ہو گیا تو ہمنے اُسکو چھ کے اوپر عول کی علامت بناکر اسطرح لکھدیا

مسئلہ

شوہر	والدہ	دو حقیقی بہنیں	دو اخیافی بہنیں
نصف	چھٹا	دو ثلث	ایک ثلث

سوال ایک عورت نے دو حقیقی ہمشیرہ اور ایک دادی ایک بھتیجا اور شوہر چھوڑا صرف بھتیجے کا حصہ دریافت طلب ہے۔

جواب۔ اس صورت مین بھتیجا محروم رہیگا اسلئے کہ یہان ذوی الفروض ہی کے حصے پورے نہین نکل سکتے لاچار ہوکر بجائے چھ کے آٹھ سہام بناکر ذوی الفروض کے حصے پورے کرینگے بھتیجا تو عصبہ ہے ایسی حالت مین اسکو کہان سے ملجائے۔

سوال۔ ایک شخص نے چار بیٹیان دو زوجہ ایک دادی ایک باپ ایک پوتا اور پانچ ہمشیرے چھوڑے یہان کونسا عدد تقسیم کرنیکے لئے مقرر ہوگا اور پہر عول ہوکر کسقدر سہام بڑہین گے تاکہ سب وارثون کو حصہ پہونچ سکے۔

جواب رد کے بیان سے پہلے جو فائدہ مذکور ہوا ہے اسکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ یہان عول نہین ہو سکتا۔ اتنا ہم بتلاتے ہین کہ اس جگہ چھ وارث محروم ہین اور باقی آٹھ وارثون کی

سلہ ملاحظہ کرو عول کے بیان کا آخری فائدہ صفحہ ٩٩ سلہ پانچ ہمشیرہ و دادی ١٢

پورے حصے جو ٢٤ سہام بنانیسے نکل آوینگے - باقی تم خود ذوی الفروض کے حالات دیکھکر سمجھ لو

سوال - ایک عورت نے انتقال کیا تو اُسکی صرف ایک والدہ اور ایک پوتی موجود تھی ایک شخص نے اسطرح فرائض نکالکر دی - مسئلہ ۴ والدہ ١ - پوتی ٣ - سمجھہ مین نہین آتا کہ والدہ کو چوتھا حصّہ اور پوتی کو تین ربع کس قاعدہ سے ملگیا ذوی الفروض کے حالات مین یہ حصے کہین نہین لکھے -

جواب - یہان فی الحقیقت چھ سہام بناکر تقسیم کیا تھا لیکن والدہ کو چھٹا اور پوتی کو نصف دینے کے بعد دو سہام باقی رہگئے انکو بھی بقاعدہ رد انہین ہر دو وارثون پر تقسیم کر دیا اب مجموعہ سہام کا چار ہوگیا چھ کے اوپر رد کی علامت بناکر چار کو لکھنا مناسب تھا لیکن لکھنے والے نے صرف چار ہی ہندسہ لکھنے پر اکتفا کیا کہ قاعدہ جاننے والے خود سمجھہ لینگے -

سوال - ایک شخص مرنیکے بعد ٢ ہمشیرہ اور ایک زوجہ باقی رہی ہینے بارہ سہام مقرر کرکے چوتھا حصّہ یعنی تین سہام زوجہ کو دئے - اور ٢/٣ ثلث مین آٹھ ہر دو ہمشیرہ کو دئے - اب جو ایک سہام باقی رہگیا اُس مین زوجہ کو کسقدر ملیگا - اور ہمشیرون کو کسقدر -

جواب - اسی باب کی تیسری فصل کے قاعدے مین مذکور ہو چکا ہے کہ جب تک کوئی وارث کسی دوسری قسم کا موجود ہوتا ہے زوجہ اور شوہر پر رد نہین ہو سکتا یہان چونکہ دو ہمشیرہ موجود ہین لہذا وہ باقیماندہ ایک سہام انہین دونون ہمشیرہ کو ملیگا - زوجہ اپنا چوتھا حصّہ جو حاصل کر چکی ہے بس اُس سے زیادہ کچھ نہ ملیگا -

سوال - مسماۃ رحیمن کا انتقال ہوا تو شوہر اور ایک نانی ایک اخیافی بھائی باقی رہے ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا -

جواب - پہلے نصف مال شوہر کو دیدینگے اُسکے بعد چھٹا نانی کو چھٹا اخیافی بہائی کو دینگے اِسکے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ بھی ان ہی دونون کو دیدیا جائے گا شوہر کو دوبارہ کچھ نہ ملے گا لکھنے کی صورت یہ ہے مسئلہ مصحح رحیمن شوہر نانی اخیافی بہن (زیادہ تفصیل دشوار تھی)

سوال - زید نے اگر زوجہ والدہ ہمشیرہ باپ نانی وارث چھوڑے تو عول یا رد ہوگا یا نہین اگر نہین ہوگا تو مال کس طرح تقسیم ہوگا -

جواب یہان عول کی ضرورت نہین اسلئے ذوی الفروض کے حصون مین یہان کچھ تنگی نہین -

بلکہ اُنکو دینے کے بعد کچھ مال باقی رہجاتا ہے اور ردّ اسلئے نہین ہوتا کہ باپ عصبہ موجود ہی اور جسجگہ عصبہ ہوتا ہے وہان ردّ نہین ہوتا بلکہ باقی ماندہ کا مستحق عصبہ ہوتا ہے چنانچہ دیکھو یہان باقی ماندہ باپنے لے لیا

مسئلہ ١٢

ہمشیرہ	باپ	والدہ	زوجہ
م	۷	۲	۳

سوال- زوجہ - دختر- دادی - دادا پر ترکہ تقسیم کرو اور یہ بھی بتلاؤ کہ ہرایک وارث کو ایک روپیہ مین سے کتنے آنے ملین گے-

مسئلہ ٢٤

جواب

دادا	دادی	دختر	زوجہ
۵ ۳ رہ پائی	۴ ۲ رہ پائی	١٢ ۸ر	۳ ۲ر

سوال- مولوی منظر علی کا انتقال ہوا تو چار زوجہ ایک حقیقی بہن ایک اخیافی بہائی ایک حقیقی بھتیجا موجود تھے یہان ترکہ کسطرح تقسیم کیا جائے

مسئلہ ١٢

جواب -

حقیقی بھتیجا-	اخیافی بہائی	حقیقی بہن	چار زوجہ
باقی	چھٹا	نصف	ربع
١	٢	٦	٣

سوال- حکیم الدین نے ایک زوجہ دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑی ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا-

مسئلہ

جواب- اسطرح

بیٹی	بیٹا	بیٹا	زوجہ
باقی			١
٧			

آخری سوال- آپنے اِن دو جوابون مین مجملاً یہ بتلا دیا کہ چار زوجہ کو تین سہام ملین گے اور بیٹا بیٹی کو سات سہام اس سے یہ معلوم نہوا کہ ہرایک زوجہ کو کتنے سہام ملین گے اور بیٹا بیٹی مین کس حساب سے

جواب اور قاعدہ- چند وارثون کو جو مشترک سہام ملتے ہین اگر وہ اُنپر بلا تکلف تقسیم ہو سکتے ہین تو کچھ کھنے کی ضرورت ہی نہین تمام وارثون کو علحدہ علیحدہ لکھکر بمقدار حصہ سب کے نیچے سہام لکھدو مثلاً چار بیٹیون کو آٹھ سہام پہونچے تو لمبے خط کے نیچے چار بیٹی لکھکر سبکے نیچے دو دو سہام لکھدو اگر سولہ پہونچے ہین تو چارون بیٹیون کے نیچے چار چار لکھدو یہی حال ہے دوسرے وارثون کا جو شریک رہا کرتے ہین مثلاً پانچ ہمشیرہ ہون اور دس سہام ہون یا چھ سہام ہون اور تین بہائی یا پندرہ سہام ہون اور تین وارث یا بارہ سہام ہون اور چار وارث وعلی ہذا القیاس دیکھو

اخیافی چچا	اخیافی	اخیافی	اخیافی بہن -	دختر	زوجہ
				١٢	

یہان آٹھ سہام چار اخیافی بہنون کو

پہونچے تھے بلا تکلف دو سہام ہر ایک بہن کے نیچے لکھے گئے۔ اور اگر بلا تکلف تقسیم نہین ہو سکتے (مثلاً تینؔ بیٹون کو چار سہام پہونچے یا دوؔ زوجہ کو تین سہام پہونچے یا پانچ ہمشیرہ کو آٹھ مُرے گئے) تو اُن وارثون کی تعداد مین سہام کو ضرب دیکر سہام بڑھا لیتے ہین۔ بڑھنے کے بعد سہام اُن وارثونپر بلا تکلف تقسیم ہو جاتے ہین (مثلاً تینؔ بیٹون کو چار سہام پہونچے تھے اُنپر تقسیم نہین ہو سکتے تھے ہمنے چار کو تینؔ مین ضرب دیا تو بارہ سہام ہو گئے اور تینون بیٹون کو بلا تکلف چار چار سہام پہونچ گئے) لیکن پھر تمام وارثون کے سہام بھی اُسی عدد مین ضرب دینا پڑتا ہے جسمین ایک جگہ بضرورت ضرب دی گئی تھی (مثلاً جس جگہ تین بیٹون کے لئے چار سہام کو تین مین ضرب دیا تھا وہان شوہر اور والد وغیرہ جو کوئی وارث ہون گے اُنکے حصون کو بھی تین مین ضرب دینا ہوگا) اور لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا گیا تھا اسکو بھی ضرب دینا ہوگا اور ضرب کے بعد جسقدر سہام نکلین اسکو عدد کے سرپر تصیح کی علامت بنا کر لکھا جائیگا (مثلاً جہان بیٹون کے حصون کو تین مین ضرب دیا تھا اور انکی وجہ سے سب وارثون کے حصے تین مین ضرب دئے گئے تھے وہان اوپر لکھے ہوئے عدد چھ کو بھی تین مین ضرب دینگے اور تصیح کی علامت بنا کر اٹھارہ[۱۸] کا ہندسہ اُسکے اوپر اسطرح تصیح ۱۸/۶ لکھدین گے۔

لیکن چونکہ ہمنے کتاب محض ناواقف اور کم استعداد لوگون کے لئے لکھی ہے اور اس قاعدہ مین زیادہ فہم اور حساب دانی کی ضرورت ہوتی ہے لہذا ہم اس قاعدہ کو سمجھانیکی کوشش نہین کرتے البتہ گذشتہ دوؔ مثالون مین جنکی نسبت آخری سوال کیا گیا تھا اس قاعدہ کو جاری کر کے دکھلانے کے بعد اس بحث کا خاتمہ کرتے ہین سُنیے

اوّل مظہر علی کی جائداد کو ہمنے بارہ سہام کر کے تین زوجہ کو چھ بہن کو۔ دوؔ بھائی کو ایک بھتیجے کو دیا تھا۔ اب آپ چاہتے ہین کہ ہر ایک زوجہ کا حِصّہ علیحدہ ہو جائے۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ تین سہام کو چارون زوجہ تقسیم کر کے تین تین ربع یعنی پونا پونا سہام ہر ایک زوجہ لیجائے لیکن آپکو یاد ہوگا کہ فرائض مین ایسی طرح حصے نکالنے کا قاعدہ ہے کہ سہام نہ ٹوٹے لہذا ہمنے قاعدۂ تصیح کے بموجب زوجہ کے تین سہام کو چار مین ضرب دیا اب بارہ ہو گئے۔ اور ہر ایک زوجہ کو تین تین پہونچ گئے پھر حقیقی بہن کے سہامون کو بھی چار مین ضرب دیکر چوبیس کیا اور اُسکے نیچے لکھدیا۔ اسیطرح بھائی کا حِصّہ

ــــــــــ

سلہ اسلئے کہ وارث تین ہین اور سہام چار گویا سہام کو وارثون مین ضرب دیا۔ ۱۲

چارمین ضرب دینے سے آٹھ ہوکر اُسکے نیچے لکھا گیا اور بھتیجے کا بھی چارمین ضرب دیکر لکھا لمبے خط کے
اوپر جو عدد لکھا ہے یعنی بارہ اسکو چارمین ضرب دیا اور بارہ چوک اڑتالیس ہو گئے - تو اڑتالیس کا
ہندسہ بارہ کے اوپر تصحیح کی علامت بناکر لکھدیا - اب دیکھو ہر ایک وارث کا حصہ علیحدہ علیحدہ بلا توڑنے
سہام کے نکل آیا صورت اُسکی یہ ہے - مسئلہ ۱۲ تصحیح ۴۸

زوجہ	زوجہ	زوجہ	زوجہ	بہن	اخیافی بھائی -	بھتیجا -
۳	۳	۳	۳	۲۴	۸	۱۴

دوم - حکیم الدین کی زوجہ کو ایک سہام دینے کے بعد باقی سات سہام اُسکے بیٹا بیٹی پر پوری طرح تقسیم
نہین ہوسکتے تھے لہذا ہمنے اِن سات سہام کو اُنکے مستحق وارثون مین ضرب دینا چاہا بظاہر تین آدمی
ہین دو بیٹے ایک بیٹی لیکن پہلی فصل کے قاعدے سے اور پانچوین فصل کے دوسرے جواب سے معلوم ہوچکا
ہے کہ ہر ایک بیٹا بمنزلہ دو وارثون کے سمجھا جاتا ہے لہذا ہمنے انکو پانچ وارث قرار دیکر انکے سات
سہام کو پانچ مین ضرب دیا پینتیس ہوکر چودہ چودہ بیٹون کو اور سات بیٹی کو ملگئے - چونکہ ہمنے بیٹا بیٹی
کے سہام کو پانچ مین ضرب دیا تھا زوجہ کے سہام کو بھی پانچ مین ضرب دیا اور ذرا سا خط کھینچکر زوجہ
کے نیچے پانچ کا ہندسہ بھی لکھدیا اور اب لمبے خط پر لکھے ہوئے تقسیم کنندہ عدد آٹھ کو بھی پانچ مین ضرب
دیکر چالیس کا ہندسہ اسکے اوپر اسطرح لکھا مسئلہ ۸ تصحیح ۴۰

زوجہ	پسر	پسر	دختر
۵	۱۴	۱۴	۷

اب بوجہ تصحیح کے کل سہام چالیس ہوگئے اور ہر شخص کا حصہ علیحدہ ہو گیا -
بفضلہ تعالیٰ یہان تک تمام ضروری امور کا اسقدر بیان ہو گیا ہے کہ معمولی استعداد کا شخص تنہا تنہا
ہر ایک وارث کے حصے بلا تکلف بتلا سکے اور اگر محنت کرے اور دل سے چاہے تو فرائض کے ایسے
صدہا مسائل جنمین مناسخہ نہ ہو بہت سہولت سے حل کرلیا کرے اور جملہ وارثان کے حصے بٹھلاکر
عدد معین کرنے اور سہام لگانے پر بخوبی قادر ہوکر معمولی فرائض اچھی طرح نکالنے لگے - ایک دو باتین
رہگئی ہین ایک تصحیح جسکو ہمنے کسیقدر ذکر کیا ہے اور دو مسئلون مین بھی سمجھایا ہی دوسرا مناسخہ
اِن دو چیزون کو ہم بیان نہین کرتے - اگر کسی کو اُردو مین سیکھنے کا شوق ہو تو علم الفرائض نظم الفرائض

سلہ تبھی تصحیح کی علامت صرف دا سطرح لکھدیتے ہین ۱۲ سلہ کتاب طویل ہوتی چلی جاتی تھی اور طبع ہونے کی کوئی صورت نہین نکلتی تھی لہذا
مجبور ہوکر چھوڑ دیا - آیندہ ارادہ ہے کہ تصحیح اور مناسخہ کا بیان نہایت عام فہم طرز سے لکھکر بڑھا دیا جائے ۱۲ منہ
سہ چنانچہ اس مرتبہ بفضلہ تعالےٰ یہ ارادہ پورا ہو گیا ۱۲ محمد شفیع غفرلہ

وغیرہ رسالون سے سیکھ سکتا ہے جنمین سب سے بہتر مولوی منفعت علی صاحب مرحوم دیوبندی کا رسالہ فرائض اُردو ہے۔ اب ہم چند امور ضروریہ کو بیان کرکے اس کتاب کو ختم کرنا چاہتے ہین وَاللّٰہُ المُیَسِّرُ وَبِیَدِہٖ الخَیْرُ۔

فصل ۶ خنثیٰ مشکل کا بیان

کتب فرائض کے آخر مین خنثیٰ مشکل کا حال لکھنے کا دستور ہے جسکو نہ مرد کہہ سکتے ہین نہ عورت۔ اگر کسی شخص مین مرد و عورت دونون کی علامتین موجود ہون یا کوئی بھی علامت نہ ہو۔ مرد کی نہ عورت کی۔ تو حتی الوسع کسی طرح اسکو مرد یا عورت قرار دیتے ہین اور اُسی کے موافق میراث وغیرہ کے تمام احکام لگاتے ہین۔ مثلاً دیکھتے ہین کہ کس جانب کا غلبہ ہے۔ اگر صحبت کر سکتا ہے یا پیشاب مردون کیطرح کرتا ہے یا اُس سے کوئی عورت حاملہ ہوگئی ہے تو مرد ہی سمجھین گے اور اگر اسکو حمل رہگیا یا عورتون کے مقام سے پیشاب کرتا ہے یا اُسکو حیض آتا ہے تو عورت سمجھین گے اسیطرح کوئی نہ کوئی قوی علامت اور ایک جانب کا غلبہ دیکھکر وہی حکم لگا دینگے اور اُسی کے موافق جملہ احکام میراث وغیرہ جاری کرینگے۔ لیکن جب دونون حالتین بالکل برابر ہون اور حالت ایسی مشتبہ ہو جائے کہ کسی وجہ اور کسی علامت سے کسی طرح بھی مرد یا عورت ہونیکو ترجیح نہ دیسکین تو اسکو خنثیٰ مشکل کہتے ہین۔ میراث پانے مین اسکا یہ حکم ہے کہ اگر اُسکو عورت سمجھنے مین حصہ کم ملتا ہے تو عورت ہی سمجھین گے اور اگر مرد فرض کرنیکی صورت مین حصہ کم پہونچتا ہے تو مرد ہی سمجھکر حصّہ دینگے۔ غرض جس صورت مین حصّہ کم ملتا ہو وہی[1] تجویز کرلینگے۔ چونکہ اسکی ضرورت نہین پڑتی اسلئے اس سے زیادہ تفصیل لکھنا بیسود ہے۔ کتب عربیہ مین موجود ہے

تنبیہ۔ بعض نامعقول مرد جو زنانہ لباس و حرکات اختیار کر لیتے ہین اور عُرف مین انکو مخنث اور ہیجڑا[1] کہتے ہین وہ میراث کے حکم مین بالکل مرد سمجھے جائین گے اور ہر جگہ میراث مین مرد کا حصّہ[1] پائین گے

---

[1] عند ابی حنیفۃ و اصحابہ وہو قول عامۃ الصحابۃ و علیہ الفتوی ۱۲ سراجی [1] اور دیگر احکام شرعیہ مین بھی وہ بالکل مرد ہی سمجھے جائینگے لیکن ایسی حالت و صورت اختیار کر لینے سے وہ شرعاً نہایت گنہگار اور فاسق سمجھے جاتے ہین۔ ایسے لوگون سے پردہ نکرنا اور عورتون مین آمد و رفت کی اجازت دینا نہایت کم عقلی اور خلاف غیرت ہے ۱۲ منہ

حمل کی میراث کا بیان

اگرچہ بعض دفعہ میت کے انتقال کے بعد فوراً ہی میراث کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہین بلکہ بعض جگہ تو میت کا آخری وقت دیکھکر اپنے اپنے قابو کے مال پر تمام وارث قبضہ کرنا شروع کر دیتے ہین لیکن عام طور سے اس زمانہ مین میراث تقسیم کرنے مین عجلت نہین کیجاتی اسلئے کسی بچے کے تولد کا انتظار کچھ مشکل نہین ہوتا۔ اور مناسب بھی یہی ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہو سکتا ہو تو بچہ جننے تک صبر کرین اور تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھین کیونکہ بعض دفعہ بچہ مُردہ پیدا ہوتا ہے جو بالکل مستحق نہین ہوتا اور بعض دفعہ زندہ پیدا ہوتا ہے لیکن پیدا ہونیکے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستحق نہین[۳] اور کبھی ایک حمل سے دو چار یا زیادہ بچے پیدا ہو جاتے ہین[۱]۔ ان سب صورتون مین پہلی تقسیم اور حصون کو بالکل توڑنا اور از سر نو حصے لگانا پڑتا ہے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ انتظار کر لین۔ لیکن اگر انتظار نکرین اور پیدا ہونیسے پہلے ہی تقسیم کرنا چاہین تو اُس حمل کو لڑکا سمجھکر جو کچھ حصہ پہونچتا ہے اُسکے لئے[۲] امانت رکھین اور اُسکے مرد ہونے کیوجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہون انکو محروم رکھین اور جن لوگون کا حصہ کم ہوتا ہو انکو کم دین۔

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہو تو اسکا پورا حصہ امانتی اُسکو دیا جائیگا اور تقسیم ترکہ بدستور رہے گی۔ اما اگر لڑکی تولد ہوئی تو لڑکی جسقدر حصہ کی مستحق ہو گی وہ اسکو دیا جائیگا اور حمل کو لڑکا سمجھکر جن لوگون کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دئے گئے تھے اُن کا حق دیدیا جائیگا

مثال۔ ظہیر الدین کا انتقال ہوا اسکی ایک زوجہ دو ہمشیرہ اور والدہ وارث موجود ہین اور زوجہ کو حمل ہے جننے قبل از ولادت میراث تقسیم کرنا چاہا اور حمل کو لڑکا فرض کرکے اسطرح حصے لگا دے

---

[۱] چنانچہ کتابون مین لکھا ہے کہ امام شافعی صاحبؒ کے ایک اُستاد کے بیس بیٹے تھے جو صرف پانچ حملون مین پیدا ہوئے تھے یعنی ہر دفعہ چار بیٹے پیدا ہوتے تھے کشکول مین ایک عورت کا قصہ لکھا ہے کہ اُسکے ساٹھ بیٹے ایک حمل سے پیدا ہوئے اور بعض عورتون کا حال لکھا ہے کہ اُنکے ایک حمل مین چالیس چالیس بچے پیدا ہوئے واللہ اعلم ف جن بچون کی پیدائش مین چھ ماہ سے کم فاصلہ ہو وہ سب ایک ہی حمل سے سمجھے جاتے ہین۔ یہ ضروری نہین کہ سب ایک ہی وقت مین پیدا ہون ۱۲

[۲] امام صاحب کا ایک قول ہے کہ چار بیٹون کا حصہ امانت رکھین اور بھی چند اقوال ہین لیکن فتوی اسپر ہے کہ صرف ایک بیٹے کا حصہ امانت رکھا جائے کذا فی رد المحتار و فتاوی قاضی خان ۱۲ [۳] بعض دفعہ لڑکی مستحق نہین ہوتی ۱۲

۲۴ زوجہ ۳ والدہ ۴ حمل ۱۷ دوہمشیرہ م کیونکہ بیٹے کے سامنے میت کی بہنین محروم رہا کرتی ہین یہان اگر تقدیر سے لڑکا ہی پیدا ہوتا تو کچھ تغیر تبدل نہ کرنا پڑتا۔ ترکہ جسطرح تقسیم ہوگیا تھا بدستور رہتا اور وہ پیدا ہوکر اپنے حِصّہ کا مالک ہو جاتا لیکن ظہیر الدین کی بہنون کی دُعا سے لڑکی پیدا ہوئی چونکہ وہ نصف ترکہ کی مستحق ہوتی ہے لہذا ہمنے بجائے سترہ کے بارہ[۱۲] سہام اُسکو دئے اور باقی ماندہ پانچ سہام بہنون کو دئے جو حمل کو لڑکا فرض کرکے محروم کردیگئی تھین۔ اب گویا میراث ازسرنو تقسیم ہو کر یہ صورت ہوگی ۲۴ زوجہ ۳ والدہ ۴ دختر ۱۲ دوہمشیرہ ۵

یہ کچھ ضروری نہین کہ جبں حمل کے لئے حِصّہ امانت رکھا جاتا ہے وہ میت کی زوجہ ہی کا حمل ہو بلکہ جس جس موقع مین حمل میّت کا وارث قرار پاسکتا ہی وہان حِصّہ امانت رکھا جائیگا خواہ وہ حاملہ عورت میت کی وارث ہو یا نہو اور خواہ میت کی زوجہ ہو یا کوئی دوسری رشتہ دار ہو دوسری اور تیسری مثال سے یہ بات خوب نظر آجائیگی۔

مثال ۲۔ عزیز خان نے اپنے بیٹے مجید خان سے دو[۲] مہینے پیچھے انتقال کیا اور اپنی زوجہ اور والد وارث چھوڑے اور بیٹے کی زوجہ بھی موجود تھی جو حاملہ تھی۔ اسوقت ترکہ تقسیم کرنے مین ولادت کا انتظار نہ کیا اور حمل کو لڑکا قرار دیکر مال کو اسطرح تقسیم کردیا۔ ۲۴ زوجہ ۳ باپ ۴ حمل پوتا ۱۷ بیٹے کی زوجہ م لیکن اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی جو صرف نصف مال کی مستحق ہے لہذا اسکو بارہ[۱۲] سہام دیکر باقی پانچ سہام بوجہ عصبہ ہونیکے باپ کے حصے مین بڑھا دئے ۲۴ زوجہ ۳ پوتی تولد شدہ ۱۲ باپ ۹ بیٹے کی زوجہ م

مثال ۳۔ حسن علی کے انتقال کے وقت اُسکی والدہ کو حمل تھا لہذا اسطرح تقسیم کیا گیا۔ مسئلہ ۶ والدہ ۱ ہمشیرہ ۳ ہمشیرہ تولد شدہ ۲ بھتیجا م۔ لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو بجائے دس کے اُسکو چھ[۶] سہام پہونچکر اسطرح تغیر ہوا۔ والدہ ۱ ہمشیرہ ۲ ہمشیرہ تولد شدہ ۲ بھتیجا ۱ یعنی ہمشیرہ کا حِصّہ بڑھ گیا اور بھتیجا محروم نہ رہا کیونکہ بھائی جو اُس سے مقدم عصبہ تھا پیدا نہ ہوا بلکہ بہن پیدا ہوئی۔

حمل کے لئے جو حِصّہ رکھا جاتا ہے وہ اسکو اُسی صورت مین پہونچتا ہے جبکہ وہ زندہ پیدا ہو جائے اگر پیٹ ہی مین مرگیا تو وہ اس مال کا مالک نہوگا اور اُسکو بالکل بے اعتبار اور کالعدم سمجھکر باقی وارثون

سلہ یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ تقسیم کرنے والے سات عددون مین اٹھارہ[۱۸] کا عدد نہین پھر اس سے کیون تقسیم کیا گیا اسلئے کہ یہان فی الحقیقت چھ عدد سے تقسیم کیا گیا ہے لیکن بقاعدہ تصحیح اٹھارہ بنا لیا ہے ۱۲

پر سب مال لوٹا دینگے جو میت کی وفات کے وقت موجود تھے۔ مثلاً ایک شخص کی زوجہ حاملہ تھی تو اسکا مال اسطرح تقسیم کیا زوجہ والدہ حمل بھائی لیکن لڑکا مُردہ پیدا ہوا تو اُسکا وجود و عدم برابر سمجھکر زوجہ کو چہارم اور والدہ کو ایک ثلث دیا اور بھائی عصبہ مستحق میراث ہوگیا زوجہ والدہ برادر علی ہذا القیاس اگر کسی حمل کے لئے حِصّہ امانت رکھا گیا اور تولد ہونیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ وارث ہی نہیں ہو سکتا تو بھی اُسکو کالعدم اور لااعتبار سمجھکر دیگر وارثان پر جو میت کی وفات کے وقت موجود مستحق تھے، کُل مال تقسیم کر دیا جائیگا۔ مثلاً عزیز الحق نے اپنی والدہ اور دو بیٹیان وارث چھوڑی اور بھائی سعید الحق مرحوم کی زوجہ کو حمل بھی ہے ہمنے اُس حمل کو حسب قاعدہ مذکر سمجھکر وارث قرار دیا اور اُسکے لئے مبین صورت مرد کا حِصّہ امانت رکھا والدہ دو دختر حمل بھتیجا۔ تقدیر ایزدی سے لڑکی پیدا ہوئی جو یہان مستحق میراث نہین ہو سکتی کیونکہ یہ لڑکی عزیز الحق مورث کی بھتیجی ہے اور ذوی الارحام مین داخل ہے اور جب تک ذوی الفروض مین سے ایک بھی موجود ہوتا ہے ذوی الارحام مستحق نہین ہو سکتے۔ لہٰذا یہان حمل اپنے حِصّے سے بالکل محروم رہا اور کُل مال بقاعدۂ ردّ میت کی دختران اور والدہ پر اسطرح والدہ دختر دختر تقسیم کر دیا۔ چونکہ حمل کے لئے صرف ایک لڑکے کا حِصّہ امانت رکھا جاتا ہے لہٰذا اگر اتفاق سے اس حمل مین دو تین بچے پیدا ہو جائین تو چاہئے کہ پہلی تقسیم کو منسوخ کرکے از سر نو تقسیم کرین اور حسب قاعدہ جو کچھ بچون کا حِصّہ نکلتا ہو وہ مقرر کرین۔

ف۔ جو حمل پورا زندہ پیدا ہونیکے بعد مر گیا یا نصف بدن باہر نکل آنیکے بعد مر گیا وہ اپنے حِصّے کا مالک ہو جائیگا لیکن چونکہ مالک ہو کر فوراً مر گیا ہے اسلئے اسکا حِصّہ ان لوگون پر منتقل ہو جائیگا جو اس بچے کے وارث اور شرعاً مستحق میراث ہون لیکن اب یہ مال اسی بچے کا ترکہ سمجھا جائے گا اور اُنھین وارثون کو ملیگا جو اُسکے مرنے کے وقت موجود مستحق ہون لہٰذا اس حِصّے کو تقسیم کرنیکے وقت پہلے میت یعنی اوّل مورث کے انتقال کے وقت کا اعتبار نہوگا۔ پس اگر کوئی شخص اوّل میت کی وفات کے وقت زندہ تھا لیکن اس بچے کے مرنے سے پہلے اسکا انتقال ہوگیا تو وہ اس بچے کے مال مین سے مستحق میراث نہ ہوگا۔

شرط۔ اگر حمل خود میت کا ہے یعنی اُسکی زوجہ یا لونڈی حاملہ ہے تو اُسکے وارث اپنے اپنے حِصّہ

لہ یہان بارہ سے تقسیم ہو سکتا ہے لیکن ہمنے فرق ظاہر کرنے کے لئے چوبیس رہنے دیا ۱۲

پانے کے لئے یہ شرط ہے کہ میت کی وفات کے بعد دو[1] برس کے اندر پیدا ہوجائے اگر وفات سے دو[2] سال کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس میت کا حمل نہ سمجھا جائیگا اور اسکے مال کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ حمل کسی دوسرے شخص کا ہے مثلاً میت کی والدہ حاملہ ہے یا اسکے بیٹے کی زوجہ کو حمل ہے

(جیساکہ گذشتہ مثالون مین گذر چکا ہے) تو وہان اس حمل کے مستحق میراث ہونیکے لئے شرط یہ ہے کہ اس میت کی وفات کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہوجائے۔ اگر اسکے انتقال سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہے تو یہ حمل اپنے امانت شدہ حصّہ سے محروم[2] رہیگا اور وہ حصّہ حسب دستور سابق وارثون پر لوٹا دیا جائیگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص نکاح کرنے کے بعد اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑکر مر گیا اور نکاح کو چھ[3] مہینے نہین گذرے تھے کہ بچہ پیدا ہوگیا تو بچہ مستحق میراث نہوگا اور اگر اسکے لئے حصّہ رکھا گیا ہوگا تو وہ باقی وارثون پر لوٹا دیا جائیگا (علیٰ ہذا القیاس اگر شوہر زندہ رہا اور نکاح کے بعد چھ ماہ گذرنیسے پہلے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس شوہر کا نہ سمجھا جائیگا اور اسکی میراث وغیرہ سے کبھی حصّہ نہ پائیگا)

مفقود یعنی گم گشتہ کا بیان

جو شخص لاپتہ اور گم ہوجائے اور معلوم نہو کہ کہان ہے زندہ ہے یا مر گیا اسکو مفقود کہتے ہین وہ جو کچھ مال چھوڑ جائے اسکو تقسیم نہ کیا جائے اور نہ اس مین سے قرض ادا کئے جائین بلکہ امانت رکھا جائے اور اس شخص کے آنیکا انتظار کرین۔ اگر آجائے تو اپنے مال پر قابض ہوجائے گا ورنہ جب حساب کے رو سے اسکی عمر نوّے برس کی ہوجائے (یعنی جس تاریخ سے پیدا ہوا تھا اس دن سے شمار کرکے نوّے برس گذر جائین) اسوقت شرعاً اسکی موت کا حکم لگا دینگے اور جو وارث اسوقت زندہ موجود ہین وہ حصہ دار اور مستحق ہونگے اور جو اسوقت سے پہلے مر گئے وہ محروم رہے کیونکہ شرعاً گویا آج اسکی موت

[1] کیونکہ حمل پیٹ مین دو سال تک ٹھہر سکتا ہے زیادہ نہین۔ پس جب دو سال گذرنیکے بعد بچہ ہوا تو سمجھا جائیگا کہ میت کے انتقال کے بعد کسی سے حاملہ ہوئی ہے ۱۲ [2] جب دوسرون کا حمل ہو تو شریعت نے حمل کی کمتر مدت کا اعتبار کیا ہے جو چھ مہینے ہے اگر چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا ہے تو اسکی میراث نہ پائے گا مگر اسکا پوتا یا بھائی بھتیجا وغیرہ پھر بھی کہلائے گا ۱۲ [3] کیونکہ کم سے کم مدت حمل کی چھہ مہینے ہے جب نکاح کو چھ ماہ بھی نہین گذرے اور بچہ پیدا ہوگیا تو معلوم ہوگا کہ نکاح سے پہلا حمل تھا اس شوہر کا حمل نہین ہے ۱۲

واقع ہوئی ہے (گو فی الحقیقت وہ اسوقت سے دس بیس برس پہلے مرگیا ہو یا اب بھی زندہ ہو لیکن چونکہ کسی کو معلوم نہین لہذا جس روز نوّے سال کی عمر ہوگئی شریعت نے اُسکے انتقال کا حکم دیدیا) یہ تو خود اُسکے مال کا حال تھا اب اُسکے مستحق میراث ہونیکا حال سنیئے

اگر گم ہونیکے بعد ایسے شخص کا انتقال ہو جسکے مال سے اس گم شدہ کو حصہ ملسکتا ہی تو جسقدر اس گم شدہ کا حق ہو وہ امانت رکھا جائے اور اسکی واپسی کا انتظار کیا جائے اگر آجائے تو بہتر ہے اپنا حصہ پائیگا اور اگر واپس نہ آیا اور کچھ پتہ نہ لگا تو جس روز اسکی عمر کے نوّے سال گذر جائین (اور حسب قاعدہ سابق اُسکی موت کا حکم دیا جاوے) اُسی روز وہ حصہ واپس کردیا جائے جو اُسکے لئے مورث کے مال مین سے امانت رکھا تھا اور جس میت کے مال مین سے یہ حصہ امانت رکھا گیا تھا اُسی کے وارثون کو دیا جائے لیکن اسوقت کے موجودہ وارثون کا اعتبار نہین بلکہ اُن وارثون پر لوٹایا جائے جو اسوقت موجود تھے جبکہ مورث کا انتقال ہوا تھا اور گم شدہ کیلئے حصہ امانت رکھا گیا تھا مفقود کے احکام کو واضح کرنیکے لئے ایک مثال لکھی جاتی ہے

مثال۔ عبدالرحیم پچیس ۲۵ سال کی عمر مین ۱۴ رجب ۱۳۶۱ ہجری کو گھر سے یہ کہکر نکلا کہ کلکتہ جاتا ہون لیکن پھر ایسا لاپتہ اور مفقود ہوا کہ کچھ خبر ہی نہ ملی کہ کہان گیا مرگیا یا زندہ ہے۔ اسکی زوجہ دس ۱۰ برس سی زیادہ صدمۂ فراق اور رنج و مصیبت اُٹھا کر بہت سا مال چھوڑ کر ۴ محرم ۱۳۷۲ ہجری کو دُنیا سے رخصت ہوگئی اپنا باپ اور دو ۲ بیٹا بیٹی وارث چھوڑے اسوقت اس مسماۃ کا ترکہ اسطرح تقسیم کردیا گیا۔

شوہر مفقود امانت رکھا ۳	نانی	بیٹی ۵	والد ۲

۱۲

عبدالرحیم شوہر کا حصہ امانت رکھا گیا پینسٹھ برس گذر گئے مگر عبدالرحیم ایسی گھڑی نکلا تھا کہ پھر ہی نہ آیا اس عرصہ مین عبدالرحیم کی نانی اور چچا اور اُسکی زوجہ کا باپ اور نانی سب دار فانی سے انتقال کرگئے پچیس ۲۵ برس کی عمر مین گھر سے نکلا تھا اور ۱۴ رجب ۱۴۲۶ھ تک پینسٹھ سال انتظار مین گذرے اب حساب سے اُسکی عمر چونکہ نوّے سال کی ہوگئی لہذا ۱۴ رجب ۱۴۲۶ھ کو شرعاً سمجھا جائیگا کہ آج اُسکا انتقال ہوا ہے اور اسکے لئے جو حصہ زوجہ کے ترکہ مین سے امانت رکھا تھا وہ آج اُسکی زوجہ کے اُن وارثون پر لوٹا دینگے جو ۴ محرم ۱۳۷۲ھ کو اُسکی زوجہ کے انتقال کے وقت موجود تھے (خواہ آج ۱۴ رجب ۱۴۲۶ھ کو زندہ ہون یا نہون) اور یون سمجھینگے کہ حصہ لینے کے لئے گویا عبدالرحیم اسوقت زندہ ہی نہ تھا جب اُسکی زوجہ کا انتقال ہوا۔

سلہ جو لوگ زندہ ہونگے وہ خود اس مال کو لینگے اور جو مرگئے ہون اُنکے پس ماندون اور مستحق وارثون کو دیدیا جائے ۱۲

پس اسکے لئے جو تین سہام امانت رکھے گئے تھے اُنکو اُنھین وارثون پر حصّہ رسد تقسیم کردین گے جنھون نے ۴ محرم ۱۳۰۲ھ کو عبدالرحیم کی زوجہ کے مال مین سے حِصے لئے تھے (یعنی اس حصہ امانت کو نو سہام کرکے دو سہام عبدالرحیم کی زوجہ کے باپ کو چھ بیٹی کو ایک نانی کو دیدین) اور خود عبدالرحیم کا مال جو رکھا تھا وہ اب نوّے برس کی عمر ہونے پر موت کا حکم لگنے کے بعد عبدالرحیم کے اُن وارثون پر تقسیم ہوگا جو بالفعل آج ۱۴ رجب ۱۳۲۶ ہجری کو موجود ہین۔ عبدالرحیم کی زوجہ اور نانی اور چچا وغیرہ جو اس عرصہ مین انتقال کر گئے وہ سب اسکی میراث سے محروم رہین گے کیونکہ شرعاً گویا آج ۱۴ رجب کو زید کا انتقال ہوا ہے دفی الواقع خواہ اس سے پہلے مرگیا ہو یا اسکے بعد مرجائے چونکہ معلوم نہین اسلئے شریعت نے نوے برس کے بعد موت کا حکم دیدیا

اس مثال سے اور پہلے بیان سے دو باتین آپ سمجھ گئے ہونگے اوّل یہ کہ جو شخص مفقود الخبر ہوکر نوّے برس کی عمر تک نہ آوے جب تک نوے سال کی عمر نہو اُسکا مملوکہ مال امانت رکھا جائے جب نوے سال پورے ہوجائین یعنی پیدائش کے دن سے حساب کرکے جب نوے برس ہو جائین اسوقت اُسکا مال تقسیم ہوگا اور اسوقت کے موجودہ وارثون کو دیا جائیگا اس سے پہلے جو رشتہ دار مرگئے وہ اسکے مال سے حصّہ نہ پاوینگے۔ دوم یہ کہ جو شخص نوے برس کی عمر تک واپس نہ آوے اسکی غیر حاضری کے دنون مین جن لوگون کا انتقال ہوا ہے کسی کے مال مین سے اس گم شدہ کو حصّہ نہین ملیگا لیکن احتیاطاً اسکے لئے امانت رکھ لیتے ہین کہ شاید نوے برس کی عمر سے پہلے واپس آجائے یا کچھ حال معلوم ہوجائے اور مستحق حصّہ ہوجائے۔ کیونکہ محروم جب ہوتا ہے کہ اس عمر تک کچھ پتہ ہی نہ لگے۔

مسئلہ[۱]۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مفقود کے انتظار کی حد نوّے[۲] برس ہے یعنی جبتک اسکی عمر نوے برس کی نہوجائے اسکی موت کا حکم نہ دیا جائے گا اور اُسکے مال کو تقسیم نہ کیا جائیگا اور اسکی زوجہ کے لئے نکاح ثانی جائز ہوگا۔ میراث کے تقسیم نہونیسے کوئی حرج و تکلیف اور بڑی دقت پیش نہین آتی۔ لیکن زوجہ کو اسقدر طویل عرصہ تک انتظار کرنا بعض دفعہ بوجہ مفلسی اور ناداری کے

---

[۱] یہ مسئلہ احقر نے علمائے محققین سے خوب دریافت کرکے لکھا ہے اور تمام ضروری امور کی تفصیل انہین کی فرمائش سے کیگئی ہے ۱۲ [۲] اس مین مختلف اقوال ہین۔ ایک سو پانچ سال ایک سو دس سال ایک سو بیس سال وغیرہ لیکن فتوی ۹۰ سال پر ہے ۱۲

مشکل ہوتا ہے اور کبھی بوجہ نوعمر و جوان ہونے کے منکوحہ کے اندیشہ فساد عظیم اور بیعزتی کا ہوتا ہے اسلئے بہت سے محققین علمائے حنفیہ نے خاص[۲] نکاح کے جائز ہونے مین امام مالک[۱] رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیدیا ہے کہ جس روز سے مفقود الخبر اور لاپتہ ہوا ہے اُس تاریخ سے چار سال چار ماہ دس روز کے بعد زوجہ کو نکاح ثانی جائز ہے گویا چار سال کے انتظار کے بعد گم شدہ کی موت کا حکم دیا گیا اور پھر چار ماہ دس روز عدت گذارنے کے بعد نکاح ثانی جائز ہوگیا۔ یہ مسئلہ شامی جلد سوم کتاب المفقود مین اور دیگر کتب[۳] فقہ مین موجود ہے ضرورت مین اسپر عمل کرلینا چاہئے۔ لیکن چونکہ فقہا نے اس مین قضائے قاضی کی شرط لگائی ہے یعنی جب تک حاکم حکم نہ دیدے اسوقت تک اسکو میت سمجھکر نکاح جائز نہ ہوگا علاوہ ازین بعض مرتبہ شوہر زندہ واپس آجاتے ہین اور جھگڑا کرکے نوبت بعدالت پہونچاتے ہین اسلئے یہ ضرور ہے کہ اپنے نواح کے علما سے فتوی لیکر اسکو عدالت مین پیش کرکے نکاح کی اجازت لے لین لیکن یہ درخواست ایسے منصف اور جج وغیرہ حاکم کے اجلاس مین پیش کرین جو مسلمان ہو اسکا فیصلہ بمنزلہ شرعی قاضی کے سمجھا جائیگا اور شرعاً و قانوناً ہر طرح نکاح جائز ہوجائیگا[۴] اور دنیا و آخرت کے مواخذہ کا خوف اور اندیشہ فساد نہ رہیگا واللہ اعلم بالصواب

مفقود کے بعد مرتد کا حال لکھنے کا دستور ہے۔ لیکن آج کل اسکی ضرورت نہین پڑتی اسلئے کہ اگر شاذ و نادر کوئی بدبخت مرتد ہوتا ہے تو وہ اپنا مال مسلمان وارثون کے اختیار مین نہین چھوڑ دیتا کہ وہ اسمین مسائل شرعیہ جاری کرین۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسی صورت پیش بھی آوے تو اسکا حکم بقدر ضرورت ہمنے شروع کتاب مین میراث سے محروم کرنیوالی چیزون کے ذیل مین بیان کردیا ہے۔

[۱] میراث کی نسبت نوے سال کا انتظار امام مالک و ابو حنیفہ رحمہما اللہ دونون ضروری فرماتے ہین ۱۲

[۲] امام شافعی رح صاحب کا بھی قول قدیم یہی ہے اور امام احمد رح کا بھی یہی مذہب ہے اُن صورتون مین کہ غالب گمان مرجانیکا ہو ۱۲

[۳] اُردو خوان ناظرین مولانا عبدالحی رح صاحب کے فتاوی مین دیکھ لین ۱۲ [۴] لیکن اگر پہلا شوہر زندہ واپس آجائے تو زوجہ اسکو دیجائیگی البتہ اگر پہلا شوہر واپس آکر طلاق دیدے تو زوجہ شوہر ثانی کے پاس رہ سکتی ہے لیکن طلاق کی عدت گذرنیکے بعد دوبارہ نکاح کرنا پڑیگا۔ اگر شوہر ثانی سے کوئی اولاد ہوگئی ہے تو وہ اپنی اولاد کا ہر صورت مین مستحق ہے ۱۲

مسائل متفرقہ متعلقہ فرائض

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے زندگی مین اپنے کسی وارث کو بقدر اُسکے حصے کے اپنا مال و جائداد دیکر اُسکو مالک بنا دیا اور پورا قبضہ کرا دیا تو اصل مالک کے انتقال کے بعد باقیماندہ مال مین بھی یہ شخص دوسرے وارثون کیساتھ شریک رہیگا اور اپنا پورا حصہ اب پھر لیگا۔ زندگی مین جو کچھ مورث نے اُسکو دیدیا ہے وہ اب اسکے حصے مین محسوب نہ ہوگا۔

مسئلہ جب زوجہ مرجائے تو اسکا مہر جو شوہر کے ذمہ پر واجب ہے وہ بھی اسیطرح تقسیم ہوگا جیسے دوسرا مال و اسباب تقسیم ہوتا ہے یعنی اگر زوجہ کے اولاد نہین تو نصف مہر بطریق میراث شوہر کو پہونچ جائیگا اور نصف مہر کے حقدار و مستحق زوجہ کے دوسرے شرعی وارث ہونگے انکو اختیار ہے کہ اپنا حق شوہر سے وصول کرین یا معاف کردین اور اگر مرنیوالی کی اولاد ہو تو ایک چوتھائی مہر شوہر کو ملجائیگا باقی زوجہ کی اولاد وغیرہ ورثہ کا حق ہوگا وہ وصول کرین یا معاف کردین لیکن اگر معاف کرنے والا نابالغ ہوگا تو معاف نہوگا۔

مسئلہ۔ کسی خارجی وجہ سے استحقاق زیادہ ترکہ نہین ہوسکتا مثلاً کسی کے دو بھتیجے ہین اُن مین سے ایک داماد بھی ہے تو دونون کو برابر حصہ ملیگا دامادی کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملیگا (کیونکہ دامادی کے علاقہ سے میراث نہین ملسکتی۔) البتہ اگر دو رشتون سے مستحق میراث کا ہے تو ہر دو وجہ سے علیحدہ علیحدہ مستقل حصہ میراث کا پائیگا۔ مثلاً سعیدہ کا انتقال ہوا اُسنے دو بھائی چچازاد چھوڑے حلیم اور نعیم اور حلیم سعیدہ کا شوہر بھی ہے تو نصف میراث شوہر ہونیکی وجہ سے حلیم کو ملجائیگی اور باقی مال چچازاد بھائی ہونیکے علاقہ سے نعیم و حلیم کو برابر پہونچیگا۔ اسیطرح ایک شخص کا انتقال ہوا اُسنے پانچ بہنین خالہ زاد چھوڑین اور کوئی وارث نہین تھا اُن پانچ مین سے ایک اس مرنیوالیکی زوجہ بھی ہے تو کل ترکہ مین سے ایک ربع اسکی زوجہ کو علاوہ بحیثیت میراث ملے گا اور باقیماندہ مال پانچ حصے ہوکر ایک ایک حصہ سب بہنون کو ملجائیگا۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے کوئی کسبی وغیرہ یا اپنی قوم کے خلاف کوئی کم ذات عورت اپنے گھر مین

مسئلہ ۸

شوہر ہونیکی وجہ سے	چچازاد	چچازاد
حلیم	نعیم	حلیم
۲	۱	۱

مسئلہ ۲۰

زوجہ	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
سلیمہ	سعیدہ	حلیمہ	تقیہ	سلیمہ	نعیمہ
۵	۳	۳	۳	۳	۳

[1] یعنی پہلے مال کا مالک بھی رہیگا اور میراث بھی ملیگی

ڈال لی اور نکاح بھی کر لیا تو وہ بالکل اسیطرح حصّہ اور میراث کی مستحق ہوگی جیسے اصلی اور بیاہتا بیوی مستحق ہوتی ہے اگر تنہا ہوگی تو پورا حصہ زوجہ کا لیگی اور اگر اسکے علاوہ بھی کوئی زوجہ موجود ہوگی تو اُسکے ساتھ شریک ہوگی۔ لیکن اگر نکاح نہین ہوا تھا صرف گھر مین رہنے اور تعلقات زوجہ و شوہر جاری ہونیسے خاندان و برادری وغیرہ مین زوجہ سمجھی جاتی تھی تو ہرگز میراث کی مستحق نہوگی بلکہ اسکی اولاد بھی میراث سے محروم رہیگی اور ولدالزنا سمجھی جائیگی خواہ یہ عورت کوئی ادنیٰ درجہ کی کم ذات کسبی وغیرہ ہو یا شوہر کی کفو اور ہم قوم و ہمسر ہو۔

مسئلہ۔ اگر شوہر و زوجہ کو ہمبستر ہونیکی نوبت نہ آئی ہو مثلاً دونون صغیر سن ہون یا ایک صغیر سن ہو یا اب تک بیوی رخصت نہ ہوئی ہو اور ان مین سے ایک کا انتقال ہو جائے تب بھی میراث جاری ہوگی

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص قریب المرگ ہونیکی حالت مین مسلمان ہوگیا تو اُسکے تمام مال اور تمام عمر کی کمائی کے مستحق مسلمان وارث ہونگے کیونکہ اعتبار آخری وقت اور خاتمہ کا ہے اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَاجْعَلْ اٰخِرَ قَوْلِنَا قَوْلَ الشَّهَادَةِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ - وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن ؁

مناسخہ کا بیان

بعض دفعہ میراث تقسیم ہونے مین کسی وجہ سے یا وارثون کی غفلت سے اتنی تاخیر ہو جاتی ہے کہ میت کے اُن وارثون مین سے جو بقاعدۂ شرعیہ کسی حصّہ کے مستحق ہو چکے تھے کوئی شخص مرجاتا ہے اور یہ حصّہ اور مقدار مال کی جو شریعت نے اسکے لئے مقرر کی تھی اس دوسرے میت کے انتقال بعد اسکے وارثون کو شرعًا پہونچتی ہے (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسیطرح دو دو چار چار وارث انتقال کرتے چلے جاتے ہین اور تقسیم کی نوبت نہین آتی۔)

ایسی صورتون مین مسئلہ بتلانے والے اور فرائض لکھنے والے کیلئے تو آسان یہ ہے کہ ہر ایک میت کا مسئلہ علیحدہ علیحدہ لکھکر دیدے اور جتنے لوگ گذر گئے ہین ہر ایک کے مال مین سے اُنکا حصہ بتلادے لیکن وارثون اور مال تقسیم کرنے والون کے لئے اس مین بڑی دشواری ہوتی ہے وہ اسکے سمجھنے بھی عاجز ہوتے ہین اور مال کو ہر مسئلہ کیمطابق بار بار تقسیم کرنا تو بالکل ہی دشوار اور محال نظر آتا ہے لہذا اُن کی سہولت اور خیر طلبی کے لئے عالمون نے مناسخہ کی صورت تجویز کی ہے جسمین نمبر وار ہر ایک میت کو لکھکر اور پھر اُسکے وارثون کی تفصیل اور حصون کی مقدار تحریر کرکے قواعد حساب کو ملحوظ رکھکر آخری نتیجہ ایسا بتلادیا جاتا ہے جسمین موجودہ اور زندہ وارثون کا مجموعی استحقاق اور وہ کُل حصے اور سہام جو انکو ایک یا چند مرنے والے مورثون سے پہونچے ہین یکجائی طور پر صاف صاف معلوم ہو جاتے ہین اس طرز مین فرائض اور مسئلہ لکھنے والے کو بہت دشواری ہوتی ہے اور حساب کے قواعد اور اعداد کی باہمی نسبتون کا سمجھنا اور ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(اور اس فرائض کے سلسلہ مین مرنے والون کی تعداد جسقدر زیادہ ہوتی ہے اسیقدر محنت لکھنے والے کی بڑھتی جاتی ہے)

انھین وجوہ سے اوّل مرتبہ احقر نے اپنی اس تالیف مین مناسخہ کا حال لکھا ہی نہین تھا اسی دشواری کا عذر لکھکر چھوڑ دیا تھا کیونکہ یہ رسالہ کم استعداد اور عام لوگون کے لحاظ پر لکھا گیا ہے لیکن میرے خیر خواہ دوستون نے کہا کہ کتاب ہمہ وجوہ مکمل ہونی چاہئے کسی نہ کسی کو نفع ضروری ہوگا

عام لوگ نہین سمجھینگے تو طالب علم استفادہ کرینگے - لہذا ابیس سال کے بعد جب تیسری مرتبہ طبع ہونے کی نوبت آئی تو احقر نے کتاب مین یہ بیان بڑھا دیا ہے
اور مناسخہ سمجھنے کے لئے چونکہ نہایت شدید ضرورت اعداد کی نسبتون کی ہوتی ہے لہذا پہلے وہی لکھی جاتی ہین

اعداد کی نسبتون کا حال

دو چیزون کی تعداد اگر برابر اور یکسان ہو تو کہتے ہین کہ ان دو عددون مین تماثل کی نسبت ہے مثلاً حصے بھی چار ہین اور آدمی بھی چار ہین تو کہا جائیگا کہ ان دو عددون مین نسبت تماثل کی ہے اسیطرح اگر روپیہ بھی بارہ ہین اور مستحق بھی بارہ ہین - گھوڑے بھی نو ہین اور سوار بھی نو ہین تو ان عددون مین باہم تماثل کی نسبت کہلائیگی -
اور اگر تعداد بڑی اور چھوٹی ہو ایسی طرح پر کہ چھوٹا عدد بڑے کا جز ہو اور اس مین داخل ہو تو ان عددون کی نسبت کو تداخل کہین گے مثلاً آٹھ گھوڑے ہین اور گاڑیان چار ہین تو چار ہین اور آٹھ مین نسبت تداخل کی ہوئی کیونکہ چار بھی آٹھ کے اندر داخل رہنے والا جزء ہے
اسیطرح دس روپیہ اور پانچ آدمیون کو سمجھ لو کیونکہ پانچ کو دو مین ضرب دینے سے دس ہوتے ہین تو پانچ کا عدد دس کے اندر دو مرتبہ داخل ہے اور دس کا نصف جز یعنی آدھا حصہ اور ٹکڑا ہے یہی نسبت چار اور آٹھ مین تھی کہ آٹھ مین سے دو دفعہ چار چار نکالنے سے آٹھ ختم ہوجاتا ہے اور پانچ پانچ نکالنے سے دس بھی ختم ہوجاتا ہے -
اور اگر دو عددون مین ایسا تعلق ہو کہ بڑے عدد مین سے چھوٹے عدد کے پورے پورے حصے[1] تو نہین نکلتے (یعنی چھوٹے عدد کو بار بار مکرر کرنے یا ضرب دینے سے بڑا عدد نہین بن جاتا بلکہ کبھی کمی کبھی زیادتی غرض کچھ کسر رہتی ہے) لیکن کوئی تیسرا عدد مشترک ایسا ہے کہ جو ان دونون (چھوٹے بڑے) عددون کا پورا جزء ہے اور اس تیسرے عدد کو مکرر کرنے سے چھوٹا عدد بھی بن جاتا ہے اور بڑا عدد بھی

[1] اور توافق مین پورے حصے نکلتے تھے اور چھوٹے کو بار بار بڑھانے سے بڑا عدد پورا بنجاتا تھا اور اس مین سے کئی دفعہ چھوٹا عدد کم کردینے سے وہ بڑا بالکل ختم ہوجاتا تھا ۱۲

(مگر چھوٹا عدد جلد بنجاتا ہے بڑا کئی دفعہ مکرر کرنے سے بنتا ہے) ایسے دو عددون مین جو نسبت ہوتی ہے اُسکو توافق کہتے ہین اور دونون عددون کو متوافقین بولتے ہین اور تیسرے عدد کو (جسکے بار بار دُہرانے سے بڑے چھوٹے عدد بنجاتے ہین) جزء دفق کہا جاتا ہے یہ نسبت چونکہ بہ نسبت باقی تین نسبتون کی مشکل سے ذہن مین آتی ہے لہذا اسکی مثال مین جو تفصیل کی جاتی ہے اُس پر غور کرکے سمجھو۔

پہلی مثال چار اور چھ دو ایسے عدد ہین جنہین تداخل نہین کہہ سکتے کیونکہ چار کو مکرر کرنے سے چھ نہین بنتے آٹھ بن جاتے ہین اور اگر چھ مین سے چار چار دو دفعہ گرانا چاہین تو دو کی کمی اور کسر رہجاتی ہے پورا حساب کبھی نہین بیٹھتا۔ مگر ہان ایک تیسرا عدد مشترک چار مین اور چھ مین ایسا ہے جسکو بار بار اضافہ کرنے سے دونون عدد بن بھی جاتے ہین اور اسی عدد کو کئی مرتبہ گھٹانے اور گرانے سے دونون عدد بالکل ختم اور فنا ہو جاتے ہین اسی تیسرے عدد کو جزء دفق کہتے ہین وہ اس مثال مین دو کا عدد ہے۔ دیکھئے اگر کسیکو دو مرتبہ دو دو روپیہ دئے جائین تو اُسکے پاس چار روپیہ ہو جائینگے اور اگر پھر تیسری دفعہ بھی دو روپیہ دیدو تو چھ بھی ہو جائین گے۔ اسیطرح اگر دو دو روپیہ روز خرچ کرے تو دو دن مین چار ختم ہو جائین گے اور چھ تین روز مین ختم ہو جائین گے۔ غرض عدد ۲ ایسا ہے کہ خاتمہ بھی اس سے بلاکسر ہو جاتا ہے اور تکمیل بھی پوری ہو جاتی ہے۔

اس مثال مین عدد بہت ہی چھوٹے تھے ذرا اور بڑھنا چاہو تو چھ اور چودہ کو دیکھ لو۔ اُن مین بھی بالکل یہی حال ہے عدد ۲ کے سوا کوئی ایسا جزء مشترک نہین جو تکمیل اور خاتمہ بھی بلاکسر پوری طرح کردے اور کچھ آگے چلنا ہو تو بارہ اور تیس مین توافق کی سب علامتین ملاحظہ اور امتحان کر لو۔ یہان بھی چھ ہی عدد سے کاربراری ہو سکتی ہے اور کوئی عدد ایسا نہین جو پورا خاتمہ اور بلاکسر تکمیل کرسکے

تنبیہ۔ ہماری طویل تفصیل اور متعدد مثالون مین بار بار دو عدد کا ذکر آنے سے آپ یہ خیال نہ فرمالین کہ بس یہی ایک عدد جزء دفق ہوا کرتا ہے اور ہمیشہ توافق کی نسبت مین اسی عدد سے فیصلہ اور تکمیل و خاتمہ ہوتا ہے۔ نہین یہ تو مثالین تھی جسطرح دو عدد جزء دفق بنکر کاربراری اور فیصلہ کرتا ہے اسی طرح دوسرے اعداد یعنی تین چار پانچ چھ سات آٹھ وغیرہ بھی دیگر مواقع اور مثالون مین عدد دفق اور جزء مشترک ہوا کرتے ہین اور وہی کام دیتے ہین جو یہان دو نے دیا ہے

دیکھئے نو اور پندرہ دو ایسے عدد ہین جنپر تداخل کی تعریف مذکور صادق نہین آسکتی مگر توافق کی نسبت موجود ہے اور عدد ۳ بار بار بڑہانے سے نو اور پندرہ حاصل بھی ہو سکتے ہین اور بار بار تین کم کرنے سے دونون عدد پوری طرح ختم اور فنا بھی ہو جائین گے۔

اور پھر غور کیجئے کہ بارہ مین اور بیس مین تداخل نہین بن سکتا۔ لیکن ایک تیسرا عدد مشترک جو دونون عددون کی تکمیل بھی اور خاتمہ اور فیصلہ بھی کر سکتا ہے عدد چار موجود ہے۔ اور پندرہ اور پینتیس مین تداخل نہین لیکن پانچ کا عدد یہان ایسا ہے جسکو دو بار بڑہانے سے پندرہ بن جاتا ہے اور چھ مرتبہ اضافہ کرنے سے پینتیس کا عدد حاصل ہو جاتا ہے بارہ اور تیس مین غور کرنے سے تداخل کی نسبت صحیح نہین ہو سکتی لیکن ایک تیسرا عدد بہ تفصیل گذشتہ کار برآری اور فیصلہ کرنے والا یعنی چھ کا عدد موجود ہے ان دو عددون مین اسکو مابہ الوفق اور جز وفق اور عدد مشترک کہین گے اسکے بعد چودہ اور انچاس مین سات کا عدد اور سولہ اور چھپن مین آٹھ کا عدد اور ستائیس و ترسٹھ مین نو کا عدد اور بیس اور پچاس مین کامل دس کا عدد کار برآری اور تکمیل و خاتمہ اور فیصلہ کرتے ہین اور ان سے آگے چلکر گیارہ اور بارہ وغیرہ بھی بعض عددون مین جز مشترک اور کار برآری کرنے والے ہوتے ہین مگر وہان حساب بہت مشکل ہو جاتا ہے اور عام طور سے اسکی ضرورت بھی نہین پڑتی اسلئے اُسکا بیان چھوڑ دیا گیا ہے۔

تنبیہ۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عدد ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ کے لئے جو مثالین لکھی گئی ہین وہ صرف انہین مواقع اور مثالون مین فیصلہ کرتے ہین اور صرف ان ہی اعداد مین جز مشترک بنکر کار برآری کرتے ہین جنکا نام لیا گیا ہے اور ذکر کیا گیا ہے ایسا نہین بلکہ یہ اعداد تو صدہا مواقع مین اور ہزارون مثالون مین مختصر اعداد اور بہت بڑے بڑے اعداد مین جز مشترک بنتے ہین۔ اور خاتمہ اور تکمیل کرکے فیصلہ کرتے ہین ہمنے سمجھانیکے لئے چھوٹے اعداد کی مثالین پیش کر دی ہین۔

قاعدہ۔ جب دو اعداد مین نسبت توافق کی ہو اور جز مشترک فیصلہ کرنے والا عدد دو ہو تو وہان توافق بالنصف کہلاتا ہے اور جس جگہ عدد تین فیصلہ کرتا ہے وہان توافق بالثلث کہتے ہین اور جب کار برآری چار سے ہوتی ہے تو توافق بالربع کہتے ہین۔ پھر پانچ کے عدد سے کام نکلے تو توافق بالخمس بولا جاتا ہے اور چھ مین توافق بالسدس اور سات مین توافق بالسبع اور آٹھ مین توافق بالثمن

اور نو ۹ کے عدد مین توافق بالتسع اور دس مین توافق بالعشر کہا جائیگا۔ یہ قاعدہ آپکے لئے مناسخہ کے اعداد کے ضرب مین کار آمد ہوگا۔

توافق کا بیان مشکل ہونے کی وجہ سے طویل ہوکر ختم ہوا اور یہان تک عددون کی باہمی تین نسبتین بیان ہوگئی اب صرف ایک چوتھی قسم باقی ہے وہ یہ ہے کہ دو عددون مین مذکورہ نسبتون مین سے کوئی نہ پائی جائے۔ ایک عدد دوسرے کا بالکل[۱] مساوی اور مقدار بالکل یکسان بھی نہو۔ ایک دوسرے[۲] کا جز اور حصہ بھی نہو۔ چھوٹے کو بار بار گرانے سے بڑا عدد فنا بھی نہوجاتا ہو۔ کوئی تیسرا[۳] ایسا عدد بھی نہ مل سکے جو دونون کا عدد مشترک اور جز وفق بن سکے جسکے بار بار کم کرنے سے دونون عدد فنا ہوجائین یا اس تیسرے کو بار بار بڑھانے سے دونون عدد کامل ہوجائین۔ جن دو عددون مین یہ تمام امور مفقود ہون تو ان مین نسبتِ تبائن ہوتی ہے۔ اور دونون عددون کو متبائنین کہتے ہین ان دونون کی تکمیل یا خاتمہ کرنے کے لئے کوئی ایسا جز اور عدد نہین ملتا جو دونون مین برابر کام دیسکے۔ ممکن ہے کہ ایسا عدد بعض جگہ ملجائے جو ایک طرف کا تو خاتمہ اور تکمیل کرسکتا ہے لیکن دوسرے عدد کا فیصلہ اس سے نہین ہوسکتا وہان تکمیل اور خاتمہ مین ایک کی کمی رہجائیگی یا زیادتی ہوجائیگی۔

مثال کے لئے آپ دس ۱۰ اور اکیس ۲۱ کو دیکھ لیجئے۔ یہان اگر دو دو عدد گراتے جائین تو دس ختم ہوجائینگے مگر اکیس مین ایک باقی رہجائیگا۔ علی ہذا القیاس پانچ دفعہ دو دو عدد رکھنے سے دس بن جائینگے مگر دس دفعہ مکرر کرنیسے اکیس مین ایک کی کمی رہجائیگی پھر دو ۲ بڑھاؤ گے تو ایک زیادہ ہوجائیگا

اعداد کی باہمی نسبتون کا ضروری بیان بقدر کفایت ختم ہوگیا۔ لیکن مزید فائدہ کے لئے نسبتون کی شناخت کا قاعدہ اور علامتین گویا مکرر لکھی جاتی ہین اور دو ۲ شعر یاد کرنے کی قابل کتاب علم الفرائض سے لکھے جاتے ہین ؎

اسوۂ دو ۲ عدد تماثل شد	عددِ کم بیش را تداخل شد
شد تبائن چو عاد شد واحد	گر توافق چو ثالثے زاید

یعنی دو عددون کو مقابلہ کرکے دیکھو اگر دونون کی مقدار یکسان ہے تو ان مین نسبت تماثل ہے اور اگر بڑے عدد مین سے چھوٹے عدد کو کئی دفعہ کم کرنے سے بڑا عدد بالکل فنا اور ختم ہوجائے تو یہان

[۱] تماثل مین دونون عدد برابر تھے ۱۲ [۲] یہ صورت تداخل مین تھی ۱۲ [۳] توافق مین ہی ہوتا ہے ۱۲

نسبت تداخل ہے اور اگر کوئی تیسرا عدد ایسا نہین ملتا جو دونون عددون کو فنا کرسکے اور صرف عدد ایک ایسا ہے کہ بار بار ایک ایک کم کرنے سے دونون عدد فنا ہو سکتے ہین اور کوئی مشترک عدد ایسا نہین ملسکتا تو اسکو نسبت تباین کہتے ہین۔ اور جس جگہ ایک کے علاوہ کوئی ایسا عدد تیسرا ملسکتا ہے جو دونون عددون کو فنا کردے تو ان عددون مین نسبت توافق کہی جائے گی۔

اسی قاعدہ کو دوسری طرح سہل صورت مین اسطرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ جب کبھی دو عددون مین نسبت معلوم کرنی منظور ہو تو دونون کو دیکھکر غور کرو اگر دونون عدد مساوی ہین مثلاً روپیہ بھی ساٹھ ہین اور آدمی بھی ساٹھ ہین یا مستحق بھی پندرہ ہین اور حصے بھی پندرہ ہین تو کسی تشریح و تحقیق کی ضرورت بھی نہین ان عددون مین نسبت تماثل کی سمجھو اور دونون عددون کو متماثلین اور متساوین خیال کرو اور اگر دو عددون کی مقدار مختلف ہے یعنی کم و بیش ہین تو بڑے عدد مین سے چھوٹے کو گرانا اور کم کرنا شروع کرو اگر ایک دفعہ یا کئی دفعہ کم کرنے اور گرانے سے بڑا عدد بالکل ختم ہو جائے اور کچھ بھی باقی نہ رہے تو یقین کر لو کہ ان مین تداخل کی نسبت ہے جیسے چار اور چوبیس ہین چار کو اگر چھ دفعہ کم کرین تو چوبیس کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسیطرح تین اور نو مین دیکھ لو تین کو تین دفعہ گرانے سے نو مین سے کچھ بھی باقی نہین رہتا۔ لہذا معلوم ہوگیا کہ ان مین نسبت تداخل کی ہے۔ چھ اور اٹھارہ مین نو اور چھتیس مین اور ساٹھ اور تریسٹھ مین غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ سب جگہ تداخل کی نسبت ہے۔

اور اگر چھوٹے عدد کو کم کرنے سے بڑے عدد کا خاتمہ نہین ہوگیا بلکہ کچھ باقی رہگیا ہے تو جو کچھ باقی رہا ہے اسکو چھوٹے عدد مین سے کم کرکے دیکھو اگر اس باقی ماندہ نے چھوٹے عدد کو ایک دفعہ مین یا دو دفعہ مین ختم کردیا تو سمجھ لو کہ بس یہی عدد جو باقی رہا تھا یہی جز وفق ہے اور یہی دونون عددون مین فیصلہ کرنے والا ہے اور باہم بڑے اور چھوٹے عدد مین توافق کی نسبت ہے اب مثال دیکھو دو عدد ہین نو اور تیس تیس مین سے نو کو تین دفعہ کم کیا تو تیس ختم نہین ہوگئے بلکہ تین باقی رہگئے۔ پہلے ہمارے سامنے چھوٹا عدد تھا نو۔ اب نو مین سے اس باقیماندہ عدد یعنی تین کو گرانا اور کم کرنا شروع کیا تو تین دفعہ کم کرنے سے یہ چھوٹا عدد نو بھی ختم ہوگیا معلوم ہوا کہ عدد جز وفق ہے اور یہان توافق کی نسبت ہے۔

دوسری مثال کے لئے چودہ اور چھ کو دیکھ لو۔ چھ کو دو دفعہ کم کرنے سے چودہ ختم نہین ہوئے دو باقی رہے پہلا چھوٹا عدد چھ تھا اب اس باقی ماندہ دو کو چھ مین سے گرانا اور کم کرنا شروع کیا تو اس نے تین

دفعہ مین چھ کو ختم کردیا بس یہ عدد ۲ ہی جز دفق ہے اسی سے فیصلہ ہوتا ہے۔
جب یہ سمجھہ مین آگیا تو خیال کرلو کہ اسی طرح بعض جگہ باقیماندہ عدد چار ہوتا ہے کہین پانچ کسی جگہ چھ کہین ساتؔ ہوتا ہے اور اُسکے ذریعہ سے فیصلہ اور خاتمہ بخیر ہوجاتا ہے (نسبتون کے اوّل بیان مین اُسکو مفصل سمجھادیا گیا ہے اور قاعدہ لکھکر یہ بھی بتلادیا گیا ہے کہ آخری باقیماندہ جز فیصلہ کرنے والا جس جگہ عدد ۲ ہوتا ہے وہان توافق بالنصف کہلاتا ہے اور جب ۳ ہوتا ہے توافق بالثلث بولتے ہین اسیطرح آخر تک۔ اور اگر چھوٹے عدد کو بڑے مین اور پھر بڑے کے باقی ماندہ کو چھوٹے مین سے گرانے اور کم کرنے کے بعد کوئی عدد ایسا نہین نکلسکتا جو چھوٹے کو بھی فنا کردے اور ختم کردے۔ بلکہ صرف ایک ایسا نکلتا ہے جس سے دونون عدد آخرکار ختم ہوسکتے ہین اور کوئی عدد مشترک اور جز وفق نہین ہے تو ایسے دوؔ عددون مین تباین کا یقین کرلو۔

مثال اوّل۔ ساتؔ چھوٹا عدد ہے اور دس بڑا ہے نسبت معلوم کرنے کے واسطے۔ دس مین سے ساتؔ گرائے۔ اب اسطرف تینؔ رہگئے پہلا چھوٹا عدد ساتؔ تھا اب اسطرف تین عدد چھوٹا رہگیا اسکو سات مین سے دوؔ دفعہ گرایا تو ایک باقی رہا اب اس ایک کو تین مین سے تین دفعہ گرایا تو تین ختم ہوگئے غرض کوئی عدد فیصلہ کنندہ نہ میسر ہوا اسلئے یہان تباین سمجھینگے

مثال دوم۔ بارہؔ اور سترہؔ کا حال دیکھنے کے لئے بارہ کو سترہ مین سے گرایا تو پانچ باقی رہے اب یہ پانچ چھوٹا عدد ہے اسکو بارہ مین سے گرایا تو دوؔ دفعہ گرانے کے بعد دوؔ باقی رہگئے اب اس دو کو پانچ مین سے دومرتبہ کم کیا تو ایک ہی رہگیا معلوم ہوا کہ بارہؔ اور سترہؔ مین توافق تداخل کچھ نہین تباین ہے اسیطرح سب عددون کو خیال کرلو۔ مثلاً دسؔ اور تیئیسؔ یا تیرہؔ اور اکتالیسؔ وغیرہ وغیرہ

نسبتون کا بیان اور مثالین پڑھتے ہوئے شاید آپ کے دل مین بعض شبہات گذرے ہون اور کچھ خلجان ہوا ہو۔ لہذا انکے جوابات ایسی طرز سے ذکر کئے جاتے ہین کہ سمجھنے والے کو کارآمد معلومات اور عظیم فائدے حاصل ہون

(۱) توافق کی مثالین سمجھاتے ہوئے آپنے کہا ہے کہ ۶ اور ۴ مین اور ۶ اور ۱۴ مین اسیطرح ۱۲ اور ۳۴ مین صرف ۲ ہی فیصلہ کرنے والا اور جز مشترک ہے حالانکہ ایک عدد بھی ہر جگہ مشترک ہے اور سب اعداد کا خاتمہ اور تکمیل کرسکتا ہے

جواب۔ ایک کو حساب مین عدد نہ سمجھا جاتا اور جس جگہ کوئی عدد فیصلہ کرنے والا نہو اور صرف ایک ہی سے کام نکلتا ہو وہان توافق نہین ہوتا تباین ہوتا ہے چنانچہ آپ تباین کی علامات مین اسکو پڑھ چکے ہین

(۲) پہلی تنبیہ کے ضمن مین جو توافق کی بہت سی مثالین لکھی گئی ہین وہان بارہ۱۲ اور بیس۲۰ مین عدد وفق چار کو لکھا ہے۔ پھر بارہ۱۲ اور تیس۳۰ مین جز مشترک چھ کو بتلایا ہے باوجودیکہ پہلی مثال مین عدد ۲ سے بخوبی تکمیل وخاتمہ ہوجاتا ہے اور دوسری مثال مین بجائے چھ کے عدد تین۳ بھی بخوبی کارآمد ومفید ثابت ہو کر جز وفق بن سکتا ہے۔ اسیطرح سولہ۱۶ اور چھپن۵۶ مین عدد وفق دو بھی بن سکتا ہے اور چار بھی مگر آپنے سکو چھوڑ کر آٹھ کو پسند کیا اور پھر ستائیس۲۷ وتریسٹھ مین ایک مختصر عدد تین۳ کو چھوڑ کر بڑا بھاری عدد نو۹ اختیار کیا اسکی وجہ سمجھہ مین نہین آتی۔

جواب۔ چھوٹے چھوٹے اجزا جو آپکے خیال مین آئے یہ صحیح ہے کہ ان سے کار برآری ہوسکتی ہے لیکن اس صورت مین حساب بلاضرورت پھیل جاتا ہے اور اعداد بے سود بڑھجاتے ہین اسلئے بڑا سے بڑا اجز جو باہم دو۲ اعداد مین مشترک ہو اُسیکو تلاش کرکے جُز وفق کہتے ہین اور اسی سے کام لینے مین حساب مین اختصار رہتا ہے۔

اب اس طویل بیان اور ضروری امور کے بعد اصل مقصود یعنی مناسخہ کا طریقہ دیکھو اور سمجھو۔ لقدر ضرورت ایک طویل کاغذ لیکر اُسکی پیشانی پر ہو الباقی یا بسم اللہ لکھو یا بسم اللہ کے عدد ۷۸۶ لکھدو۔ پھر ایک لمبا خط[۱] کھینچکر اُسکے بائین طرف اس شخص کا نام لکھو جس سے یہ سلسلۂ میراث اور مناسخہ کا شروع ہوا ہے جسکو مورث اعلیٰ کہتے ہین اور جس نے سب سے پہلے وفات پائی ہے اسکے نام کے ساتھ مورث اعلیٰ کا لفظ بھی لکھدو۔ اور لمبے خط کے نیچے جسطرح وارثون کے لکھنے کا دستور ہے سب وارثون کو لکھو اور رشتہ اور تعلق کے نیچے ہر وارث کا نام بھی لکھتے جاؤ۔

(کیونکہ صرف والدہ یا زوجہ یا پسر لکھنے سے دوسرے تیسرے نمبر مین جب پھر اسی رشتہ کے وارث لکھے جاتے ہین تو خلط اور ملط اور اشتباہ ہوجاتا ہے۔) جب سب وارث باقاعدہ اچھی طرح درج ہوگئے تو گذشتہ قواعد فرائض کی بموجب ان کا مسئلہ بناکر مقدار اور عدد اسکا دائین طرف لکھدو اور ردّ یا

---

[۱] آپکو اختیار ہے کہ میت کا لفظ طویل کرکے لکھدو یا صرف خط کھینچدو صفحہ ۲۰۴ ملاحظہ ہو ۱۲

عول یا تصحیح کی ضرورت پڑی ہو تو اس کا بھی نشان مسئلہ کے اوپر بنا دو اور ہر ایک وارث کے نام کے نیچے اُسکے سہام بھی لکھدو۔ غرض اس فرائض کو بہمہ وجوہ مکمل کرکے خوب جانچ کر دیکھ لو کوئی غلطی نہ رہجائے اور بالکل صحیح و درست ہو جائے۔ اگر یہان غلطی رہگئی تو آیندہ سب حساب غلط رہیگا اور آپکو دشواری پیش آئیگی۔

جب اس نمبر اوّل سے فراغت ہو گئی تو اسکے نیچے تھوڑی سی جگہ آیندہ حساب وضرب کے لئے چھوڑکر اب دوسرے میّت کے لئے ایک خط لمبا کھینچو اور مورث اعلیٰ کے بعد جسکا انتقال ہوا ہے اُسکا نام بائین طرف لکھو اور جسقدر سہام اسکو پہلے نمبر مین سے حاصل ہوئے تھے انکو بھی نام کے اوپر لکھدو اور پہلے نمبر مین جس جگہ اُسکا نام اور سہام لکھے تھے وہان نشان قبر کا بنا دو تاکہ آیندہ یاد رہے کہ یہ عدد دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہین۔ اگر یہ نشان نہین بنایا جاتا تو غلطی سے یہ عدد بھی دوبارہ ضرب مین آجاتے ہین اور حساب درست نہین رہتا

اب اس دوسرے نمبر کے میت کے وارثون کو اس خط کے نیچے لکھو اور اُنکے نام بھی لکھو اور خوب غور سے سب کے حصے بقاعدۂ فرائض تجویز کرکے ان کا مسئلہ مقرر کرو اور اُسکو حسب دستور دائین طرف لکھدو اور ہر وارث کے نیچے اُسکے حصے لکھدو اور عول یا رد وغیرہ جو کچھ ہوتا ہو یا تصحیح کی ضرورت ہو پورا عمل فرائض کا انجام دو

یہان تک آپنے کوئی ایسا نیا کام نہین کیا جو پہلے سے معلوم نہو اور جسکا ذکر مناسخہ سے پہلے نہ آچکا ہو صرف یہ کیا ہے کہ میراث ثانی کا جس جگہ نام اور سہام پہلے لکھے ہوئے تھے اُنپر قبر کا نشان بنا کر دوسرے خط پر بائین طرف اسکا نام اور وہ سہام لکھدئے ہین یہ کوئی مشکل اور دشوار کام نہین ہے۔ یقین نہو تو مثال دیکھ لو۔

میت — مسئلہ ۱۳ تصحیح ۶۰ — ممتازی بیگم مورث اعلیٰ

شوہر	والدہ	پسر	پسر	دختر
صدیق	عطیہ	جمال الدین	کمال الدین	شریفن
۳/۱۵	۲/۱۰	۱۴	۱۴	۷

میت — مسئلہ ۲۴ — جمال الدین ۱۴

زوجہ	جدہ	دختر	والد	برادر	ہمشیرہ
باجرہ	عطیہ				
۳	۴	۱۲	۵	محروم	محروم

مورث اعلے کا مسئلہ بارہ ۱۲ سے بناکر چہارم کے تین سہام شوہر کو چھٹا حصہ یعنی دو ۲ سہام والدہ
کو دیدئے باقی سات ۷ رہے وہ اولاد پر پورے تقسیم نہین ہو سکتے تھے اسلئے دو ۲ چند حصے کا مستحق ہونے
کی وجہ سے ہر ایک بیٹے کو بمنزلہ دو ۲ آدمیون کے سمجھا اور لڑکی کو ایک سمجھا کُل پانچ عدد ہو گئے
سات کو ان مین ضرب دیکر پینتیس ۳۵ کر لئے اور لڑکون کا حصہ لڑکی سے دو ۲ چند لگا کر چودہ چودہ
اُنکو اور سات ۷ اسکو دئے اور حسب قاعدہ اصل مسئلہ یعنی بارہ ۱۲ کو بھی پانچ مین ضرب دیدیا اور
شوہر اور والدہ کے حصون کو بھی حساب برابر کرنے کے لئے پانچ مین ضرب دیدی

یہ مسئلہ درست ہو گیا اگر مناسخہ نہوتا صرف اسی میت کی فرائض ہو تی تب بھی یہ سب انتظام
درست کرنا پڑتا۔

دوسرے نمبر مین جمال الدین میت کے جسقدر وارث تھے سب کو لکھکر غور کیا تو زوجہ کو آٹھوان دختر
کو نصف اور ناتی کو چھٹا اور والد کو چھٹا پہنچتا ہے تو ہمنے ایسا عدد تلاش کیا جسمین سے یہ سب حصّے
نکل آئین ذرا سی فکر مین چوبیس ۲۴ خیال مین آگیا۔ چوبیس مین سے جسقدر جس وارث کو پہنچتا تھا اُسکے نام
کے نیچے لکھدیا۔

والد کو چھٹے حصّے کے حساب سے چار سہام اور مجموعہ تقسیم شدہ حصّون کا یہ کل مجموعہ تیئیس ۲۳ ہوا۔
ایک حصّہ باقی تھا وہ بھی والد صاحب کو عصبہ ہونیکی وجہ سے ملگیا اسلئے اُنکے کُل سہام پانچ لکھے گئے
اس تقسیم و تفصیل کے بعد دوسرا مسئلہ بھی مکمل ہو گیا۔ مگر یہانتک معمولی فرائض کی صورت ہے کوئی
جدید اور مشکل بات پیش نہین آئی البتہ جمال الدین مرحوم کے قبضے مین جتنے سہام اوپر سے آئے تھے
وہی سہام یہان اُسکے نام کے اوپر مافی الید[1] کا مختصر نشان مف بناکر لکھدئے ہین اور اپنی سہولت
کے واسطے اور غلطی سے بچنے کے لئے اوپر لکھے ہوئے نام اور سہام پر قبر کا نشان بنا دیا ہے
کوئی کام مناسخہ کے متعلق ابھی تک شروع نہین ہوا۔ اب مناسخہ کے کام کو شروع کیجئے اور
اُس مقصد کو سمجھئے جسکی تمہید کے لئے کئی ورق نسبتون کے بیان مین سیاہ کئے گئے ہین
دوسرے نمبر مین وارثون کے حصے تقسیم کرنے کے لئے آپنے مسئلہ بنایا ہے اور بقدر ضرورت سہام

سلہ[1] مافی الید اسکو کہتے ہین جو کسی کی ملک مین ہو یا قبضہ مین ہو اور مناسخہ مین مافی الید سے وہ سہام مُراد ہوتے ہین
جو میت کو اپنے حصہ مین اوپر والے مورثون سے پہنچتے ہین ۱۲

کی تعداد لکھی ہے۔ دوسرے نمبر مین وارثون کے حصے تقسیم کرنے کا ادہا بائین طرف میت کے نام پر الف کھینچکر اسکے سہام کی تعداد جو مورث سے اُسکو پہنچے تھے۔ بس ان دونون عددون مین غور کرکے دیکھیے کہ مذکورہ بالا چار نسبتون مین سے ان دونون عددون مین جو دائین اور بائین طرف لکھے ہوئے ہین کونسی نسبت موجود ہے بعض جگہ تہوڑی سی توجہ اور کسی جگہ زیادہ غور کرنے سے معلوم ہوجائیگا کہ تماثل ہے یا تداخل ہے یا توافق ہے یا تباین۔ مناسخہ کا سب سے بڑا کام بس یہی نسبتون کا معلوم کرنا ہے۔ جب یہ آسان ہوگیا تو باقی امور مین دشواری نہین ہوگی۔

تماثل تو سب سے آسان ہے معلوم بہی فوراً ہوجاتا ہے اور اسکی وجہ سے ضرب تقسیم اور تغیر تبدل بہی کرنا نہین پڑتا۔ یعنی جب آپنے دیکھ لیا کہ جتنے عدد ہمنے نمبر اوّل مین سے لیکر دوسرے میت کے نام پر لکھے تھے بالکل اسیقدر سہام بناکر اس دوسرے میت کا مسئلہ ہمنے دائین جانب لکہا ہے تو کسی فکر اور تغیر کی ضرورت نہین جسقدر سہام اسکو مورث سے حاصل ہوئے تھے بالکل بجنسہ وہی سہام خود اُسکے وارثون پر پورے تقسیم ہوگئے۔ اب تغیر تبدل اور ضرب کی کیا ضرورت ہے یہ سب کام تو لاچاری ومجبوری مین کرنے پڑتے ہین

مثال

مسئلہ — عبدالحق مورث اعلی				مسئلہ — رفیقہ ۸				
زوجہ زبیدہ	دختر عزیزہ	دختر رفیقہ	برادر شریف	پسر	پسر	پسر	دختر	دختر
۳	۸	۸	۵	۲	۲	۲	۱	۱

یہان ہمنے گذشتہ بیان کو ملحوظ رکھکر دونون میتون کے پورے پورے مسئلے بناکر سب حساب درست کرکے رفیقہ کے نام اور سہام پر قبر کا نشان بناکر اسکے سہام نیچے کے نمبر مین اُسکے نام پر لکھدئے۔ اب اس عدد کو اور دائین طرف لکھے ہوئے عدد کو جس سے مسئلہ بنکر میراث تقسیم ہوئی ہے مقابلہ کرکے دیکھا تو دونون مساوی ہین یعنی تماثل کی نسبت ہے اور رفیقہ کو جو آٹھ سہام والد کی میراث سے پہنچے تھے اُسکے وارثون پر پورے تقسیم ہوگئے نہ کچھ باقی رہا نہ کمی رہی۔ لہٰذا اب کسی تغیر تبدل کی ضرورت نہین سب سے اوپر کے عدد بدستور چوبیس ۲۴ رہے اور مورث اعلے کے بعد جسکا انتقال ہوا تہا اُس ایک عورت کے آٹھ سہام پانچ وارثون کو ملگئے دو نمبر تک بلا تغیر تبدل مسئلہ نکل آیا کیونکہ دائین بائین عددون مین تماثل تہا

اور اگر غور کرنے سے معلوم ہو جائے کہ نمبر دوم کے میت کے داہنی طرف لکھے ہوئے مسئلہ کے عدد مین اور اُسکے نام پر بائین طرف لکھے ہوئے سہام کے عدد مین تماثل تداخل توافق کچھ نہین بلکہ تباین ہے تو یہان آپکو محنت کرنی پڑیگی یعنی میت دوم کے نام پر جتنے عدد مافی الید کی علامت مف بنا کر لکھے ہین اس عدد مین اُن سب سہامون کو ضرب دو جو میت دوم کے وارثون کو ملے ہین اور دوسری لکیر کے نیچے نام بنام لکھے ہوئے ہین اور دوسرے خط پر داہنی طرف جو عدد مسئلہ کا لکھا ہوا ہے اس عدد مین نمبر اوّل کے وارثون کے سب حصّون کو ضرب دو جو اوپر والے خط کے نیچے نام بنام لکھے ہین اور جب ان سب حصون کو ضرب دی تو ان کا مجموعہ جو خط کے اوپر داہنی طرف لکھا ہے اسکو بھی ضرب دینا ضروری ہے۔ غرض تباین کی صورت مین آپکو دو کام کرنے پڑینگے۔ ایک یہ کہ میت دوم کے مجموعہ سہام مین (جو اُسکے نام پر درج تھے) اُسکے وارثون کے حصون کو ضرب دوگے۔

دوسرا یہ کہ نمبر دوم کی میراث تقسیم کرنیکے لئے جو عدد مسئلہ کا تجویز کیا گیا تھا اس عدد مین اوپر والے خط کے تمام وارثون کے علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے حصون کو بھی اور خط کے اوپر لکھے ہوئے مجموعہ کو بھی اُسی عدد مین ضرب دوگے جو میت دوم کے مسئلے کیلئے تجویز کیا تھا۔ نہایت وضاحت سے مکرر سمجھانے کے بعد اب تیسری دفعہ اسی قاعدہ کو ایک مثال مین ذہن نشین کیا جاتا ہے

تصحیح ۱۲۰ مسئلہ — عبدالوحید مورث اعلی مسئلہ ۵ — عابدہ مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	بیٹی	چچا	والدہ	دادی	دختر	دختر
حکیمن	شریفن	عابدہ	سلیم	حکیمن	شریفن	سائرہ	زینب
۳	۴	۱۲	۵	۶	محروم	۲	۲

پہلے مورث اعلی کا مسئلہ درست کرکے اُسکے وارثون کے حصے مقرر کرکے لکھے پھر دوسرے میت یعنی عابدہ کے وارثون کو دیکھکر مسئلہ بنایا جس مین ردّ کا قاعدہ جاری ہوا ہے ردّ کے بعد جو عدد تجویز ہوا ہے وہ داہنی مسئلے کے اوپر لکھدیا۔

پہلی ہدایات کی مطابق اُسکے نام اور سہام پر اوّل نمبر مین قبر کا نشان بنا دیا اور وہان جو بارہ سہام اسکو ملے تھے انکو دوسرے خط پر اُسکے نام کے اوپر لکھدیا۔

جب ان امور سے فراغت ہوئی تو اب غور کیا کہ دوسرے میت کے تجویز شدہ مسئلہ کے عددین اور نام کے اوپر لکھے ہوئے عدد مین کونسی نسبت ہے یعنی بارہ۱۲ اور پانچ مین کیا علاقہ ہے گذشتہ قواعد وبیان کی وجہ سے معلوم ہوا کہ ان دو عددون مین تباین کی نسبت ہے اور کوئی نہین ہوسکتی لہذا ہمنے عابدہ کے نام پر لکھے ہوئے عدد مین عابدہ کے سب وارثون کے حصون کو ضرب دی یعنی عابدہ کے نام پر جو بارہ۱۲ کا ہندسہ لکھا تھا اس مین ان تمام عددون کو ضرب دی جو دوسرے خط کے تحت مین عابدہ کے وارثون کے لئے نام بنام تحریر ہین یعنی والدہ کے نام کے نیچے جو اسکا ایک سہام لکھا ہے اسکو بارہ مین ضرب دیکر بارہ لکھدئے ہر ایک دختر کو دو۲ سہام پہنچے تھے انکو علیحدہ علیحدہ اسی بارہ۱۲ کے عدد مین جو میت ثانی کے نام پر لکھا ہوا ہے ضرب دیکر چوبیس۲۴ چوبیس۲۴ لکھدئے (یہ تو ایک ضرب ہوگئی)

پھر اس عدد کو دیکھا جس سے میت ثانی کے وارثون کا مسئلہ بنا ہے - یعنی عدد پانچ۵ اسکو لیکر اوپر والے سب وارثون کے سہام مین جو پہلے خط کے تحت مین درج ہین علیحدہ علیحدہ ضرب دی زوجہ کے تین سہام کو پانچ۵ مین ضرب دیکر پندرہ۱۵ کیا - والدہ کے چار سہام تھے وہ پانچ مین ضرب دینے سے بیس۲۰ ہوگئے اور ایک چھوٹا سا خط کھینچکر چار کے نیچے لکھے گئے -

عابدہ کے نام پر اگر قبر کا نشان نہوتا تو ہم اسکے بارہ سہام کو بھی پانچ مین ضرب دیکر ساٹھ۶۰ کردیتے - لیکن اس نشان نے متنبہ کردیا کہ اس وارث کی وفات ہوگئی اور یہ بارہ سہام نیچے کے نمبر پر اترکر وہان محسوب ہوگئے - یہان ضرب دینے سے حساب غلط ہوجائیگا -

بہرحال اسکو چھوڑدیا اور چچا سلیم کے پانچ کو پانچ مین ضرب دیکر پچیس لکھدئے جب ان سب سہامونکو پانچ مین ضرب دی تو انکا مجموعہ چوبیس۲۴ جو خط کے اوپر دائین طرف لکھا ہے اسکو بھی پانچ مین ضرب دی اور چوبیس۲۴ کے اوپر خط کھینچکر ایک سو بیس۱۲۰ لکھدئے اور دو۲ نمبر تک حساب پورا ہوگیا اور اوپر نیچے کی دونون ضربون کے بعد مکمل صورت مثال کی یہ ہوگئی -

مسئلہ ۲۴ / ۱۲۰ — عبدالوحید مورث اعلی

زوجہ	والدہ	بیٹی	چچا
حکیمن	شریفن	عابدہ	سلیم
۳ / ۱۵	۴ / ۲۰	۱۲	۵ / ۲۵

مسئلہ مص ۶ — عابدہ مص ۱۲

والدہ	دادی	دختر	دختر
حکیمن	شریفن	سائرہ	زینب
۱/۱۲	محروم	۲/۲۴	۲/۲۴

کل مجموعہ سہام ایک سو بیس ۱۲۰ ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ حکیمن کو اپنے شوہر عبد الوحید کی میراث سے پندرہ سہام پہنچے اور اپنی بیٹی عابدہ کے مرنے پر اُسکی میراث سے بارہ ۱۲ سہام ملے کل ۲۷ سہام کی مستحق ہوگئی شریفن کو اپنے بیٹے عبد الوحید کی موت کا زخم جگر لگا اور بیس ۲۰ سہام اسکی میراث سے حاصل ہوئے پھر پوتی عابدہ بھی دنیا سے رخصت ہوئی لیکن دادی کو اُسکی میراث مین سے کچھ نہ پہنچا کیونکہ عابدہ کی والدہ حکیمن زندہ موجود تھی۔ مان کی زندگی مین عابدہ کی میراث مین سے نانی یا دادی کو کچھ نہین ملسکتا اسلئے دوسرے نمبر مین شریفن کے نیچے لفظ محروم لکھدیا عبد الوحید کے چچا سلیم کو پچیس پہنچے اور عابدہ کی دونون لڑکیون سائرہ و زینب کو چوبیس ۲۴ چوبیس ۲۴۔ مجموعہ ایک سو بیس ہوگیا

اب اگر فرائض نہین دو میتون پر ختم ہوگئی اس سلسلہ مین کسی تیسرے کا انتقال نہین ہوا تو ایک تیسرا طویل خط الاحیاء کا لکھینگے اور سب زندہ وارثون کے نام اور سب کا مجموعہ سہام اُنکے نام کے نیچے لکھینگے۔ صورت اُسکی یہ ہے۔

الاحیاء — مبلغ ۱۲۰

حکیمن	شریفن	سلیم	سائرہ	زینب
۲۷	۲۰	۲۵	۲۴	۲۴

اعتراض۔ یہان نسبت کا خیال کرنے مین غلطی ہوئی وہ عدد جس سے میراث تقسیم کی گئی ہے اور مسئلہ کے اوپر لکھا ہے وہ چھ ۶ ہے۔ اگر اسکا لحاظ کرکے نسبت دیکھی جاتی تو کسیقدر آسانی ہوتی آپنے اوپر کا عدد پانچ ۵ لیا جو رد کی وجہ سے لکھدیا ہے اسلئے بارہ مین اور اُس مین تباین ملحوظ رکھکر اوپر نیچے دو ضربین دینے کی تکلیف اٹھائی۔

جواب۔ پہلے بخوبی سمجھا دیا گیا تھا کہ دوسرے میت کی فرائض پوری طرح مکمل کر لینے کے بعد

دائین اور بائین عدد کی نسبتین دیکھتے ہین پس اس مثال چونکہ ذوی الفروض کی تعداد کم تھی سلئے ایک سہام باقی رہگیا اسکو سب پر رد کیا (جیساکہ رد کے بیان مین مفصل مذکور ہوا) اوراب آخری عدد تقسیم کنندہ پانچ ہوا اسکو لکہنے کے بعد فرائض کامل ہوئی ہے لہذا اسی آخری عدد کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیچے کے عدد دون کا خیال کرکے نسبت لگادین توحساب خراب ہوجائیگا۔

اس بیان مین ہمنے سمہانے کے لئے مختصر مثالین دی ہین ورنہ بعض صورتون مین اصل مسئلہ کے عدد کے بعد کہین عول کی وجہ سے عدد بڑھتے ہین۔ کہین رد کی وجہ سے کم ہوتے ہین اورپہر تصیح کی مصلحت سے دوبارہ بڑہائے جاتے ہین۔ سب جگہ اس آخری عدد کا اعتبار ہوتا ہے اُسی مین اورمیت کے نام پر لکھے ہوئے بائین طرف کے عدد مین نسبت دیکھی جاتی ہے خوب سمجھ لیجئے ورنہ غلطی پیش آکر دقت اٹہانی پڑیگی

تحقیق۔ جس شخص کو حساب سے مناسبت نہین وہ حیران ہوگا کہ یہ دردسری کیون کیجاتی ہے کسی عدد مین اول نمبر کے وارثون کے حصون کو ضرب دیتے ہین کسی دوسرے مین نمبر دوم کے وارثون کو۔

لیکن جسکو تہوڑی سی بہی سمجھ ہوگی وہ غور کرنے سے معلوم کرے گا کہ یہ سب ترکیب حساب کو درست اور صیح کرنیکے واسطے ہے۔ اسی اپنی گذشتہ مثال مین دیکھئے۔ مورث اعلیٰ کی میراث کے چوبیس سہام ہوکر عابدہ کو بارہ پہنچے۔ عابدہ کی وفات پر یہ بارہ اسکے نام پر لکھے گئے اور اسکے وارثون پر اسکا مال تقسیم کرنے کے لئے ایک مسئلہ کا عدد مقرر ہوا۔

اب اگر یہ عدد بہی بارہ ہی ہے توجسقدر سہام اُس نے اپنے مورث سے حاصل کئے تھے وہی سب وارثون کو دیدئے گئے۔ نہ کچھ کم ہوا نہ زیادہ ایسی صورت مین چونکہ خود ہی حساب درست ہے اسلئے کسی تغیر اور تدبیر کی ضرورت نہین

چنانچہ ابہی عنقریب ہمنے آپکو سمجھایا ہے کہ جب دائین بائین عدد دن مین تماثل ہوگا کہین اوپر نیچے ضرب نہین آویگی اورسب حساب درست اور صیح رہیگا۔

لیکن جب یہ عدد مختلف ہون تو دشواری پیش آتی ہے اور اسکے لئے تدبیر کرنی پڑتی سمجھنے کے لئے اسی اپنی تباین کی مثال کو لے لیجئے۔ دیکھئے۔ عابدہ کو مورث اعلیٰ سے بارہ حاصل

ہوئے تھے اور اب اسکے وارثون کو ملتے ہین پانچ تو سات سہام کا فرق ہوا۔ اگر تدبیر نہ کرین تو حساب غلط ہو جائے اور کسیکا حصہ کسیکو پہنچ جائے۔ اب یہ تو ممکن نہ تہا کہ پانچ سہام کے بارہ کردین کیونکہ وارثون پر پورے تقسیم نہو سکتے اسلئے عددون کو خوب بڑہایا اور ایک ایک کو بارہ بارہ بنادیا گویا پانچ سہام جو عابدہ کے وارثون پر تقسیم ہوئے ہین انکو ساٹھ بنادیا اسلئے جس وارث کو ایک سہام پہنچا تھا اسکے نیچے بارہ لکھدئے اور جسکو دو پہنچے تھے اُسکے واسطے چوبیس تحریر کئے۔

غرض یہ ضرب اسلئے دی تاکہ عدد بڑہکر بارہ سے نسبت بھی قایم رہے اور بلا کسر تقسیم بھی ہوجائے یہ حال تھا نمبر دوم کے وارثون کے حصون کی ضرب کا۔ عابدہ کے حصے چونکہ عبدالوحید کی میراث مین سے نکلے تھے اگر اس اصل میراث کو جس مین عابدہ کو بارہ پہنچے تھے بدستور چوبیس رہنے دیا جاے تو حساب غلط ہوجائے کیونکہ عابدہ کے بارہ کو تو ہمنے چہار گونہ اور بڑہاکر ساٹھ کرلیا ہے اور یہ مجموعہ چوبیس کا چوبیس ہی رہجائے تو غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس حساب کی صحت و درستی کے لئے ہمنے اوپر کے مجموعہ کو بھی چارگونا اور بڑہاکر ایک سو بیس بنالیا اور جسکو چوبیس مین سے تین ملے تھے اُسکے حصے پندرہ کردئے اسیطرح جسکو چار ملے تھے اسکو چار دفعہ اور بڑہاکر بیس کردئے اور جسکو پانچ ملے تھے اُسکے پچیس کردئے اور عابدہ کو جو بارہ پہنچے تھے انکو ہمنے پہلے ہی ساٹھ بناکر وارثون کے حصون مین تغیر کردیا تھا۔ اب بفضلہ تعالیٰ حساب برابر ہوگیا۔

ہمنے یہ طول فضول ناواقف اور کم استعداد ناظرین کے لئے کیا ہے حساب دان اور ذی استعداد شخص خود بھی سمجھہ سکتا ہے اور ذرا سا اشارہ کافی ہوتا ہے

پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ میت دوم کے دائین طرف والے مسئلے اور بائین طرف لکھے ہوئے سہامون مین چار نسبتون مین سے کوئی نہ کوئی ایک ضرور ہوگی۔ جب ان مین تماثل ہو یا تباین ہو اسکا حال مفصل بیان ہوگیا۔ اب توافق کا حال سنو۔

جب غور کرنے سے یہ معلوم ہو کہ مسئلے مین اور میت کے حاصل شدہ سہامون مین توافق کی نسبت ہے اور ان دونون مین ایک ایسا عدد مشترک ہے جو دونون کی تکمیل اور خاتمہ کرسکتا ہے۔ اب ایسا عدد تلاش کرو جو دونون عددون کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مخصوص ہو مشترک نہو۔

بس ایسا عدد مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہامون مین سے ڈہونڈکر اسی عدد مین اسکے

تمام وارثون کے حصون کو ضرب دیدو جو دوسرے خط کے تحت مین ہر ایک وارث کے نیچے لکھے ہین۔ اور دائین طرف لکھے ہوئے مسئلے مین خاص جز کو غور سے پہچان کر اسی غیر مشترک عدد مین مورث اعلیٰ کے وارثون کے تمام سہامون کو ضرب دو اور مجموعہ جو دائین طرف سب سے اوپر لکھا ہے اسکو بھی ضرب دیدو حساب پورا ہو جائیگا۔

مثال مسئلہ ۲۴ / ۱۴۴ — ارشد علی

زوجہ	والدہ	دادا	پسر	پسر	نانی	ہمشیرہ
حکیمن	کلثوم	جمال	کمال	شجاع	جمالی	عقیلہ
۳ / ۶ / ۱۸	۴ / ۸	۴ / ۸ / ۲۴	۱۳ / ۳۹	۱۳ / ۳۹	محروم	محروم

مسئلہ ۶ مہ ۳ — کلثوم مہ ۸ مہ ۲

دختر	والدہ	پوتا	پوتا
عقیلہ	جمالی	کمال	شجاع
۳ / ۱۲	۱ / ۴	۱ / ۴	۱ / ۴

یہان دو نمبر تک پوری طرح فرائض نکالنے اور حصے لگانے کے بعد اور کلثوم کے نام اور سہامون پر قبر کی علامت بنا کر دوسرے خط پر بائین طرف اسکا نام اور تمام حاصل شدہ سہام لکھنے کے بعد غور کیا تو دائین طرف لکھے ہوئے مسئلے کے عدد مین اور نام پر لکھے ہوئے سہامون مین یعنی چھ اور آٹھ مین توافق کی نسبت ہے اور عدد مشترک جو دونون عددون کو فنا کر سکتا ہے وہ دو[سلہ] ہے لہذا (گذشتہ قاعدہ کے لحاظ سے) یہان توافق بالنصف سمجھا گیا۔ پھر چھ مین اور آٹھ مین ایسے جز کی جستجو کی گئی جو مشترک نہو۔ آٹھ مین چار کا عدد ایسا ہے جو چھ مین نہین اور چھ مین خاص جز تین[سلہ] ایسا ہے جو آٹھ مین نہین۔ اسلئے ہمنے کلثوم کے تمام وارثون کے نام کے نیچے لکھے ہوئے حصون کو چار مین ضرب[سلہ] دیا

سلہ کیونکہ ابھی قریب ہی بتلایا گیا ہے کہ توافق کی صورت مین مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہامون مین خاص اور غیر مشترک جز تلاش کرکے اس مورث دوم کے تمام وارثون کے حصون کو اس مین ضرب دیدو۔ ۱۲

اور اوپر والے خط کے تحت مین لکھے ہوئے سہامون کو تین مین ضرب[سلہ] دیا جو مسئلہ چھ کا جزو فاصر ہے اور پھر نمبر اوّل پر دائین طرف لکھا ہوا جو عدد سب کا مجموعہ ہے اسکو بھی تین مین ضرب دی وہ ایکسو چوالیس ۱۴۴ ہوگیا۔

تحقیق۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سب دردسری حساب کی درستی کے لئے ہوتی ہے اس مثال مین کلثوم کو میراث مین حاصل ہوئے تھے آٹھ سہام اور اسکے وارثون کو پر تقسیم ہوئے چھ کا عدد بنکر۔ تو دو کی کمی رہی یعنی چہارم حصہ کم ہوگیا۔ اس حساب کی درستی کی صورت اسکے سوا کچھ نہ تھی کہ ہمنے کلثوم کے وارثون کے سہام کو چہار گونہ کر لیا۔ یعنی بجائے چھ کے چوبیس کر دئے نمبر اول کے مورث کے وارثون کے حصے سہ گونہ کر دئے یعنی جسکے چھ سہام تھے اُسکے اٹھارہ کر دئے اب وہ رُبع کا نقصان پورا ہو گیا یعنی چہارم کی کمی جو وارثون کے لئے پڑتی تھی وہ پوری ہوگئی۔

اعتراض۔ یہ جھگڑا جزو وفق نکالنے اور عدد مخصوص تلاش کرنیکا آپ نے بیسود لگایا ہے۔ سہل اور آسان صورت یہ تھی کہ میت دوم کے پورے عدد کو اُسکے وارثون کے حصون مین ضرب دیتے اور مسئلہ کے مافی الید کے پورے عدد کو نمبر اوّل کے وارثون کے حصون مین ضرب دیجاتی اسطرح بھی حساب پورا ہوجاتا اور مسئلہ صحیح نکل آتا۔

جواب جسقدر آپنے بیان کیا یہ صحیح ہے مگر اس صورت میں مجموعہ عدد مسئلہ کا اور سہام ہر ایک وارث کے بلا وجہ بہت زیادہ بڑھ جاتے حالانکہ فرائض مین مقصود یہ ہے کہ حصے بلا کسر تقسیم ہوجائین اور سہام ضرورت سے زیادہ بڑھنے نہ پائین۔

اشکال۔ آپنے فرمایا کہ آٹھ کے اندر چار کا عدد ایسا مخصوص ہے کہ چھ مین نہین۔ حالانکہ چھ مین بھی چار موجود ہے اور چار اور دو ہی ملکر چھ ہوتے ہین

جواب۔ مقصود ایسا عدد ہے جسکے گرانے سے اصل عدد ختم اور فنا ہوجائے۔ چار کو دو۲ دفعہ گرانے سے آٹھ ختم اور فنا ہوجاتا ہے اور چھ مین سے چار کو ایک دفعہ گرائین تو چھ فنا نہین ہوتا اور دو۲

سلہ کیونکہ بصورت توافق مسئلہ کے عدد کے جزء غیر مشترک اور مخصوص کو لیکر نمبر اوّل کے وارثون کے حصون مین ضرب دیا جاتا ہے ۱۲

دفعہ چھ مین سے چار کو گرا نہین سکتے لہذا یہ آٹھ کے لئے مخصوص و مفید ہوا۔ اور عدد ۳ ایسا ہے کہ بار بار گرانے سے آٹھ فنا نہین ہو سکتا۔ البتہ چھ کا خاتمہ تین تین دو دفعہ گرانے سے ہو سکتا ہے لہذا چھ کے لئے عدد مخصوص تین ہوا۔ اسیطرح ہر جگہ خیال رکھنا چاہئے کہ عدد مخصوص سے وہی عدد مراد ہے جو بڑے عدد کو بالکل فنا اور ختم کر دے۔

اعتراض اور اشکال کا جواب سننے کے بعد اور زیادہ آپکو واضح ہو گیا ہو گا کہ جب مسئلے کے عددین اور میت کے حاصل شدہ سہام مین توافق ہو تو اسکے سوا کوئی تدبیر نہین کہ مسئلے کے عددین سے جز مخصوص تلاش کر کے اوپر والے وارثون کے سب سہامون کو جز خاص مین ضرب دیجائے (یعنی مورث نمبر اول کے وارثون کے نام کے نیچے جو عدد لکھے ہوئے ہین ان سب کو اُس جز خاص مین ضرب دیجائے جو مسئلے مین تلاش کیا گیا ہے) اور نیچے کے وارثون کے سہامون کو جز مخصوص مین ضرب دیجائے (یعنی مورث نمبر دوم کے وارثون کے نیچے جو عدد لکھے ہین ان سبکو اُس جز مین ضرب دی جائے جو مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہامون مین تلاش کیا گیا ہے

اوپر لکھی ہوئی مثال مین غور کرو اور دیکھو کہ ارشد علی کے وارثان حکیمن و جمال و کمال وغیرہ کے سہامون کو ہمنے مسئلے سے تلاش کئے ہوئے جز وفق یعنی تین مین ضرب دیا ہے اور کلثوم کے وارثان عقیلہ و جمالی وغیرہ کے حصون کو ہمنے کلثوم کے کل سہام کے جز خاص یعنی چار مین ضرب دیا ہے اور جس عدد مین ضرب دیا ہے اسکا ذرا سا اشارہ بھی داہین طرف وفقہ ۳ لکھکر اور بائین جانب وفقہ ۴ لکھکر کر دیا ہے۔

مورث دوم کے مسئلے عدد اور اُسکے نام پر لکھے ہوئے عددون کی باہمی نسبتون مین سے یہان تک تین نسبتون کا بیان ختم ہو گیا۔ صرف ایک نسبت باقی رہگئی ہے یعنی تداخل اُسکا حال سنئے جب دیکھنے اور غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ مسئلے کے عدد اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے عددین تباین اور توافق اور تماثل کی نسبت نہین تو یقین ہو جائیگا کہ ان دونون عددون مین باہم تداخل کی نسبت ہے۔

اب ان دونون عددون مین جز مخصوص تلاش کر و یعنی ہر ایک عدد مین اُس خاص عدد کا پتہ لگاؤ جو ہر ایک کو ختم اور فنا کر سکتا ہے۔ جسکو ابھی اچھی طرح آپنے توافق کے بیان مین سمجھ لیا ہے

جب دونون جگہ کا جز خاص سمجھ مین آگیا تو یہان بھی وہی عمل کرنا ہوگا جو توافق مین کیا تھا یعنی پہلے نمبر پر لکھے ہوئے تمام عددون کو نمبر دوم کے مسئلے کے جز خاص مین ضرب دیا جائیگا اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جز خاص مین مورث دوم کے وارثون کے تمام سہامون کو ضرب دین گے۔ یعنی دو ضربین جسطرح توافق کی صورت مین دیجاتی تھی یہان بھی دیجائینگی۔ البتہ اگر مورث نمبر دوم کے مسئلے کا عدد اس کے نام پر لکھے ہوئے عدد سے چھوٹا ہے تو صرف ایک ہی ضرب کافی ہوگی یعنی مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جز مخصوص مین نیچے لکھے ہوئے تمام وارثون کے سہامون کو ضرب دیدینگے لیکن مسئلے کے جز مخصوص مین مورث نمبر اول کے وارثون کے سہام کو ضرب نہین دینگے۔ توافق مین ہر ایک جگہ دو ضربین آتی تھی اور یہان تداخل مین دو صورتین ہین۔ اگر مسئلے کا عدد بڑا ہو اور میت کے حاصل کردہ سہام (جو اُسکے نام پر لکھے ہوئے ہین) مقدار مین کم ہون تب تو دو ضربین ہون گی ایک اوپر ایک نیچے اور اگر مسئلے کا عدد چھوٹا ہے اور میت دوم کے نام پر لکھا ہوا مافی الید بڑا ہے تو اس مافی الید کے جز مخصوص مین نیچے لکھے ہوئے وارثون کے سہامون کو ضرب دیدینگے اوپر کوئی ضرب نہ جائے گی۔ جب اوپر ضرب نہین جاتی تو اس مسئلہ کو مستقیم کہتے ہین۔ اگرچہ توافق کے بیان مین جز مخصوص مین ضرب دینے کی مثال ایسی طرح واضح کردی گئی ہے کہ اب تداخل مین کسی خاص مثال کا مفصل سمجھانا طول فضول معلوم ہوتا ہے۔ مگر حسب عادت مزید توضیح کے لئے تداخل کی مثال بھی ذکر کیجاتی ہے۔

مثال اوّل

مسئلہ ۱۲ ت ۷۲ — جمال خان مورث

زوجہ	دادی	برادر	برادر	ہمشیرہ	ہمشیرہ
سلیمن	زینب	شادی	عظیم	سعیدن	علیمن
۳ / ۱۸	۲ / ۱۲	— / ۱۴	— / ۱۴	— / ۷	— / ۷

مسئلہ ۴ ت ۱۲ — زینب مف ۱۲

شوہر	پسر	دختر
نیاز	عزیز	کمالو
۱ / ۳	۲ / ۶	۱ / ۳

اس مثال مین پہلے میت یعنی جمال خان مورث کے متعلق تو کچھ سمجھانے کی ضرورت ہی نہین دوسرے میت یعنی زینب کو اوپر سے بارہ ۱۲ سہام حاصل ہوئے تھے انکو ہمنے اُسکے نام مافی الید کا اشارہ مف ۱۲ کرکے لکھدئے اور پھر اسکے وارثون کو نام بنام لکھکر بقاعدۂ فرائض حصے تقسیم کئے تو عدد چار سے تینون وارثون کے حصے پورے نکل آئے اسیلئے دائین طرف مسئلہ لکھکر اس پر چار کا ہندسہ لکھا۔ اب غور کیا تو اس عدد مین اور زینب کے ما فی الید یعنی بارہ مین تداخل کی نسبت ہے (کیونکہ چار کو تین دفعہ گرانے سے بارہ کا عدد فنا ہو جاتا ہے)

مگر تداخل کی وہ صورت ہے جسکو مستقیم کہتے ہین۔ یعنی مسئلہ کا عدد چھوٹا ہے اور مافی الید کا عدد بڑا ہے۔ لہذا مذکورہ سابقہ قاعدہ کی موافق یہان صرف ایک ضرب دیگئی یعنی زینب کے وارثون کے سب سہامون کو مافی الید کے ساتھ ضرب دیگئی۔ لیکن پورے عدد بارہ مین ضرب دینے کی ضرورت نہین تھی بلکہ بارہ مین سے وہ خاص ٹکڑا اور جز نکالکر جو بارہ کو فنا کردینے والا ہے اور اسکے ساتھ خاص ہے اُسی جز مین نیچے لکھے ہوئے اعداد کو بھی ضرب دیگئی اور انہین اعداد کا مجموعہ جو مسئلہ کے اوپر لکھا ہے اسکو بھی بارہ کے اسی جز خاص مین ضرب دیدی وہ جز مخصوص عدد تین ہے جو بارہ کے اندر داخل بھی ہے فنا کرنے والا بھی ہے مخصوص بھی ہے

سوال۔ بارہ کے اندر کئی جز نکل سکتے ہین۔ چھ بھی اور چار بھی اور تین بھی۔ اور دو بھی آپنے خاص عدد تین کو نکال کر کیون ضرب دی حالانکہ یہ عدد مخصوص بھی نہین یہ عدد تین تو چار کے ضمن مین بھی موجود ہے۔

جواب۔ توافق کی مثالون کے بعد جو سوال وجواب مذکور ہوئے ہین۔ وہان سے اس سوال کا جواب بھی بوضاحت سمجھ مین آسکتا ہے لیکن آسانی اور سہولت کے لئے دوبارہ عرض کیا جاتا ہے کہ ضرب ایسے جز مین دیجاتی ہے جو مخصوص ہو عدد ۲ اس موقع پر مخصوص نہین۔ چار مین بھی پایا جاتا ہے۔ اور چھ مین ضرب دینے سے بلاضرورت سہام بڑھتے ہین اور حساب خراب ہو جاتا ہے۔ نیز تداخل کی صورت مین بھی ایک تعلق توافق کا ہوتا ہے اور وہ تعلق یہان توافق بالثلث ہے اور جس جگہ توافق بالثلث ہو تو وہان کام کرنے والا عدد تین ہوتا ہے ان وجوہ سے ہمنے بارہ مین سے عدد تین کو جز قرار دیکر مسئلہ مین یعنی چار مین

ضرب دی - اور عدد تین اگرچہ چار کے ضمن مین موجود ہے مگر یہ چار کو فنا کنندہ نہین ہے - لہذا چار کے لئے یہ جزء ضربی اور معتبر نہوا یہ تو بارہ ہی کے ساتھ اس جگہ مخصوص رہا -

تحقیق جسکو تھوڑا سا بھی فہم ہوگا وہ غور کرنے سے معلوم کرلیگا کہ نیچے ضرب دینے سے یہ فائدہ ہے کہ میت کو جو سہام اوپر سے حاصل ہوئے تھے وہی عدد نیچے کے وارثون پر تقسیم ہوکر حساب برابر ہو جائے - دیکھئے ہماری اسی مذکورہ مثال زینب کے مافی الید بارہ تھے اور مسئلہ جو اسکے وارثون کے لئے تجویز ہوا تہا وہ چار - ہمنے حسب قواعد ان چار کو ضرب دیکر بارہ بنالیا - اور یہی بارہ سب وارثون پر تقسیم ہو گئے حساب بھی درست رہا یعنی مجموعہ سہام کا بہتر ہی رہا اسی لئے اور کسی ضرب کی ضرورت پیش نہ آئی -

مثال دوم

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳ تصحیح ۲۶ — مورثہ زینب

شوہر	والدہ	والد	دختر
عظیم	نادری	شجاعت	رقیہ
۳/۶	۲/۴	۲/۴	۶

مسئلہ ۱۲ مع ۲ — رقیہ مع ۶

شوہر	والد	نانی	نانا	پسر
محسن	عظیم	نادری	شجاعت	رحمت
۳	۲	۲	۴	۵

اس مثال مین بھی پہلی میت کا مسئلہ تو بالکل ظاہر ہے ذوی الفروض چونکہ زیادہ تھے ایک سہام کی کمی رہتی تھی اسلئے عول کے قاعدے سے مسئلے کے عدد بارہ کو تیرہ کرلیا - اُسکے بعد رقیہ متوفیہ کے نام اور سہام پر قبر کا نشان بناکر اور نیچے ایک خط کھینچکر اُسکے بائین طرف رقیہ کا نام اور والدہ سے ملے ہوئے چھہ سہام لکھدئے اور خط کے نیچے تمام وارثون کو لکھکر میراث تقسیم کرنیکا مسئلہ بارہ بنایا اور ہر ایک وارث کو حق واجب دیکر سب کے نیچے سہام لکھدئے اب غور کیا کہ مسئلے کے عدد مین اور رقیہ کے مافی الید یعنی حاصل شدہ سہام مین کیا نسبت ہے ایک طرف بارہ ہین ایک طرف چھہ - ان مین تداخل کی نسبت ظاہر ہے -

لیکن یہ تداخل کی دوسری قسم ہے یہان اوپر ضرب جائیگی اور نیچے ضرب نہین۔ اسلئے کہ مسئلہ کا عدد بڑا ہے اور مافی الید کا عدد چھوٹا ہے

پس ہمنے چھ اور بارہ مین توافق بالنصف کا علاقہ دریافت کرکے (اور یہ ملحوظ کرکے کہ جب توافق بالنصف ہوتا ہے تو عدد ۲ کارآمد ہوا کرتا ہے) بارہ کے اوپر وفقہ ۲ کا نشان بھی بنا دیا اور اوپر کے سب اعداد کو دو مین ضرب دیدی جسکے نام کے نیچے تین لکھے تھے انکو چھ دیدیئے اور جسکے نیچے دو لکھے تھے وہان چار لکھدئے اور سب اوپر داہین کنارے پر جو عدد ۱۳ لکھا تھا اسکو بھی دو مین ضرب دیکر ۲۶ بنا دیا اور اب کل حساب درست ہوگیا کیونکہ رقیہ مرحومہ کے ۶ سہام اُسکے وارثون کے پاس جاکر بارہ ۱۲ حصے بنکر تقسیم ہوئے تھے۔ اوپر والے وارثون کے پاس جو سات سہام باقی تھے انکو بھی ضرب دیکر دوچند کردیا اور زینب اور رقیہ کے سب ورثہ پر چھبیس ۲۶ سہام باقاعدہ تقسیم ہوگئے۔

یہان تک چار نسبتون (تداخل توافق تماثل تباین) کا انتہائی طول اور بہت وضاحت کے ساتھ مع مثالون کے بیان ہوچکا ہے۔ اب اس سے زیادہ طولِ کلام مناسب نہین البتہ باہم اعداد مین نسبتون کا سمجھنا چونکہ دشوار ہوتا ہے لہذا مفید اور سہل قواعد ضوابط نسبتون کی شناخت وتمیز کے نقل کئے جاتے ہین اور اُنکے بعد مناسخہ کی چند مثالین مع وضاحت اور تشریح لکھکر اس بیان کو ختم کردیا جائیگا۔

(۱) جو دو عدد ایسے ہون کہ اُنکا پہلا عدد جفت ہو اُن مین نسبت تباین کی نہین ہوسکتی دیکھئے ۱۲۲۴ اور ۱۹۴۲ بہت بڑے عدد ہین مگر ہمنے دونون کے شروع مین ہندسہ جفت یعنی چار اور دو۔ دیکھکر بہت جلد یہ بتلادیا کہ ان مین نسبت تباین کی نہین ہے۔

(۲) جن دو عددون کے اوّل مین پانچ کا ہندسہ ہو اُن مین تباین نہین ہوسکتا توافق کی نسبت ہوگی یا تداخل کی۔ خیال فرمائے ۱۵۹۲۵ اور ۹۱۵ کی نسبت تلاش کرنے مین بہت دیر لگتی۔ لیکن ہمنے دونون کی ابتدا مین پانچ کا ہندسہ دیکھکر دور ہی سے یہ کہدیا کہ ان مین تباین کی نسبت تو ہے نہین۔ ہان یہ غور کرکے دیکھنا ہے کہ توافق ہے یا تداخل

(۳) دو عددون مین اگر چھوٹے عدد کو بار بار گرانے سے بڑا عدد بالکل فنا ہوسکتا ہے

کوئی عدد زائد باقی نہین رہجاتا تو ان عددون مین تداخل کی نسبت ہوگی۔ جیسے بارہ ۱۲ اور بہتر ۷۲ مین تداخل ہے اور ۲۵۰ اور ۲۵ مین تداخل ہے۔

(۴) جن دو عددون کے اول مین صفر ہو تو وہ دونون دس ۱۰ پر ضرور تقسیم ہو جائینگے خواہ کتنے ہی بڑے عدد ہون شروع مین صفر دیکھکر آپ اول نظر مین اتنا ضرور رکھ سکینگے کہ تباین ان مین نہین ہے۔ یا تو تداخل ہوگا۔ تداخل نہین تو توافق ضرور ہوگا۔ کوئی عدد مشترک دونون کو فنا اور ختم کرنے کے لئے نہین ملیگا تو دس تو ضرور ہی دونون کے لئے کارآمد ہوگا

مثلاً ۲۳۱۰ اور ۲۱۰ کو دیکھتے ہی آپ کہدین گے کہ ان مین تباین نہین۔ پھر غور کرینگے تو کہین گے کہ تداخل ہے۔ ۱۸۴۰ اور ۲۳۰ مین بھی تداخل ہے۔ چھوٹے عدد کو آٹھ دفعہ گرانے سے بڑا عدد فنا ہو جائیگا۔ اسیطرح ۷۲۰ اور ۱۵۵۰ مین تداخل نہین مگر توافق ہے کیونکہ دونون عددون کو فنا کرنیکے واسطے آپ دس عدد سے بھی کام لے سکتے ہین اور پانچ سے بھی۔

(۵) دو عددون مین سے جب ایک کے شروع مین طاق عدد ہو اور دوسرے کے ابتداء مین جفت عدد ہو تو فوراً آپ کہہ سکتے ہین کہ ان مین تباین ہے توافق و تداخل نہین ہے مثلاً ۲۲۵ اور ۱۴۴ کو دیکھکر پہلی ہی نظر مین معلوم ہو جائیگا کہ باہم مخالف ہین ایک کے شروع مین عدد جفت ہے دوسرے کے شروع مین عدد طاق ہے۔ بڑا چھوٹے پر تقسیم ہوکر فنا نہین ہو سکتا۔

مناسخہ کی مثالین

بہت مختصر مثالین پہلے بھی گذر چکی ہین۔ مگر اُنسے مقصود تھا نسبتون کا سمجھانا۔ یہان مناسخہ کی صورت اور طرز بتلانا ہے اسلئے اُن مختصر مثالون سے ذرا بڑی مثالین دیکھ بھی سمجھانے کی کوشش کیجائیگی۔

مثال اوّل

میت مسئلہ زید

زوجہ ہندہ ۱ — چچا سعید

میت ۳ مسئلہ سعید مع ۳

دختر	پسر
حلیمہ	شکور
۱	۲

تشریح۔ زید کی وفات کے وقت صرف دو وارث موجود تھے زوجہ اور چچا ہمنے انہین وارثون کے لحاظ سے پہلے زید کی میراث کا مسئلہ تیار کیا۔ میت کے اولاد نہین اسلئے زوجہ ربع کی مستحق ہے اور باقی مال چچا بوجہ عصبہ ہونیکے پائیگا۔ لہذا ہمنے مسئلہ چار سے بنا کر ایک حصہ زوجہ کو دیا اور باقی تین سہام چچا کے حصے مین لگائے۔ جب یہ آسان مسئلہ نکلکر تیار ہوگیا تو ہمنے دوسرے میت یعنی چچا سعید کے واسطے میت کا لفظ کا ایک طویل خط کہینچکر اُسپر بائین جانب انکا نام لکھا اوپر کے درجے مین سے یعنی زید کی میراث سے انکو جو تین سہام ملے تھے ما فی الید کا نشان مع۔ بنا کر اُنکے نام پر لکھدئے۔ پہر دیکھا تو انکے بھی صرف دو ہی وارث تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ یہ قاعدہ تو نہایت ظاہر اور مشہور ہے کہ بیٹے کو دُہرا حصہ ملتا ہی اور بیٹی کو اکہرا۔ لہذا ہمنے سعید کے مال متروکہ کے تین سہام کرکے دو بیٹے کو دئے اور ایک بیٹی کو۔ دائین جانب مسئلہ کا نشان بنا کر تین کا ہندسہ لکھدیا۔ پہر جو خیال کیا تو نظر آیا کہ چچا سعید مرحوم کو پہلے میت یعنی زید سے جو حصہ ملا تھا وہ تین ہی سہام تھے جنکو ہم نے ما فی الید کا نشان بنا کر اُسکے نام پر لکھدئے تھے۔ وہی تین سہام اُسکے وارثون پر بغیر کسی دشواری کے تقسیم ہوگئے نہ کسی ضرب کی ضرورت ہوئی نہ تقسیم کی اور مجموعہ عدد سہام کا بھی بدستور جاری رہا۔ اگرچہ اس آسان مثال مین زندہ موجود رہنے والے وارث صرف تین ہی ہین اور ہر ایک کے سہام اور حصے بالکل ظاہر اور صاف نظر آرہے ہین تاہم قاعدہ مروجہ کے مطابق ہمنے ایک اور خط الاحیا یعنی زندہ وارثون کے نام سے کہینچکر تینون زندہ وارثون کے نام اُسکے نیچے لکھدئے اور ہر نام کے نیچے اُسکے حاصل کردہ سہام لکھدئے اور اس آخری خط کے درمیان مبلغ لکھکر مجموعہ کل سہام کا لکھدیا۔ اب صورت اس مناسخہ کی اسطرح ہوگئی

مسئلہ ۴ زید

چچا سعید ۳	زوجہ ہندہ ۱

مسئلہ ۳ سعید مع ۳

دختر حلیمہ ۱	پسر شکور ۲

الاحیا مبلغ ۴

حلیمہ ۱	شکور ۲	ہندہ ۱

مثال دوم

خبیر الدین

مسئلہ ۸/۲۴/۷۲

زوجہ	پسر از عظیمہ	پسر از زوجہ سابقہ	پسر از زوجہ سابقہ	دختر از زوجہ سابقہ
عظیمہ	شکور	حمید	ظہور	مجیدن
۱/۳/۹	۲/۶/۱۸	۲	۲/۶	۱/۳/۹

حمید معطی ۲

مسئلہ ۳ تبائن

برادر حقیقی	ہمشیرہ حقیقی	سوتیلی والدہ	برادر سوتیلا
ظہور	مجیدن	عظیمہ	شکور
۲/۴	۱/۲	محروم	محروم

ظہور معطی ۱ دمعہ ۵

مسئلہ ۶ دمعہ ۳ توافق بالنصف

دختر	دختر	دختر	دختر	ہمشیرہ حقیقی
عزیزہ	رشیدہ	حکیمن	سلیمن	مجیدن
۱/۵	۱/۵	۱/۵	۱/۵	۲/۱۰

المبلغ ۷۲

الاحیاء

عظیمہ	شکور	مجیدن	عزیزہ	رشیدہ	حکیمن	سلیمن
۹	۱۸	۲۵	۵	۵	۵	۵

تشریح - خبیر الدین کا جب بقضائے الٰہی انتقال ہوا تو ایک زوجہ عظیمہ اور اسکا بیٹا شکور موجود تھے۔ اور اس سے پہلے ایک زوجہ خبیر کی زندگی مین گذر گئی تھی اُسکے پیٹ سے حمید اور ظہور اور مجیدن موجود تھے۔ غرض مرنے کے وقت ایک زوجہ تین بیٹے ایک بیٹی وارث تھے۔ تجہیز تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا وہ سب بقاعدۂ فرائض انہین پر تقسیم کیا گیا۔ یعنی کُل مال واسباب کے آٹھ حصے کرکے ایک حصہ زوجہ کے نام پر لکھا اور باقی سات حصے اولاد کو دیدئے۔ تین بیٹون کو دو دو حصے دئے گئے اور بیٹی کو ایک۔ یہ سات بھی ختم ہوگئے حساب برابر ہوگیا۔

یہی چند روزہ آگے پیچھے کا فرق ہے آخر سبکو مرنا ہے بقا سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے کسیکو ہے نہین۔ چھ برس کے بعد خبیر الدین کا بیٹا حمید بھی انتقال کر گیا۔ اُسکے مرنے کے وقت اگرچہ اسکے باپ کی زوجہ ثانیہ عظیمہ بھی موجود تھی جو اسکی مائدر یعنی سوتیلی ماں ہوتی ہے لیکن شرع نے اسکا کوئی حصہ سوتیلے بیٹے کے مال مین مقرر نہین فرمایا ہے۔ لہذا یہ محروم رہگئی۔

اسیطرح حمید مرحوم کا سوتیلا بھائی شکور بھی محروم رہگیا کیونکہ مرنے والا کا حقیقی بھائی موجود ہے وہ اس سے مقدم ہے۔ اگر حقیقی موجود نہوتا تو یہ علاتی (یعنی سوتیلا) ہی عصبہ بنکر وارث ہوجاتا اب حمید کی میراث پانے کے قابل صرف دو وارث رہگئے۔ ایک حقیقی بھائی ظہور اور دوسری حقیقی بہن مجیدن۔ بعد تجہیز تکفین اور ادائے قرض وغیرہ کے کُل مال کے یہی دو آدمی مستحق ہونگے دو حصے بھائی کو ملیگا اور ایک حصہ بہن کو اور تین سہام بنا کر حساب درست ہوجائیگا کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ دنیا نہین دل لگا نیکے قابل		تماشا نہین ہے یہ عبرت کی جا ہے	

حمید کی میراث تقسیم ہوگئی۔ بہن بھائی لیکر اپنے کام مین مشغول ہوگئے۔ حمید کو سب بھول بھال گئے۔ تین ہی برس مین دوست دشمن سب کے دلون سے فراموش ہوگیا ظہور اچھا خاصا پھرتا تھا۔ گرمی کے موسم مین ہیضہ کی وبا ہوئی اور بیمار ہوکر ایک ہی روز مین دنیا سے رخصت ہوگیا۔ زوجہ کا انتقال تو پہلے ہی ہوگیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی چار بیٹیان اور ایک ہمشیرہ رہگئی اسکے مال کے چھ حصے ہوکر دو ثلث یعنی چار حصے چار بیٹیون کو دئے گئے اور باقی دو حصے ہمشیرہ کو پہنچے جو میت کی لڑکیون کی موجودگی مین عصبہ ہوجاتی ہے۔ (اور اصطلاح فرائض مین عصبہ مع الغیر کہلاتی ہے)

اصلی مورث تو خبیر الدین تھا۔ ایک مرتبہ اسکے مرنے پر مال تقسیم ہوا۔ آٹھ سہام ہوکر پھر اسکے بیٹے حمید کی وفات پر تین سہام ہوکر تقسیم ہوا۔ پھر ظہور کے انتقال پر تقسیم ہوا چھ سہام بنکر۔

اگر یہ تین مسئلے کوئی شخص ہم سے علیحدہ علیحدہ دریافت کرے تو ہم بہت سہولت سے تینون مرنے والون کی فرائض نکالکر دکھلادین اور ہر مرتبہ مال تقسیم ہوجائے۔

لیکن جبکہ کئی وارث یکے بعد دیگرے گذرجائین اور مال تقسیم نہو بلکہ کئی انتقالات کے بعد مسئلہ دریافت کیا جائے تب مناسخہ کی ضرورت پیش آتی ہے (جیساکہ ابتدا مین بتلادیا گیاہے) اور مسئلہ کے عدد اور میت کے مافی الیدمین نسبت پر غور کرکے ضرب وغیرہ کی نوبت آتی ہے

اسی مثال دوم مین جب اوّل ودوم مورثون کی وفات پر مال تقسیم نہو اور آخر مین اگر ظہور کے مرنے کے بعد مسئلہ پوچہا جائے تو ہم یہ صورت اختیار کرینگے جو مثال دوم کے شروع مین دکہلائی گئی ہے یعنی پہلے خیرالدین کی فرائض نکالکر آٹھ سہام مسئلے کے تجویز کرکے دوسری سطر مین حمید کا مسئلہ درست کرین گے اور حمید کو دو سہام جو والدکی میراث مین سے ملے تھے انکو اسکے نام مع بناکر لکھدین گے۔ اور اوپر کی سطر مین مورث کے وارثون مین جہان اسکا نام لکھا تھا وہان قبر کا نشان بنادینگے

اب اسکے نام پر لکھے ہوئے عدد مین اور مسئلے کے عدد مین غور کرنے کی ضرورت ہو گی۔ صاف صاف طور سے تباین نظر آجاویگا۔ اور (حسب قواعد مذکورہ سابقہ) مسئلہ کے عدد ۳ اوپر والے سب اعداد کو ضرب دینگے۔ یعنی عظیمہ کے نیچے جو ایک سہام لکھا ہے اُسکو تین مین ضرب دیکر اور ذراسا خط کہینچکر اُسکے نیچے عدد ۳ لکھدینگے

اسیطرح شکور کے دو کو چھ بنادینگے حمید کے نام پر چونکہ قبر کا نشان ہے۔ لہذا یہان ضرب نہین دینگے۔ البتہ ظہور کے ۲ کو ۶ بنادینگے اور مجیدن کے ۳ کو ۳ مین ضرب دیکر نو لکہین گے اور مسئلے کا عدد جو ۸ تھا اسکو بہی ۳ مین ضرب دیکر ۲۴ بنادینگے۔ یہانسے فارغ ہوکر حمید کے وارثون کو جو سہام پہنچے ہین انکو حمید کے مافی الیدمین ضرب دینگے۔ ظہور کے دو سہام کے نیچے چار لکھدینگے اور مجیدن کے ایک حصہ کو ۲ بنادینگے۔

دوم نمبر کے میت یعنی حمید سے فراغت ہوجانیکے بعد ظہور کا انتظام ہوگا اسکے واسطے لفظ میت کا لمبا خط کہینچکر سب وارثون کو اُسکے نیچے لکھدینگے اور خط کے اوپر بائین طرف میت کا نام ظہور لکھکر اوپر سے حاصل شدہ سہام تلاش کرکے مجموعہ اسکے نام پر مع بناکر ۱۰ لکہینگے اور پہر مسئلہ کا عدد ۶ لکھکر چارون دخترون کے نیچے ایک ایک سہام اور ہمشیرہ کے

نیچے دو سہام لکھدینگے۔ ۱

اب پھر مافی الید اور مسئلے کے عدد پر (درستیٔ حساب کے لئے) غور کرین گے اور معلوم ہوگا کہ ان مین توافق بالنصف ہے لہذا جزِ وفق نکالکر دس کے اوپر دفعہ کا نشان بناکر ۵ لکھینگے اور ۶ کے اوپر وفعہ کا نشان لکھکر اسکا نصف ۳ لکھدین گے اسکے بعد جو عمل جاری ہوگا وہ آپ خود ہی سمجھ گئے ہونگے کیونکہ عدد ۳ اور ۵ مین تباین ظاہر ہے پس ۳ کی ضرب اوپر کے تمام اعداد مین جاویگی اور دفعہ پر لکھے ہوئے عدد ۵ کے ضرب ظہور کے وارثون کے تمام سہام مین آویگی یعنی مسئلہ کا عدد چونکہ وفق نکلکر ۳ ہوگیا ہے لہذا اسکے اوپر کے تمام اعداد کو ۳ مین ضرب دینگے۔ مجیدن نے ۲ کو ۶ کرین گے۔ پھر خیر الدین کے وارثون مین عظیمہ کے ۳ سہام کو ۹ بنادین گے۔ شکور کے ۶ سہام ضرب کھاکر ۱۸ ہوجائینگی اور یہان جو مجیدن کو ۳ سہام باپ کی میراث پہنچے تھے وہ ۹ بن جائینگے اور سب سے اوپر والا مسئلہ ۸ جو پہلی ضرب مین ۲۴ بن گیا تھا اب ۷۲ ہوجائیگا۔ اسکے بعد ظہور کے عدد مافی الید کے وفق عدد ۵ کی ضرب نیچے کے وارثون کے حصون مین آئیگی تو چارون لڑکیون کے نیچے جو ایک ایک لکھا ہے وہ سب پانچ پانچ ہوجائینگے۔ اور مجیدن کے دو سہام ضرب دینے سے دس ۱۰ ہوجائینگے۔

اب یہ عمل ختم ہوا اور ہمنے احتیاطاً سب عددون کا مجموعہ حساب کرکے دیکھا تو وہ ۷۲ ہے جو سب سے اوپر لکھا ہوا عدد ہے۔ اگر کمی بیشی ہوتی تو سمجھا جاتا کہ حساب مین کسی جگہ غلطی ہوگئی ہے کیونکہ نیچے کے سب عددون کا مجموعہ سب سے اوپر والے آخری عدد کیمطابق ہونا چاہئے۔

مناسخہ کے اخیر مین سب زندہ وارثون کے مجموعۂ سہام دکھلانے کے لئے ایک آخری طویل خط الاحیاء کا کھینچکر ۹ سہام عظیمہ کے دکھلائے ہین اور اور ۱۸ شکور کے جو انکو صرف اوپر ہی کے مورث سے ملے تھے۔ مجیدن کو اوّل میت یعنی اپنے باپ سے ۹ اور حقیقی بھائی حمید سے ۶ اور دوسرے بھائی ظہور سے دس مجموعہ ۲۵ حاصل ہوئے وہی اسکے نیچے لکھے گئے اور ظہور کی چارون بیٹیون کو صرف اپنے باپ ہی سے پانچ پانچ سہام پہنچے تھے وہ انکے نام کے نیچے تحریر ہوئے اور الاحیاء کے اوپر المبلغ لکھکر مجموعۂ سہام درج کردیا گیا اور یہ مختصر مناسخہ مکمل ہوگیا۔

اگرچہ ہمارا بیان بہت طویل ہوگیا ہے مگر کم استعداد عزیزون کی خیرخواہی مجبور کرتی ہے کہ ایک مثال مناسخہ کی اور بھی لکھکر سمجھائین۔

۱۲۸
۳۲
۱۶

مثال سوم مسئلہ ۴ — حلیمہ مورثہ

شوہر	دختر	والدہ
شفیق	جمیلہ	خاتون
۴	۹	۳/۶

مسئلہ ۴ — مماثلہ — شفیق مع ۴

زوجہ	والد	والدہ
خدیجہ	سعید	زبیدہ
۱/۲/۸	۲/۴/۱۶	۱/۲/۸

مسئلہ ۳ وفق ۲ — توافق بالثلث — جمیلہ مع ۹ وفق ۳

دختر	پسر	پسر	نانی
ہاجرہ	محسن	عزیز	خاتون
۱/۳/۱۲	۲/۶/۲۴	۲/۶/۲۴	۱/۳

مسئلہ ۴ — تباین — خاتون مع ۹

شوہر	برادر	برادر
ظفر	امجد	شکور
۲/۱۸	۱/۹	۱/۹

مبلغ ۱۲۸

الاحیاء

خدیجہ	سعید	زبیدہ	ہاجرہ	محسن	عزیز	ظفر	امجد	شکور
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

تشریح - یہ مناسخہ چار بطن کا ہے اور طریقہ وہی ہے جو پہلے دو مثالون مین مذکور ہوا اسلئے مختصر طریق سے سمجھانے کی سعی کیجاتی ہے -

حلیمہ کے انتقال پر جب مسئلہ بنانا چاہا تو معلوم ہوا کہ یہان مستحق کم ہین اور حصے زیادہ ہین اسلئے رد ہوگا (جسکا بیان بہت پیچھے گذر چکا ہے) مگر چونکہ شوہر اور زوجہ رد کے مستحق نہین ہوتے اور یہان وارثون مین شوہر موجود ہے - لہذا ہمنے کل مال کے چار سہام بناکر شوہر کو ایک دیدیا (کیونکہ جب مرنیوالی کے اولاد موجود ہوتی ہے تو شوہر کو ربع ملتا ہے) باقی رہے تین ۳ انہین سے اگر ایک نانی کو دین اور دو دختر کو تو یہ درست نہین بلکہ شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی ہے (بوجہ رد کی) اسکا چوتھا حصہ نانی کو ملنا چاہئے - اور تین ۳ حصے دختر کو - لہذا اس درستی حساب کیلئے ہمنے کل مجموعۂ سہام تجویز شدہ ابتدائی یعنی ۴ کو ۴ مین ضرب دیا اب کل مجموعۂ سہام ۱۶ ہوگیا - اسکو تقسیم کرنا آسان ہے - کل مال کا ربع یعنی سولہ مین سے چار ۴ شوہر کو دئے باقی بارہ ۱۲ مین سے تین میت کی والدہ کو دئے اور نو میت کی بیٹی کو

فائدہ - جو شخص حساب کی مہارت رکھتا ہے یا تھوڑی سی عقل وہ سمجھ جائیگا کہ رد کیا فائدہ ہوا - فائدہ یہ ہوا کہ اصل حصہ بیٹی کا نصف تھا یعنی سولہ مین سے آٹھ اب اسکو سولہ مین سے نو ملگئے رد نہوتا تو رد یہ ۱ مین آٹھ آنہ ملتی اب نو آنہ کی مستحق ہوگئی - نانی کو اس صورت مین چھٹا حصہ ملنا چاہئے تھا یعنی چھ مین سے ایک یا بارہ ۱۲ مین سے دو ۲ یا اٹھارہ مین سے تین ۳ - یہان رد کی وجہ سے سولہ ۱۶ مین سے تین ۳ پہنچے تو چھٹے حصے سے کچھ زیادہ ملگیا -

حلیمہ کا مسئلہ ۴/۱۶ سے مرتب ہوکر سہام تقسیم ہوگئے - اسکے بعد شفیق کا نمبر آیا ۴ سے مسئلہ بسہولت بنگیا اولاد تو تھی نہین ربع زوجہ کو دیا یعنی چار ۴ مین سے ایک اور باقی ماندہ کا تہائی یعنی تین ۳ مین سے ایک والدہ کو باقی دو ۲ والد کو دئے گئے - شفیق کو جو سہام زوجہ سے میراث مین ملے تھے اور اسکے نام پر مافی الید لکھے گئے تھے وہ بھی ۴ ہی تھے اور مسئلہ کا عدد بھی ۴ ہے ایسی صورت کو تماثل کہتے ہین اور اسمین آسانی یہ ہے کہ نیچے اوپر کہین بھی ضرب دینی نہین پڑتی - یہ مسئلہ آسانی سے طے ہوگیا تو اب اسکے بعد گذر جانیوالی میت جمیلہ کے حال پر غور کیا جائیگا - اسکے وارث دو بیٹے اور ایک بیٹی ہین اور ایک نانی مسئلہ ۶ سے بناکر چھٹا حصہ یعنی ایک نانی کو دیا - دو دو ۲ سہام بیٹون کو - ایک بیٹی کو دیا گیا - اسکو جو سہام اپنی والدہ سے ملے تھے اور اسکے نام پر مافی الید مین لکھے گئے تھے وہ ۹ ہین اور اسکا مسئلہ تیار ہوا ہے ۶ سے اور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان مین تباین نہین بلکہ توافق ہے کیونکہ عدد ۳ ایسا ہے کہ ۹ کو بھی فنا کرتا ہے اور چھ کو بھی لہذا یہان توافق بالثلث سمجھا جائیگا - ۹ کا ثلث

ہے ٣ اسمین نیچے ضرب جاویگی اور مسئلہ جو ٦ ہے اسکا ثلث ہے ٢ اُسکی ضرب اوپر کے تمام اعداد
مین جاویگی اسلیئے ہمنے دوسرے بطن مین خدیجہ اور زبیدہ کے ایک ایک حصہ کو ٢ کردیا اور سعید کے ٢ کو
٤ بنایا اور پہلے بطن مین دو وارثون پر تو قبر کا نشان تھا صرف خاتون زندہ تھی اُسکے ٣ سہام کو ٦
لکھا اور سبسے اوپر کا عدد جو بضرورت ١٦ بنایا گیا تھا اسکو بھی ٢ مین ضرب دیکر ٣٢ بنایا اور جمیلہ کے
مافی الید ٩ کے ثلث ٣ مین اسکے نیچے لکھے ہوئے تیسرے بطن کے سب وارثون کے حصون کو ٣ مین
ضرب دیدی جسکا ایک تھا اُسکے تین ہوگئے اور جسکے دو تھے اُسکے چھہ بنگئے اور قصہ تمام ہوا۔ اب خاتون کی باری
آئی مسئلہ تو اسکا بہت مناسخ تھا کیونکہ جب میت کے اولاد نہین ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے مجموعہ مال کے ٤
سہام بناکر دو شوہر کو دیئے۔ دو بھائی عصبہ تھے ایک ایک اُنکا ہوگیا۔ لیکن خاتون کے مافی الید عدد ٩ اور اس
مسئلہ مقررشدہ ٤ مین تبائن ہے اسلیئے نیچے اوپر کی ضربون کی تکلیف پیش آئی مسئلے کا عدد جو چار تھا اسمین تمام
اوپر کے سہام کو ضرب دیگئی۔ سبسے اوپر کے عدد ٣٢ پر ١٢٨ تحریر ہوا۔ پہلے بطن مین تو کوئی زندہ ہی نہ رہا تھا دوسرے
اور تیسرے بطن کے سب وارثون کے حصے ٤ مین ضرب دئے گئے دو کے نیچے آٹھ اور چار کے نیچے سولہ اور تین
کے نیچے بارہ اور چھ کے نیچے چوبیس لکھے گئے۔ چوتھے بطن کے تینون وارثون کے سہام کو خاتون کے مافی الید
یعنی عدد ٩ مین ضرب دیدی گئی اور چارون مورثون کے مسئلے اور حساب کی درستی ہوکر مناسخہ صحیح ہوگیا۔ الاحیا
کے خط کے اوپر مبلغ ١٢٨ لکھا گیا اور اس خط کے نیچے زندہ شمار ہونے والے نو وارثون کے نام لکھکر سبکا مجموعہ اوپر سے
تلاش کرکے جوڑکر ہر ایک کے نام کے نیچے لکھا گیا۔ سمجھانیکے واسطے بعض دفعہ وارثون اور حصون کی تفصیل کو
آخر مین لفاظ وعبارت مین بھی لکھ دیتے ہین کہ فلان شخص مورث اعلیٰ کا ترکہ حسب قاعدہ فرائض بطرز مناسخہ
اتنی سہام پر تقسیم ہوکر اتنے اتنے سہام فلان فلان وارث کو پہنچے اور اخیر مین اپنے اظہار نیاز و عبدیت کے
لئے لکھا کرتے ہین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کبھی ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مناسخہ کے کسی درمیانی مورث کا مال بلاکسی تغیر
اور فرق کے پہلے وارثون کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر اس درمیانی وارث کا ذکر کرنا فضول سمجھتے ہین اور باعث کثرت
اعداد کا خیال کرتے ہین اسلیئے اُسکا مسئلہ مستقل نہین بناتے اور اُسکے نام پر کالعدم لکھدیتے ہین۔ مثال۔ ایک شخص
نے پانچ بیٹے دو بیٹیان چھوڑی مال نہ تقسیم ہوگیا۔ پھر ایک بیٹی کا انتقال ہوگیا جسکا کوئی وارث سوا ان چھہ بھائی
بہنون کے نہین ہے۔ پھر ایک بھائی کا انتقال ہوا جسکے زوجہ بھی ہے اور لڑکی بھی ہے تو اب اس مناسخہ مین اصل مورث کی
بیٹی کا مسئلہ بنانا بے سود ہے کیونکہ اُسکے وارث تو بلاتغیر وہی سب لوگ ہوگئے۔ مگر اس معاملہ مین ذرا علم و فہم کیضرورت ہے

بغیر سمجھے کسی کو کالعدم کر دینے سے حساب غلط ہو جایا کرتا ہے حالانکہ عدد زیادہ ہو جائین اور حساب صحیح ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ احقر نے اپنی آخری عمر مین جبکہ چوّن سالہ ہو جانے مین تین ماہ باقی ہین اس بیان مناسخہ کے اضافہ کو الٹا سیدھا پورا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرماوین اور احقر کا خاتمہ ایمان پر فرماوین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ شعبان ۱۳۴۸ھ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ الذی البدایۃ والیہ النہایۃ وبیدہ ملکوت الارضین والسموات وبعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

اما بعد میراث و فرائض کی ضرورت چونکہ بہت عام ہے اسلئے اوسکے متعلق تصانیف بھی ہر زبان مین بیشمار ہو چکی ہین لیکن جتنی کتابین اس بحث مین احقر کی نظر سے گذری ہین اون مین یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہین کہ یہ کتاب مستطاب **مُفیدُ الوارثین** اپنی ہر حیثیت سے بے نظیر اور نافع دین و دنیا ہین۔ مسائل فن کو ایسا سہل و سلیس کر دیا گیا ہے کہ معمولی استعداد کا آدمی بخوبی فرائض نکال سکتا ہے بیان اسقدر دلچسپ کہ شروع کرکے چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔ لفظ لفظ سے مسائل کے ساتھ آخرت کی یاد بھی تازہ ہوتی جاتی ہے جو ہزار وعظ سے زیادہ مفید ہے مگر اسوقت تک **مناسخہ** کی بحث کو اس مین باین خیال چھوڑ دیا گیا تھا کہ عوام کے احاطہ ذہن سے خارج ہے لیکن چونکہ مناسخہ بھی فن کا ایک مستقل حصہ ہے اور اوسکی وجہ سے کتاب گویا ناتمام تھی اسلئے اس مرتبہ احقر نے مصنف حضرت عمدۃ العلماء العالمین اسوۃ الفضلاء الکاملین عارف باللہ احد الذین اذا رُاُو ذکر اللہ سیدی وسندی **حضرت مولٰنا سید اصغر حسین صاحب** حسنی حنفی دامت برکاتہم مدرس حدیث دارالعلوم دیوبند سے اس بحث کے اضافہ اور پوری کتاب پر نظر ثانی کے لئے درخواست کی حضرت موصوف نے اپنے الطاف کریمانہ سے باوجود ہجوم مشاغل اور وفور امراض و ضعف کے درخواست قبول فرماکر تمام کتاب مین جابجا حذف و ازدیاد فرمایا اور آخر مین **مناسخہ** کی بحث کا مفصل اضافہ فرمایا والحمد للہ کہ اب شوال ۱۳۴۹ھ اس ناکارۂ خلائق کی سعی و محنت سے یہ درۂ یکتا مسلمانون کے ہاتھ مین آیا کتابت و صحت اور بہر حُسن طباعت مین اپنی امکانی کوشش پوری صرف کی

امید ہے کہ ناظرین اس ناکارہ کو بھی حضرت مصنف دامت برکاتہم کے ساتھ دعاءین شریک فرمالین فقط

حضرت مصنف دام ظلہم کا
ناکارہ خادم **محمد شفیع** دیوبندی
عفا اللہ تعالیٰ عنہ دعا فاہ ۳۰
رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ امابعد ۔

بندہ محمود اشرف (عفا اللہ عنہ وعافاہ) عرض گذار ہے کہ والد صاحب (مولانا محمد زکی کیفیؔ) رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جب ہم تین بھائیوں نے "ادارہ اسلامیات" میں اشاعت وطباعت کا کام شروع کیا تو جن بزرگوں کے رسائل وکتب کی طباعتِ جدیدہ کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحؒ محدث دارالعلوم دیوبند کا نام نامی سرِفہرست تھا، اپنے والد محترم رحؒ سے ان کا نام اور تقویٰ وطہارت کے عجیب حالات بارہا سنتے تھے اس لیے ان کی تصانیف کی اشاعت سے ہمیشہ روحانی مسرت حاصل ہوتی، حضرت میاں صاحب رحؒ کی جن تصانیف کے طبع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اُن میں مسائلِ وراثت پر حضرت رحؒ کی مشہور تصنیف "مفید الوارثین" بھی شامل تھی، ہم نے اس کتاب کے اُس ایڈیشن کو دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جو حضرت مصنف رحؒ کی نظرِ ثالث اور جدید اضافوں کے بعد ہمارے جدّ اقدس حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ذوالقعدہ ۱۳۴۹ھ میں اپنے اشاعتی ادارہ کے ذریعہ دیوبند سے شائع کیا تھا (یہی ایڈیشن پہلی اشاعت کے ٹھیک پچاس سال ایک ماہ بعد مزید تصحیح کے ساتھ چھاپنے کی پھر سعادت ہمیں حاصل ہوئی ہے ۔ وللہ الحمد)

سابقہ ایڈیشنوں کی نایابی کی وجہ سے ہمارے مطبوعہ ایڈیشن کو بحمد للہ قبولِ عام حاصل ہوا ۔ اور ہزاروں افراد نے اس سے نفع اٹھایا ۔ فللہ الحمد ۔

حضرت مصنف رحؒ کی دقتِ نظر، اور علوِ مرتبہ کے باوجود "مفید الوارثین" کے چند مقامات پر بعض تسامحات اور کئی جگہ کتابت کی اغلاط رہ گئی تھیں ۔

کچھ عرصہ قبل برادر مکرم مولانا مفتی عبدالروف صاحب دام مجدہم نے دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے احقر کے نام ایک مکتوب کے ذریعہ اُن تسامحات کی نشاندہی سے متعلق مواد ارسال فرمایا۔ جس میں بقیہ صفحات اُن تسامحات کی نشاندہی کرتے ہوئے صحیح صورت (بصورت اصلاح) تحریر کی گئی تھی اور اغلاطِ کتابت کی نشاندہی بھی کی گئی تھی ۔ یہ تحریر اگرچہ ایک جلیل القدر عالم (مولانا قاضی محمد بخش رحمہ اللہ متوفی ۱۳۶۲ھ) کی تھی اور اس پر دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے رفقاء کار مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب اور مولانا مفتی محمد خالد صاحب کی تصدیق ہو چکی تھی ۔ مگر اس کے باوجود احقر نے مزید احتیاط کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اپنے مخدوم و بزرگ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم مہتمم و مفتی مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا سے درخواست کی کہ وہ (فن فرائض سے اپنی مناسبت کے پیش نظر) اس تحریر کو اصل کتابت مفید الوارثین کے ساتھ مقابلہ کر کے ملاحظہ فرمالیں ۔

اپنی علالت کے باوجود ممدوح دام ظلہم نے ان تمام مقامات کو بغور ملاحظہ کیا اور ان مقامات سے متعلق، تسامح، اس کی توجیہ یا اصلاح سے متعلق اپنی رائے بھی تحریراً لکھ دی جو اس ضمیمہ کے آخر میں شامل کتاب ہے ۔

ان سب کے بعد خود راقم الحروف نے پوری کتاب حرفاً حرفاً دیکھی، اور کتابت کی مزید بھی اغلاط سامنے آئیں ان سب اغلاط کو بحمد للہ درست کر دیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ جن مقامات پر تسامح تھا وہاں اصل مضمون میں ترمیم کے بجائے حاشیہ میں اس تسامح کی نشاندہی کر کے ضمیمہ کا حوالہ دیدیا گیا ہے ۔ نیز کئی جگہ مراجعت کو مزید آسان بنانے کے لیے حاشیہ پر صفحہ نمبر دیدیا گیا ہے ۔ اس طرح امید ہے کہ اب مفید الوارثین کا یہ انشاء اللہ اغلاط سے مبرا ہوگا، اور اس کا نفع مزید عام و تام ہوگا ۔

اللہ تعالیٰ مصنف قدس سرہٗ کو اپنی بارگاہ سے خاص جزائے خیر عطا فرمائیں اور دیگر جن حضرات نے اس کتاب کی تصحیح اشاعت و طباعت میں معاونت کی ہے ان سب کو اپنی رحمت سے مالامال فرمائیں آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمود اشرف عفی عنہ
خادم طلبہ ۔ جامعہ اشرفیہ لاہور ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

مکتوب مولانا مفتی عبدالروف صاحب دام مجدہم
دار الافتاء دار العلوم ۔ کراچی

۷۸۶

بخدمت گرامی جناب مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت ہے، امید کہ آپ مع اہل وعیال بخیر و عافیت ہوں گے۔

اداۂ اسلامیات کی مطبوعات میں سے ایک مطبوعہ "مفید الوارثین" ہے جو حضرت سیّد میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس میں کچھ کتابت کی غلطیاں ہیں اور کہیں کہیں مسائل میراث کی تخریج میں کچھ تسامح معلوم ہوا ہے وہ سب ناچیز کے ایک محسن اور کرم فرما جناب مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ نے بڑی محنت اور سلیقہ سے یکجا کر دیئے ہیں اور ناچیز نے جستہ جستہ مقامات سے خود بھی دیکھا اور صحیح پایا ہے اور مفتی محمد خالد صاحب رفیق دار الافتاء واستاذ دار العلوم کراچی نے بالاستیعاب ان کا مطالعہ کرکے اس کو درست قرار دیا ہے، اب وہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، آئندہ طباعت میں اگر بطور ضمیمہ کے اس کو بھی شامل فرمادیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے تاہم آپ بھی ملاحظہ فرمالیں اور غور فرمالیں۔

اور وصولیابی سے مطلع فرماکر ممنون فرمائیں، ناچیز آنجناب کی خدمت میں اپنے اور اہل وعیال اور متعلقین کے لیے عافیتِ دارین کی دعا کی درخواست کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تسامح اور اصلاح تسامح

علامہ طالوت رح (متوفی ۱۳۸۲ھ) کے والد گرامی مولانا قاضی محمد بخش رح (متوفی ۱۳۶۲ھ) اپنے وقت کے ایک بہت بڑے فقیہ تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی علاقے کے عوام کی دینی رہنمائی میں بسر فرمائی۔ آپ کو دینی علوم میں کمال درجے کی مہارت حاصل تھی۔ ہندوستان میں جب پہلی بار "فتاویٰ امدادیہ" شائع ہوا تو آپ نے اس کا بالاستعاب مطالعہ کیا۔ چند مقامات پر تردد ہوا تو آپ نے اصل مآخذ سے رجوع کیا۔ پھر "تسامح اور اصلاح تسامح" کے عنوان کے تحت اپنی تحقیق فارسی زبان میں لکھ کر مولانا اشرف علی تھانوی رح کی طرف روانہ کی۔ حضرت تھانوی رح نے نہ صرف اس تحقیق کو پسند فرمایا بلکہ اپنے فتاویٰ کے اگلے ایڈیشن میں اسے بعینہٖ شائع کرا دیا۔ جو موجودہ نئے مرتب شدہ نسخوں میں بھی موجود ہے۔

حضرت قاضی صاحب رح (مرحوم) نے میراث کی مشہور کتاب "مفید الوارثین" کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں بھی آپ کو چند اغلاط محسوس ہوئیں چنانچہ آپ نے اپنے ذاتی نسخے کے حاشیے پر ان مقامات کی تصحیح کر دی اور بعض نا معلوم وجوہات کی بنا پر آپ مصنف رح کتاب سے رابطہ قائم نہ کر سکے اس طرح اس تصحیح پر ایک اچھا خاصہ عرصہ بیت گیا۔ راقم الحروف نے جب اس نسخے کا مطالعہ کیا اور حاشیے پر فارسی زبان میں تصحیح دیکھی تو اسے اردو میں منتقل کر دیا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

مفیدالوارثین کے متن میں چند مقامات پر مصنفؒ سے تسامح ہوا ہے اور چند مقامات پر کاتب سے غلطیاں ہوئی ہیں چنانچہ ہر ایک کی تصحیح الگ الگ کی گئی ہے ۔

آخر میں قارئین سے، التماس ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں اور راقم الحروف کے حق دعائے عافیت ۔

خیر اندیش
منظور آفاقی
خطیب پاک فضائیہ
فضائی مستقر فیصل
کراچی ۸ ۔

مؤرخہ ۹ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
یکم دسمبر ۱۹۸۷ء

☆

مصنف رح کے تسامح

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامح	اصلاح
۱ -	۱۰۰	حاشیہ نمبر۱ (آخری سطر)	مسئلہ ۸ زوجہ دختر باپ دادا ۱ ۴ ۳ محروم اس صورت میں باپ کی دو حیثیتیں ہیں جنہیں واضح نہیں کیا گیا ۔	مسئلہ ۲۴ زوجہ دختر باپ دادا ۳ ۱۲ ۴(ف) محروم $\frac{5}{9}$ (ع) مفید الوارثین صفحہ نمبر ۹۸ دوسری سطر میں یہی صورت درج ہے وہاں باپ کی دونوں حیثیتیں واضح کی گئی ہیں اور مسئلہ ۲۴ سہام سے چلایا گیا ہے ۔
۲	۱۰۱	نیچے سے دوسری سطر	مسئلہ ۲۴ زوجہ دختر دس اخیافی بھائی چچا آٹھواں نصف ثلث باقی ۳ ۱۲ ۸ ۱ ۱۔ اس صورت میں اخیافی بھائیوں کو ۸ سہام دیئے گئے ہیں حالانکہ بیٹی کی موجودگی میں اخیافی بھائی بہن محروم ہوجاتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے مفید الوارثین صفحہ نمبر ۷۶)	مسئلہ ۲۴ زوجہ دختر دس اخیافی بھائی چچا ۳ ۱۲ محروم ۹ اس اصلاح کے بعد یہ مثال اس مسئلے کیلئے موزوں نہیں رہتی جو سیاق وسباق میں بیان کیا گیا ہے ۔ مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ اخیافی بھائی دو ہوں یا سو ہوں ہر حال میں وہ ثلث کے حق دار ہوں گے ۔ نیز مذکر اور

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامح	اصلاح
			ب ۔ مفید الوارثین صفحہ نمبر ۲۱۲ آخری سطر میں بھی یہی تسامح واقع ہوا ہے ۔ وہاں بھی اصلاح کر لی جائے ۔	مؤنث میں عام قاعدے سے ہٹ کر برابر سہام تقسیم کیئے جائیں گے ۔ مثال ایسی ہونی چاہیئے جس میں ان دونوں امور کی وضاحت ہو ۔ لہٰذا درج ذیل صورت زیادہ مناسب رہے گی ۔ مسئلہ ۱۲ نمبر ۶۰ زوجہ ماں دس اخیافی بھائی دس اخیافی بہنیں چچا ۳ ۲ ۴ ۳ ۱۵ ۱۰ ۱۰ ۲۰ ۱۰ ۱۵
۳ ۔	۱۱۰	۲ ، ۳ ، ۴	ا ۔ "اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا ۔" (ب) مفید الوارثین صفحہ نمبر ۱۳۶ سطر نمبر ۱۳ ، ۱۴ اور ۱۵ میں بھی یہی تسامح واقع ہوا ہے وہاں بھی اصلاح کر لی جائے ۔	اس عبارت میں پوتیوں کو پڑپوتے کیساتھ ملا کر عصبہ بنایا گیا ہے ۔ حالانکہ پڑپوتے کیساتھ صرف وہی پوتی عصبہ بنتی ہے جو محروم ہو رہی ہو ۔ رہی وہ پوتی جو ذوی الفروض کی حیثیت سے اپنا حصہ پا رہی ہو پڑپوتے کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بنتی (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے سراجی اور شریفی) اوّل الذکر کی مثال ۔ مسئلہ ۲۴ زوجہ بنت بنت بنت الابن ابن ابن الابن ۳ ۸ ۸ ۵ مؤخر الذکر کی مثال ۔

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامح	اصلاح
				مسئلہ ۲۴ زوجہ بنت بنت الابن ابن ابن الابن ۳ ۱۲ ۴ ۵
۴	۱۱۳	۱۴	مثال ۴ مسئلہ ۲۴ زوجہ دختر دختر ہمشیرہ ہمشیرہ برادر ۳ ۸ ۸ ۱ ۲ ۲ اس مثال میں ایک ہمشیرہ کو ۲ سہام دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ ایک سہم کی حق دار ہے۔	مسئلہ ۲۴ نمبر ۹۶ زوجہ دختر دختر ہمشیرہ ہمشیرہ برادر ۳ ۸ ۸ ۵ ۱۲ ۳۲ ۳۲ ۵ ۵ ۱۰
۵	۱۲۷	۶،۵	"سوال نمبر ۶۔ دو ہمشیرہ حقیقی ایک بیٹی دو اخیافی بھائی بہن کی میراث کا حال بتلایئے۔ جواب۔ بیٹی کو نصف اخیافی بھائی بہن کو ثلث باقی ہمشیرہ کو ملیگا۔ بیٹی کی موجودگی میں اخیافی بھائی بہنوں کو ثلث دینا صحیح نہیں ہے۔	مسئلہ ۴ بنت اخت عینی اخت عینی اخت خیفی اخت خیفی ۲ ۱ ۱ محروم
۶	۱۲۷	۹،۸،۷	"سوال نمبر ۷۔ ایک عورت ان وارثوں ...... محروم ہیں" سوال میں دو پوتیوں کا ذکر ہے لیکن جواب میں نہیں ہے۔	چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو باقی سب بیٹوں کو ملے گا۔ دونوں پوتیاں اور دونوں بھائی محروم ہیں۔

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامح	اصلاح
۷	۱۲۸	۱۰، ۱۱	"سوال نمبر۱۶ - ایک پوتی ایک شوہر .... حسب قاعدہ دیدو"۔ پوتی کو پڑپوتوں کے ساتھ ملا کر عصبہ بنانا درست نہیں ہے۔	مسئلہ ۱۲ نمبر۲۴ ۔ شوہر والدہ پوتی دو پڑپوتے ۳/۶ ۲/۴ ۶/۱۲ ۱/۲
۸	۲۰۱	۱۳ حاشیہ نمبر۳	مثال ۴ ۸ ۶ ۴ زوجہ والدہ دختر ۱ چھٹا نصف ۱ ۳ حاشیہ نمبر۳ ۴ ۵ شوہر والدہ دختر ۱ ۱ ۳ یہ دونوں صورتیں ناکمل ہیں	مثال ۴ مسئلہ ۸ ۴ ۳۲ زوجہ والدہ دختر ۱/۴ ۱/۷ ۳/۲۱ حاشیہ نمبر۳ مسئلہ ۴ ۴ ۱۶ شوہر والدہ دختر ۱/۴ ۱/۳ ۳/۹
۹	۲۰۷	۲۱، ۲۲	"سوال - اس مثال میں کیا غلطی ہوئی ہے؟ جواب - صحیح ہے کچھ غلطی نہیں"۔ ۱ - اس مثال میں پوتی اور پڑپوتے کیلئے دو سہام بچتے ہیں لیکن انہیں تین سہام دیئے گئے ہیں۔	مسئلہ ۶ ۱۸ دختر دختر والدہ پوتی پڑپوتا ۲/۶ ۲/۶ ۱/۳ (۱) ۱ ۲

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامح	اصلاح
			ب ۔ مسئلہ ۶ سہام سے چل سکتا ہے ۱۲ سہام کی ضرورت نہیں ہے ۔	
۱۰	۲۰۸	۷	مسئلہ ۱۲ زوجہ والدہ اخیافی بہن حقیقی بہن نانی ۳ ۴ ۲ ۳ محروم ا ۔ اس صورت میں والدہ کو ثلث دیا گیا ہے حالانکہ دو بہنوں کی موجودگی میں اس کا حصہ سدس بنتا ہے ۔ (ملاحظہ کیجیے مفید الوارثین صفحات ۴، ۷، ۱۰۶) ب ۔ حقیقی بہن کو ربع دیا گیا ہے حالانکہ وہ نصف کی حقدار ہے ۔	مسئلہ ۱۲ بعد العول ۱۳ زوجہ والدہ اخیافی بہن حقیقی بہن نانی ۳ ۲ ۲ ۶ محروم
۱۱	۲۱۲	۳	مسئلہ ۱۲ زوجہ والدہ باپ ہمشیرہ نانی ۳ ۳ ۶ محروم محروم اس صورت میں مسئلہ ۱۲ سہام سے چلایا گیا ہے اگر ۴ سہام سے چلایا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا ۔ (ملاحظہ کیجیے مفید الوارثین صفحات ۱۰۰، ۱۰۲)	مسئلہ ۴ زوجہ والدہ باپ ہمشیرہ نانی ۱ ۱ ۲ محروم محروم

تحریر از حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم العالی

مہتمم و مفتی مدرسہ عربیہ حقانیہ ۔ قصبہ ساہیوال ۔ ضلع سرگودھا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ ۔ مفید الوارثین صنہ۱ پر دادا کے احوال میں باپ کے ہوتے ہوئے دادا کی محرومی کا بتلانا اور زوجہ اور دختر کا حصہ دیکر باپ کا باقی کا حق دار ہونا ظاہر کرنا مقصود ہے اس سے پہلے صہ۹۸ پر میت کی دختر کے ہوتے ہوئے باپ کی دونوں حالتوں فرض مع التعصیب کا بتلانا مقصود ہے اس لیے صنہ۱ پر باپ کی ان دو حیثیتوں کا الگ الگ ذکر کرنا ضروری نہیں ہے ۔ اجمالی طور پہ زوجہ اور دختر سے بچا ہوا مال جو باپ کو ملا اس میں اس کا چھٹا حصہ فرض اور باقی بطور عصوبت آگیا جس میں ۴/۱ ا فرض اور ۴/۱ ا بطور عصوبت کے ہے ۔ لیکن یہاں تخریج مسئلہ میں مسامحت ہوئی اس لئے کہ جب ثمن کا خلط سدس سے ہو تو مسئلہ ۲۴ سے ہونا چاہیئے ۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ حضرت مصنف رح کی نظر اختصار و اجمال پر رہی ہو اور صرف باپ کی موجودگی میں دادا کے محروم ہونے کو ہی انہوں نے مدنظر رکھا ہو اور یہ مقصود موجودہ صورت میں بھی حاصل ہو رہا ہے اس لیے اصلاح میں جو یہ کہا گیا ہے کہ یہی صورت صہ۹۸ پر درج ہے یہ بھی قابل تأمل ہے کیونکہ صہ۹۸ پر دادا کا ذکر نہیں اور صنہ۱۰ پر دادا کے احوال کا ذکر ہے ۔

۲ ۔ اس میں جو اصلاح کی صورت تجویز کی گئی ہے وہ درست ہے کیونکہ اخیافی بہن بھائیوں کو حصہ ملنے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ میت کی بیٹی زندہ نہ ہو اگر میت کی بیٹی زندہ ہوگی تو اخیافی بہن بھائی محروم ہوں گے اور ان کو وراثت سے کچھ حصہ نہیں ملیگا اس لیے مفید الوارثین صہ۱۰۱ فصل سوم سطر ۳ میں عبارت ۔ "ایسے بھائیوں کو چھٹا حصہ ملتا ہے"۔ کی بجائے صرف (ایسے بھائی کو

حصہ ملتا ہے) کا ذکر کرنا مناسب ہے کیونکہ ایسے بہن بھائی کو تہائی حصہ ملنے کی بھی وہی شرط ہے جو چھٹا حصہ ملنے کی شرط ہے اسی لیے اسی ص۱۰۱ کی آخری سطر میں پوتی کے ساتھ بیٹی کا ذکر اور مثال کا لکھنا بھی مناسب تھا جیسا کہ اس سے قبل اسی فصل سوم کی سطر نمبر ۳ میں بیٹی کا ذکر آ بھی چکا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ مثال میں خواہر کی بجائے دختر کا لفظ کاتب سے سہواً لکھا گیا ہو اس طرح پہلا تسامح تو ختم ہو جائے گا اور یہ کتابت کی غلطی قرار پائے گی۔ البتہ دوسرا تسامح جو مثال سے متعلق ہے وہ باقی رہے گا کہ جس میں اخیافی بہن بھائیوں کے مساوی حصہ کا ذکر ہونا چاہیے اور اس کے لیے اصلاح کے عنوان کے تحت دی گئی مثال صحیح اور کافی ہے۔

۳ - یہ اصلاح درست ہے اور اس کی وجہ بھی تفصیلاً ذکر کر دی گئی ہے۔

۴ - اس مثال میں مسئلہ ۲۴ سے بنے گا اور ذوی الفروض زوجہ کو ۳۔ اور دختران کو ۱۶ دیکر باقی پانچ کی تقسیم دو بہنوں اور ایک بھائی پر للذکر مثل حظ الانثیین ۔ کے قاعدہ کے مطابق (بھائی کو دوہرا اور ہر بہن کو اکہرا) کی جائیگی اور تصحیح مسئلہ ۹۶ سے ہو گی اور یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہمشیرہ ایک سہام کی حقدار ہے چونکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد یہاں پانچ سہام بچتے ہیں اگر ہر بہن کو ایک ایک اور بھائی کو دو سہام دے دیئے جائیں تو پھر بھی ایک سہم تقسیم سے بچ جائے گا اور پھر اس ایک کا آدھا بھائی کو اور دوسرا آدھا دونوں بہنوں پر برابر تقسیم ہو گا تو اس طرح ہر ایک بہن $\frac{1}{4}$ ۱ کی حقدار ہو گی اور کسر کو دور کرنے کے لیے مسئلہ کی تصحیح ۹۶ سے کرنی پڑے گی۔ اور اگر ذوی الفروض پر تقسیم کرنے کے بعد چار بچے تو پھر دو سہام بھائی کو دے دیئے جاتے اور ایک ایک سہم کی ہر بہن حقدار ہوتی اور تصحیح کی ضرورت نہ پڑتی۔

۵ - یہ اصلاح بھی صحیح ہے کیونکہ بیٹی کی موجودگی میں اخیافی بہن بھائی محروم ہوتے ہیں اور اخوات عینیہ بنات کے ساتھ عصبہ مع الغیر بن کر

ذوی الفروض سے بچا ہوا مال لے لیتی ہیں ۔
۶ ۔ ذوی الفروض کے بعد یہ لکھنا کہ باقی سب بیٹوں کو ملیگا اگرچہ اسی سے دونوں پوتیوں اور بھائیوں کا محروم ہونا معلوم ہو جاتا ہے لیکن اگر صراحتہً بھی پوتیوں کے محروم ہونے کا ذکر کر دیا جائے تو مناسب ہے ۔ ضروری نہیں ہے ۔

۷ ۔ یہ اصلاح صحیح ہے کیونکہ پوتی صاحب فرض ہے پڑپوتیوں کی وجہ سے عصبہ نہیں ہوگی کیونکہ اس کے عصبہ بننے کے لیے اس مسئلہ میں ضروری ہے کہ وہ صاحب فرض نہ ہو اور یہاں پوتی بیٹی کے قائم ہو کر صاحب فرض ہونے کی حیثیت سے نصف میراث کی مستحق ہے ۔

۸ ۔ یہ دونوں رد کی مثالیں ہیں تطویل کی بنا پر ضربی حساب کو چھوڑ دیا گیا ہے اوران سے صرف یہ سمجھانا مقصود تھا کہ احدالزوجین پر رد نہیں ہوتا اسی لیے ان کو یہاں ذکر کیا گیا ہے تاہم اصلاح کے عنوان میں ذکر کردہ تکمیل بھی صحیح اوردرست ہے اور حضرت مصنفؒ کی ذکرفرمودہ مثالیں بھی صحیح ہیں ۔ تصحیح میں ان دونوں کو رد کے قواعد کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے ۔

۹ ۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ ماں اور دختران کو ان کے حصے دیکر دو بچتے ہیں ۔ ایک پوتی اور ایک پڑپوتا کو للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ سے تین سہام چاہیئے تو اصل مسئلہ ۱۲ کو تین میں ضرب دیکر ۳۶ سے مسئلہ کی تصحیح ہو سکتی ہے مگر چونکہ یہاں اصل مسئلہ قاعدہ کے مطابق ۱۲ کی بجائے ۶ سے بنانا چاہیئے تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دیکر ایک بچے گا اور پھر تین کو اصل مسئلہ ۶ میں ضرب دیکر حاصل ضرب ۱۸ سے تصحیح ہو جائے گی ۔

۱۰ ۔ یہ اصلاح صحیح ہے اور اس سے اگلے سوال و جواب میں بھی اسی کے مطابق اصلاح کرنی چاہیئے اور چونکہ یہ مسئلہ عائلہ ہے کہ اس میں بارہ کا عدد تیرہ تک ہوا ہے اس لیے ۲۴ اور ۴۸ سے اس کا استخراج صحیح نہیں ہے لہٰذا مفید الوارثین

میں اس سے متعلق سوال کے جواب میں صرف یہ لکھا جانا چاہیئے کہ یہ مسئلہ ۱۲ سے بنے گا اور سب وارثوں کے حصوں کی مقدار سہام ۱۳ تک پہونچ کر عائلہ ہو جائے گا۔

۱۱ - یہ صحیح ہے کہ اس مثال میں مسئلہ ۱۲ کی بجائے ۴ سے بنایا جائے تو زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ اس مسئلہ میں ربع کے ساتھ ثلث کل کی بجائے ثلث مابقی کا خلط ہو رہا ہے اور یہ قاعدہ کہ ربع کا خلط جب صنف ثانی سے ہو تو مسئلہ ۱۲ سے بنتا ہے اس وقت ہے کہ جب اس کا خلط ثلث کل کے ساتھ ہو ثلث مابقی کے خلط کے ساتھ یہ قاعدہ نہیں ہے بلکہ اس وقت مسئلہ ربع کے مخرج چار سے ہی بنایا جاتا ہے گو بارہ سے بنانا بھی غلط نہیں اس سے بھی استخراج صحیح ہوگا لیکن یہ صرف فنی اور اصطلاحی قاعدہ ہے اس لیے اسی کے مطابق یہاں بھی مسئلہ کا استخراج ہونا چاہیئے جیسا کہ مفید الوارثین کے صـ۱۰۱ اور صـ۱۰۲ کی مثالوں میں بھی اسی قاعدہ کے مطابق عمل فرمایا گیا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ گذارش آنکہ اس عاجز کو حضرت مولانا محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفید الوارثین۔ کی جن عبارتوں میں تسامحات۔ یا کتابت کے اغلاط محسوس فرمائے اور ان کو قلم بند فرمایا تھا ان کے مطالعہ کا شرف عزیز مولوی محمود اشرف سلمہ کی فرمائش پر حاصل ہوا۔

احقر نے ان سب مقامات کو برخوردار مولوی عبدالقدوس سلمہ کی معاونت سے بغور ملاحظہ کیا اور اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود اپنی حقیر رائے ہر ہر نمبر پر ظاہر کر دی ہے امید ہے کہ اگر حضرت قاضی صاحب کی تحریر کے ساتھ اس عاجز کی تحریر کو مفید الوارثین کے ضمیمہ کے طور پر شائع کیا جائے گا تو ناظرین

کو حضرت قاضی صاحب کی بات کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوگی اور اس کی وجہ بھی سہولت سے معلوم ہو جائے گی۔ باقی دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس تحریر کو اپنی اصل کے ساتھ ملحق فرما کر اس کو قبول عام بخشیں اور اس عاجز کو بھی ان اکابرؒ کے ساتھ دار آخرت میں جگہ عطا فرمائیں اور اس کو عاجز کے لیے سبب کفارہ سیئات بنائیں از من دعا و از جملہ جہاں آمین باد۔

فقط سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ خادم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

حال وارد سمن آباد لاہور ۴ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

○

ضمیمہ نمبر ۲

وصیّت کے ایک مسئلہ سے متعلق "مفید الوارثین" کی ایک عبارت میں تسامح

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موصی کی زندگی میں موصی لہٗ کے انتقال کر جانے کی صورت میں وصیت نافذ ہوگی یا باطل؟ اور موصی لہٗ کے ورثاء اس کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟ مفید الوارثین کے صـ۵۴ اور صـ۵۶ پر موصی کی زندگی میں موصی لہٗ کے انتقال کر جانے کی صورت میں بھی وصیت کو نافذ قرار دیا گیا ہے اور اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ موصی لہٗ کے ورثاء اس وصیت کے مستحق ہوں گے جبکہ وصیت کے متعلق اصول یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں صراحۃً مذکور ہے کہ موصی کی زندگی میں موصی لہٗ اگر وصیت کو قبول کرے تو یہ قبول معتبر نہیں، اور اگر رَدّ کرے تو اس کا رَدّ بھی معتبر نہیں، بلکہ موصی کے انتقال کے بعد قبول یا رَدّ معتبر ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ موصی کی زندگی میں اگر موصی لہٗ کا انتقال ہو جائے تو یہ وصیت باطل ہونی چاہیئے۔

براہِ کرم ان دو شقوں میں سے جو شق صحیح اور راجح ہو اُسے

مدلل طور پر واضح فرمائیں ۔

المستفتی
محمد عمران چنیوٹی

الجواب حامداً ومصلیاً

موصی کی زندگی میں اگر موصیٰ لہٗ کا انتقال ہو جائے تو وصیّت باطل ہو جائے گی اور موصی کی موت کے بعد موصیٰ لہٗ کے ورثاء کو وہ چیز نہیں ملے گی جس کی وصیّت کی گئی تھی۔ کیونکہ وصیت کا حکم ثابت ہونے کے لئے موصی کی موت کا وقت معیار ہے۔ اس سے پہلے وصیّت کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ موصی کی زندگی میں اگر موصیٰ لہٗ وصیّت کو قبول کرلے تو اس کا یہ قبول کرنا معتبر نہیں۔ اسی طرح موصی کی زندگی میں ردّ کر دے تو یہ ردّ بھی معتبر نہیں، بلکہ موصی کی موت کے بعد قبول یا ردّ معتبر ہے۔ لہٰذا موصی کی زندگی میں موصیٰ لہٗ کا انتقال ہو جانے کی صورت میں چونکہ وصیت کا حکم ثابت نہیں ہوا اس لئے یہ وصیت باطل ہو جائے گی اور جس چیز کی موصی نے وصیت کی ہے وہ موصی کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ میں داخل ہو کر اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ جمہور فقہاء اور اکثر ائمہ کا یہی مذہب ہے۔

اس مسئلہ کے متعلق فقہی عبارات یہ ہیں :۔

۱۔ فی الخانیة : ولو أوصی لإنسان بثلث ماله ثم مات الموصیٰ لهٗ قبل موت الموصی بطلت وصیتهٗ ۔ (۳ : ۴۹۶ بهامش العالمگیریة)

۲۔ فی المبسوط للسرخسی : انهٗ لو مات فی حیاة الموصی بطلت الوصیة ۔ (۲۸ : ۴۸)

۳۔ فی اعلاء السنن : إن مات الموصیٰ لهٗ قبل موت الموصی بطلت الوصیة

هذا قول أكثر أهل العلم، روى ذلك عن علي رضي الله عنه و به قال الزهري وحماد بن أبي سليمان وربيعة ومالك والشافعي وأصحاب الرأي، وقال الحسن: تكون لولد الموصى له، ولنا أنها عطية صادفت المعطى له ميتا فلم تصح كما لو وهب ميتا وذلك لأن الوصية عطية بعد الموت، وإذا مات قبل القبول بطلت الوصية أيضًا اهـ (۱۸ : ۳۱۷ ناقلًا عن المغني لابن قدامة)

۴ ۔ في المبسوط للسرخسي : ولو أوصى بثلثه لفلان وفلان أو بني فلان و فلان ثم مات فالمسئلة على ثلاثة أوجه، إما أن يموت أحدهما قبل موت الموصي أو بعد موته أو كان ميتا وقت الوصية وإن مات أحدهما قبل موته صار نصف الثلث للحي ونصفه مردودًا إلى ورثة الموصي لأنه مات قبل وجوب الوصية له، لأن الوصية تملك بعد الموت وقد مات قبل الملك وإنما يكون للحي نصف الثلث لأن الإضافة إليهما كانت وكان لكل واحد منهما نصف الثلث فلا يزاد حقه بموت الآخر فكان لورثة الموصي۔ (المبسوط للسرخسي ۲۷ : ۱۵۹)

یہ جزئیہ الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے :۔

العالمگیریة ۶ : ۱۰۵ ۔ الدر المختار ۶ : ۶۷۲ ۔ الکاملیة ص ۲۸۸ ۔ الأنقرویة ۲ : ۴۰۶ ۔ الخانیة ۳ : ۴۹۶ ۔

۵ ۔ في الدر : (الذي أوصيت به لزيد فهو لعمرو أو لفلان وارثي) فكل ذلك رجوع عن الأول وتكون لوارثه بالإجازة كما مر (ولو كان فلان) الآخر (ميتا وقتها فالأولى من الوصيتين بحالها) لبطلان الثانية ولو حيا وقتها فمات قبل الموصي بطلتا، الأولى بالرجوع والثانية بالموت (۶ : ۶۵۹)

یہ جزئیہ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے :۔

العالمگیریۃ ۶ : ۹۳ - تبیین الحقائق للزیلعی ۶ : ۱۸۷ - الهدایۃ مع الفتح ۹ : ۳۶۸ - البحر الرائق ۸ : ۴۰۹ ٭

۶ - فی الرد : فلو أوصی بالثلث لبنی فلان ولم یسمهم ولم یشر إلیهم فهی للموجودین عند موت الموصی، وإن سماهم أو أشار إلیهم فالوصیۃ لهم حتی لو ماتوا بطلت الوصیۃ لأن الموصی له معین فتعتبر صحۃ الإیجاب یوم الوصیۃ - (۶ : ۶۴۹)

فتاویٰ عالمگیریہ (۶ : ۱۰۵) میں بھی یہ جزئیہ موجود ہے۔

مذکورہ بالا فقہی عبارات سے صراحۃً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اگر موصی لہٗ کا موصی کی زندگی میں انتقال ہو جائے تو وصیت باطل ہو جاتی ہے اور موصی لہٗ کے ورثاء اس کے مستحق نہیں رہتے بلکہ جس چیز کے بارے میں وصیت کی گئی ہو وہ موصی کی ملکیت میں ہی رہتی ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء اس کے مستحق ہوں گے۔

لہٰذا مذکورہ عبارات کی روشنی میں "مفید الوارثین" کے صفحہ نمبر ۵۴ اور ۵۶ پر ذکر کردہ مسئلہ حضرت مصنف قدس اللہ سرہٗ کا تسامح معلوم ہوتا ہے۔ صحیح مسئلہ وہی ہے جو دلائل کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت مصنف قدس سرہٗ نے کس دلیل کی بنیاد پر یہ مسئلہ تحریر فرمایا ہے۔ البتہ عالمگیریہ کے ایک جزئیہ کو اس کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

وہ جزئیہ یہ ہے :-

ویشترط فی الوصیۃ القبول صریحاً أو دلالۃً وذلك بأن یموت الموصی لهٗ قبل الرد والقبول، فیکون موته قبولاً فتر ثها ورثته کذا فی الوجیز للکردری -

(العالمگیریۃ ۶ : ۹۰)

جس کا حاصل یہ ہے کہ وصیت کے لئے موصیٰ لہٗ کا قبول کرنا شرط ہے۔ قبول خواہ صراحۃً ہو یا دلالۃً۔

اور دلالۃً قبول کی صورت یہ ہے کہ موصیٰ لہٗ وصیت کو قبول اور ردّ کرنے سے پہلے ہی انتقال کر جائے تو اس کی موت کو ہی قبول سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اس کے ورثاء اس وصیت کے مستحق ہوں گے۔

عالمگیریہ کے اس جزئیہ میں یہ تفصیل نہیں کہ قبل الرد والقبول موصیٰ لہٗ کا انتقال موصی کے انتقال سے پہلے ہو یا موصی کے انتقال کے بعد، جس سے بظاہر دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت دونوں صورتوں کا حکم ایک نہیں بلکہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ موصیٰ لہٗ موصی کے انتقال کے بعد وصیت کو قبول یا ردّ کئے بغیر انتقال کر جائے۔

چنانچہ دیگر فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ جیسا کہ "خلاصۃ الفتاویٰ" میں ہے:۔

ثم الوصیۃ یشترط فیھا القبول وذلک بالصریح أو بالدلالۃ، وذلک بأن یموت الموصیٰ لہٗ بعد موت الموصی، وفی التجرید: والدلالۃ أن یموت الموصیٰ لہٗ قبل القبول والرد بعد موت الموصی، فیکون موتہ بعد موتہ دلیلاً للوصیۃ ویکون ذلک میراثاً لورثتہ۔
(۲۲۴ : ۴)

وفی الدر:

قلت: والمراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ بأن یموت الموصیٰ لہ بعد موت الموصی بلا قبول

کماسیجیئی ۔ (۶: ۶۵۰)

لہٰذا عالمگیریہ کے مذکورہ جزئیہ سے استدلال درست نہیں ۔

فقط : واللہ سبحانہٗ أعلم

محمد عالمگیر چینیوٹی عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۳ / ۴ / ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۳ - ۴ - ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح

محمد عبداللہ عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۳ - ۴ - ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح

محمد عبدالمنان عفی عنہ

مفتی دارالعلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح

محمد رفیع

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح

بندہ محمود اشرف غفراللہ

۱۳ / ۴ / ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح

عبدالرؤف سکھروی

دارالافتاء - دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۶ - ۴ - ۱۴۱۶ھ

نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۴

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

اسلام کا اقتصادی نظام

اسلام کے نظامِ معاشی کا مکمل خاکہ جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ دُنیا کے تمام اقتصادی و معاشی نظاموں میں اسلام کا نظامِ اقتصادی ہی ایسا نظام ہے جس نے سرمایہ و محنت کا صحیح توازن قائم کر کے اعتدال کا راستہ پیدا کیا ہے

تألیف

حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادارۂ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی ○ لاہور

مسائلِ امامت

(مکمل و مدلل)

امام اور امامت نماز سے متعلق مسائل و احکام کا جامع ذخیرہ
حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق و تائید کے ساتھ

مولانا قاری محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر
ادارہ اسلامیات
انارکلی ۰ لاہور۔۲

توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکی سزا

از

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس اللہ سرہ

دار الافتاء۔ جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

جمع و ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی مدظلہم

مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور و دار العلوم کورنگی۔ کراچی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور ۲، پاکستان

۳۵۳۲۵۵ — ۷۲۴۳۹۹۱